Women Write
Classi

ناول

عجیب آدمی

عصمت چغتائی

RHOTAS LPS
Low Priced Series

عجیب آدمی

عصمت چغتائی

روہتاس بکس

اشاعت اول	1992ء
پرنٹرز	نفیس پرنٹرز پٹیالہ گراؤنڈ لاہور
پبلشرز	روہتاس بکس احمد چیمبرز - ٹیمپل روڈ لاہور

Rs.

دھرم دیو!

کون دھرم دیو؟

وہی دھرم دیو جو کبھی ایک راز تھا، اسے کسی نے نہ دیکھا تھا۔

ایک جھینپو سا کمسن چھوکرا، جسے دیکھ کر ایک دم خیال آتا تھا کہ ہائے نصیب، یہ لڑکا کیوں ہوا؟ لڑکی ہوتا تو فلا لائن کی ساری پریاں ناچتی رہ جاتیں۔ لوگ اس کے عشق میں پاگل ہوتے، اس کی کافر اداؤں پر دل و جان قربان کرنے کے لئے اس کے فلیٹ کے آگے خود کشیوں کی دھمکیاں دیتے۔ ملک کے بانکے اس کی تصویریں کلیجے سے لگا کر ٹھنڈی آہیں بھرتے۔ دیش بھگت اس کے ساتھ اپنی تصویریں کھنچوانا ملک اور قوم کی خدمت سمجھتے۔

میٹھی میٹھی قدرتی کاجل سے کجلائی معصوم سی آنکھیں، پتلی ناک، نہایت نزاکت سے ترشے ہوئے گداز مگر چھوٹے چھوٹے ہونٹ۔ ننھے بچے جیسی بھولی سی ٹھوڑی، سڈول ہاتھ پیر، پہلوانوں جیسے مچھلیوں دار نہیں بلکہ کنہیا جی کی طرح چکنے اور لچک دار اگر باریک ترشی ہوئی مونچھیں نہ پالتا تو بالکل اٹھارہ برس کی فلمی جیونت لگتا۔

فلم بالی کچھ اس شان و شوکت سے ہٹ ہوئی کہ اس نے فلمی دنیا میں ہنگامہ مچا دیا۔ بالی جیسی فلمیں دھڑا دھڑ بننا شروع ہو گئیں، جو آدھی بنی تھیں وہ بالی کی نقل میں کافی کبڑی ہو گئیں۔ بمبئی میں اس وقت کیبرے اتنا عام نہ تھا بالی میں پہلی بار ہوٹل میں حسینہ کا ناچ مغربی انداز میں پیش کر کے دھرم دیو نے اسے ہر فلم کا

لازمی جزو بنوا دیا۔ اس کے بعد بہت کم ایسی فلمیں بنی ہیں جن میں ہوٹل کی اسٹیج یا میزوں کے گرد ناچ نہیں ہوتا۔ مغربی طرز کے غنڈے' اسمگلنگ یا اسی قسم کی کوئی بیہودگی کرتے ہوئے بدمعاش بھی بالی کے بعد ہر فلم کی جان بن گئے۔ دھرم دیو ایک راز سے ایک دم چوٹی کے ڈائریکٹروں کی صف میں جا کھڑا ہوا۔

46ء میں جب اشوک کمار اور واچہ نے دوبارہ بمبئی ٹاکیز میں جان ڈالی تو پھر سے ہنسورائے کا زمانہ لوٹ آیا۔ فلم اسٹوڈیو کا ماحول کسی تعلیمی یا کلچرل ادارے جیسا معلوم ہوتا تھا۔ بہت سے فلم اسٹار جو اس وقت چوٹی پر تھے' آج لوگ انہیں بھول چکے ہیں اور بہت سے آج کے قد آور فلم اسٹار اس وقت بمبئی ٹاکیز کے احاطے میں بڑی سفارشوں سے داخل ہو پاتے تھے۔ وہ جنہیں دیکھنے کے لئے خلقت آج دیوانوں کی طرح ٹوٹ پڑتی ہے۔ اس وقت بسوں اور ٹرینوں میں جھک مارتے پھرتے تھے۔ ہر بڑے فلم اسٹوڈیو کے احاطے میں کتنے ہی نوعمر امیدوار کسی وسیلے سے داخل ہو جاتے صبح سے شام تک بنچوں پر بیٹھتے' جماہیاں لیا کرتے۔ کوئی بڑا ڈائرکٹر' پروڈیوسر یا کوئی باٹ دار ہیرو سامنے سے گزرتا تو جھٹ ادب سے کھڑے ہو جاتے۔ کتنی ہی لڑکیاں جو بعد میں مشہور و معروف ہیروئنیں بن گئیں ان دنوں اپنی نانی یا باپ کے ساتھ اشوک کمار یا واچہ سے ملاقات کی آس لگائے باہر بنچوں پر بیٹھی سوکھا کرتیں۔ اس وقت ڈھائی تین لاکھ میں آج کی پچاس لاکھ کے سرمائے سے بننے والی فلم سے زیادہ روپیہ بٹورنے والی فلمیں بن جایا کرتی تھیں۔ نئے امیدواروں کو زیادہ آسانی سے چانس مل جاتے تھے اور اس وقت پروڈیوسر ڈائریکٹر اپنے لڑکوں لڑکیوں کو فلم لائن میں جھونکنا سخت ہتک کی بات سمجھتے تھے۔

ہر بات ہی کچھ نیم گرم سی ہوا کرتی تھی۔ آج کل تو ایک فلم میں کام کر کے لوگ فلم اسٹار بن جاتے ہیں۔ فلم کی ریلیز سے پہلے ہی ان کے گھروں پر پروڈیوسروں کے کیو لگنے لگتے ہیں۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے انہیں چوٹی پر پہنچا دیتے ہیں۔ دلیپ کمار' راج کپور اور دیو آنند نہ جانے کتنی فلموں کے بعد جمے ہیں۔
فلم اسٹار کو یوں دھماکے سے چوٹی-------- پر چڑھانے اور ان کی قیمت

اتنی بڑھانے میں سب سے بڑا ہاتھ مدراس کا ہے۔ جو نیا ستارہ آسمان فلم پر نمودار ہوتا ہے مدراس کی فلم انڈسٹری اسے اچک لیتی ہے۔ اور چھ مہینے کے اندر اندر اس کی فلم تیار ہو کر ہٹ ہو جاتی ہے اور وہ بمبئی میں بھی مدراس کی لگائی ہوئی قیمت مانگنے لگتا ہے۔ کبھی اسی طرح بمبئی کی فلم انڈسٹری نے بنگال کی انڈسٹری کو چبا چبا کر نگلا تھا۔ آج مدراس کی انڈسٹری نے بمبئی کا دیوالیہ نکال کر رکھ دیا ہے۔

کبھی بمبئی کے پروڈیوسر اور ڈائریکٹر کی بھی یہی شان تھی جو آج مدراس والوں کی ہے۔ اس وقت ہر ہیرو کمپنی کا مالک نہ تھا جیسے آج ہے۔ یا تو خود ہیرو پروڈیوسر ہے اور اپنے مفاد کو مد نظر رکھ کر فلمیں بناتا ہے یا بنواتا ہے۔ یا اس کا کوئی دوست یا رشتہ دار اس کی مدد سے ڈھنگ کی فلم بنا سکتا ہے۔ باقی سب بھرتی کے پروڈیوسر ہیں۔ سوائے دو چار کو چھوڑ کر سب فلم اسٹاروں کے رحم و کرم اور ڈسٹری بیوٹر کی دریا دلی پر بھروسہ کر کے فلمیں شروع کر دیتے ہیں۔ اور انہیں مکمل کرنے کے لئے آدمی سے گھن چکر ہو جاتے ہیں۔ لیجئے بات دھرم دیو کی تھی۔ جب وہ بمبئی ٹاکیز میں بہت سے لڑکوں، لڑکیوں کے جمگھٹے میں چپ چاپ ایک کونے میں بیٹھا شاید ان خوابوں کے جال بنا کرتا تھا جو بالی کی ریلیز کے بعد حقیقت بن گئے۔ بمبئی ٹاکیز کے احاطے میں ایک جغادری املی کا پیڑ تھا۔ اس پر املیاں کم لگتی تھیں اور کوے زیادہ بیٹھا کرتے تھے اس کے گرد ایک بڑا سا چبوترہ تھا۔ دائیں طرف کینٹین تھی۔ اونچے اسٹاف کے الگ الگ کمرے تھے مگر نوجوان امیدواروں کا اڈہ یہی چبوترہ تھا۔ ان میں چھوٹے موٹے کیرکٹر آرٹسٹ، اسسٹنٹ اور دنیا بھر کے نٹھالو لوگ بھی جا بیٹھتے۔ گپ شپ ہوا کرتی۔ گیتا بالی ان دنوں ایک چھوٹی سی فلم "گرلز اسکول" میں کام کر رہی تھی۔ اندو پال "ضدی" میں ویمپ کا رول کر رہی تھی۔ مدھو بالا کو "محل" کے لئے چنا گیا تھا۔ دو چار سین بھی ہوئے تھے مگر اتنی اہم نہیں ہوئی تھی کہ چبوترہ چھوڑ دیتی۔ لتا کی آواز کے ٹرائیل ہو رہے تھے۔ گیتا کے دو گانے ریکارڈ بھی ہو چکے تھے اس زمانے میں شمشاد بیگم، امیر بائی کرناٹکی اور مسز گھوش کا بول بالا تھا۔ خان مستانہ، درانی کا زمانہ تھا مکیش، محمد رفیع غیر معروف

تھے۔ کشور کی آواز "ضدی" میں ایک غزل کے لئے ٹیسٹ ہو رہی تھی۔ دیو آنند "ضدی" کا ہیرو تھا۔ مگر اپنے ہم عمروں میں جا بیٹھتا تھا۔ پیڑ کے اوپر کوے اور نیچے یہ سب جنگلی میناؤں کی طرح چپڑ چپڑ باتیں کیا کرتے۔ ان میں دھرم دیو ایک طرف بیٹھا دھیمے دھیمے مسکرایا کرتا!

اندوپال بڑی باتونی تھی۔ کلدیپ کور کا جی للچاتا ہوگا چبوترے والوں میں گھلنے ملنے کو مگر اسے اپنا کیریر بنانا تھا۔

پھر بھی وہ اندوپال کو کرید کر پوچھ لیتی اور اندو بھی ان جانے میں مخبری کر جاتی۔

"دلیپ کمار اور کامنی کوشل کا "شہید" بن رہا ہے۔"

"کبیلا اندو کو دیکھ کر شو آف شروع کر دیتا ہے۔"

"کشور کمار روما کو بہت ہنساتا۔" روما "مشال" میں اندھی لڑکی کا رول کر رہی تھی۔ شوٹنگ ہو نہ ہو اسٹوڈیو ضرور آتی تھی۔ کشور کمار کا ایک اشوک کمار کو دیکھ کر دم نکل جاتا تھا۔ کیونکہ وہ خوب اسے بنگلہ میں ڈانٹتا تھا۔

"گیتا بالی کا کسی سے نہیں چلتا' وہ تو پھکڑ ہے سب سے ٹٹول کرتی ہے۔"

"دھرم دیو تو سوائے منگلا کے کسی سے بات نہیں کرپاتا۔"

زندگی میں انسان کتنی بار عشق کرتا ہے؟

اور فلمی زندگی کی ریڑھ کی ہڈی ہی عشق ہے۔ جسے عشق کرنا نہیں آتا وہ لو سین پردہ سیمیں پر کیسے پیش کرے گا اور لو سین نہ ہوں گے تو فلمیں کیسے چلیں گی؟

دھرم دیو پرلے درجہ کا عاشق مزاج تھا۔ بقول اندو وہ باری باری ہر لڑکی پر زور شور سے عاشق ہو چکا تھا جنمیں وہ خود بھی شامل تھی۔ مگر جتنی تیزی سے بخار چڑھتا اسی سرعت سے اتر بھی جاتا۔ اکثر تو ایسا ہوا کہ صبح وہ گیتا بالی کے لئے ہلکان تھا۔ شام کو چلتے وقت مدھو بالا دماغ میں بھر گئی۔ صبح دوسرے دن آیا تو سلیٹ صاف۔ کوئی پونا کی واقف کار اسٹیشن پر مل گئی۔ لیکن دوپہر تک پھر منگلا کے عشق کا

بھوت سوار ہو گیا۔ منگلا کو اس کا بھائی لے گیا تو ٹھالو بیٹھا بیٹھا کامنی کوشل پر فریفتہ ہو گیا، مگر نہ جانے کیا بات تھی کہ لوٹ پھر کر گاڑی آ کر منگلا ہی پر رکتی۔

اور پھر متواتر ڈیڑھ دن منگلا ہی منگلا رہی۔ اور شاید طول پکڑ جاتی۔ اگر ثریا اپنے گیت کی ریکارڈنگ کے سلسلے میں نہ آ جاتی۔ جتنے دن ریکارڈنگ ہوتی رہی دھرم دیو اپنی ڈیوٹی چھوڑ چھاڑ کر میوزک روم کا طواف کرتا رہا۔ منگلا نے بہت بہت غصہ کیا مگر عاشق صادق ٹس سے مس نہ ہوا۔ منگلا سے اس دن ریہرسل نہ ہو سکی اور اس کا گانا لتا کو دے دیا گیا۔

ثریا چلی گئی تو وہ یتیموں کی صورت بنائے چبوترے پر بیٹھا رہا اور شاید عمر بھر بیٹھا ہی رہتا اگر منگلا کی آنکھ میں پلک نہ گھس گئی ہوتی۔ پلک نہ پڑتی تو دھرم دیو اسے اپنے سفید جھک کرتے کے دامن سے اس کے کجلائے ہوئے آنسو کیسے پونچھتا۔

اس دن منگلا نے جو گیت ریکارڈ کروایا وہ آج تک ہٹ ہے۔

وہ گانے کے لئے آئی تھی مگر اس کا سانولا سلونا بنگالی حسن، لمبے لمبے خم دار گیسو اور بھاری بھاری نیند اڑانے والی آنکھیں اس کی چڑ بن گئیں۔ کیوں کہ اسے ایکٹنگ سے چڑ تھی۔ اور پھر ادھر کئی مہینے سے دھرم دیو ڈانوا ڈول نہیں ہوا تھا۔ مدھو بالا نہایت ہوش ربا لو سین دے رہی تھی۔ اور در و دیوار اس پر ہزار جان سے عاشق ہو رہے تھے، مگر دھرم دیو چٹان بنا صرف منگلا کے دھیان میں غرق تھا۔ منگلا بڑی چپکی سی تھی۔ ویسے گانے والیوں کو تو بس میٹھی آواز ہی بلندیوں پر چڑھنے کی ایک سیڑھی ہوتی ہے۔ شکل صورت سیکس اپیل سب سب بے کار اگر گلا نہیں۔ گانے والوں کو ان راہوں سے نہیں گزرنا پڑتا ہے۔ میک اپ مین کے نخرے کہ ان دنوں یہ فن، صرف انہی کی مٹھی میں تھا۔ اب تو یہ لوگ خود ہی میک اپ کر لیتے ہیں۔ کاسٹیوم انچارج کی اہمیت ختم ہو چکی ہے۔ اسے صرف ایکسٹراؤں کے کپڑے لتے کی خبر رہتی ہے۔ اونچے اداکار تو اپنے درزیوں سے کپڑے اپنی مرضی سے سلواتے ہیں اور اپنے پاس ہی رکھ لیتے ہیں۔ عموماً۔ واپس کرنا بھول جاتے ہیں۔

مگر ایک اداسی تھی جو دھرم دیو کے گرد کنڈلی مار کر بیٹھی ہوئی تھی۔ جسے منگلا کے عہد و پیمان بھی نہ دور ہٹا سکے۔ چھٹے ساتویں اسسٹنٹ ڈائریکٹر کی نہ کوئی حیثیت نہ کوئی مستقل ذمہ داری پتھر کی طرح ٹھکا ہوا ہے ایک جگہ۔ عدم اور وجود برابر۔ سیٹ پر ڈائریکٹر حماقت کر رہا ہے مگر رائے کا اظہار گستاخی ویسے ہی کھجایا ہوا ہے کھڑے کھڑے نکال دے گا۔ ہیرو ٹھس ہیروئن الٹے سیدھے چکر دے رہی ہے۔ کوئی پرسان حال نہیں سب کا غصہ اسسٹنٹ پر۔ ساری نوخیز صلاحیتیں دم گھوٹے، ذہانت پیروں تلے روندی جا رہی ہے۔ گدھوں کے ہاتھ میں سب کچھ سمجھ بوجھ عذاب دوزخ جھیل رہی ہے۔

مگر بن کاجل کالی سوندھی آنکھیں کہتی ہیں۔ جئے رہو۔ ہیرے کا نصیب ضرور جاگے گا۔ پتھر کا گمنام ٹکڑا تراشا جائے گا تو چکا چوند سے آنکھیں بند ہو جائیں گی۔ ایک گونگی بے وقوف سی لڑکی جو سلیقے سے ساڑھی بھی نہیں باندھنا جانتی۔ بات کرتے ہوئے چھوئی موئی کی طرح سمٹ جاتی ہے۔ گلے میں رس ہے تو کیا؟

مگر اور بھی تو کوئی سہارا نہیں۔ سب ہی لگانا جانتی ہیں۔ ان کے عشق کے شعلہ میں لپک تو ہے پر جھلسن بھی ہے۔ چڑھتی کمانیں ہی ہر چہار طرف تیر برسا رہی ہیں۔

مصلحت اسی میں ہے کہ کوئی ٹھنڈی میٹھی ہمسفر کا ہاتھ پکڑ لو کہ نبضیں برقرار رہیں۔ اس کے آنچل کی آڑ میں باد مخالف کے تھپیڑوں میں پناہ تو ملے گی اور دل کا ٹھکانا ہو جائے تو دنیا کی خبر لینے چلو۔

چنانچہ دھرم دیو نے بھی منگلا کو اپنا دل سنبھلا دیا کہ "بالی" کی ریلیز کے بعد شادی اور ہنی مون۔

اور "بالی" کی ریلیز کے بعد مہینوں زمین پر پیر ٹکانے کی مہلت نہ ملی۔ دعوتیں پارٹیاں اور ایک سے ایک اونچا آفر۔ وہی شخص جو کل تک دخل در معقولات کی حیثیت رکھتا تھا ایک دم عقل کل کے مرتبہ پر پہنچ گیا۔

"اپنی فلم بناؤ دھرم جی کیوں دوسروں کی تجوریاں بھرتے ہو۔"

ان دنوں خود مختار پروڈیوسر بڑی تیزی سے اگائے جا رہے تھے۔ اس سے پہلے فلم کمپنیاں ہی فلم بناتی تھیں جن کے اپنے فلم اسٹوڈیو ہوتے تھے۔ مستقل اسٹاف ہوتا تھا۔ اپنی لیبارٹری اپنے میوزیشن۔ رات کو شوٹنگ ختم کی۔ صبح رش پرنٹ تیار۔ کام شروع کرنے سے پہلے رش پرنٹ دیکھے پھر آگے کام ہوا۔ ایک کمپنی سال میں زیادہ سے زیادہ پانچ چھ فلمیں بنا لیتی تھی۔ بغیر ایک فریم بھی دیکھے فلم کا سودا ہو جاتا تھا۔ مقررہ ڈسٹری بیوٹر بند ڈبہ لے جاتے اور لاکھوں کما ڈالتے۔

جنگ کے بعد ایک دم نئے سینما ہال بنے۔ فلموں کی مانگ بڑھی۔ نئے نئے ڈسٹری بیوٹر میدان میں آئے۔ کمپنیوں میں پہلے ہی سے پرانے ڈسٹی بیوٹر ڈٹے ہوئے تھے۔ اس لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ زیادہ فلمیں بنائی جائیں چاہئے تو یہ تھا کہ زیادہ کمپنیاں بنتیں، اسٹوڈیو بنتے، فلم اسٹار بنتے اور یوں فلموں کی تعداد بڑھائی جاتی، مگر چونکہ نئے ڈسٹری بیوٹر کم سرمایہ لائے اور اسے بھی کسی مستقل اسٹوڈیو میں جکڑنا نہیں چاہتے تھے۔ دس پندرہ ہزار سے کام شروع کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے ایک نیا ہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان دنوں ڈسٹری بیوٹروں نے سوچا کہ فلم بنانے والے کمپنیوں کے مالک نہیں بلکہ ڈائریکٹر اور فلم اسٹار ہیں، کیوں کہ انہیں کے نام پر فلم چلتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے ان ڈائریکٹروں سے کہا کہ کیوں مالک کے حکم کے پابند رہتے ہو۔ پوری فلم نہیں ایک ایک صوبے کے حق تقسیم بیچو۔ ہم قسط وار دیں تم قسط وار فلمیں بناؤ۔

کون سی مشکل بات تھی۔ قسط وار فلمیں بننے لگیں۔ اور اب چلی بھیڑ چال یعنی اتنا آسان ہے پروڈیوسر بننا۔ دس پندرہ ہزار ادھر ادھر سے گھیر لاؤ اور جس کا جی چاہے پروڈیوسر بن جائے۔ سب کمپنیوں کا اسٹاف الگ الگ پروڈیوسر بن گیا۔ کمپنیوں میں الو بولنے لگے۔ مجبوراً۔ کہیں تو تالے پڑ گئے اور باقی نے ان قسط وار پروڈیوسروں کو اسٹوڈیو کرائے پر دینے شروع کر دیئے۔ اب اتنے پروڈیوسر بن گئے کہ اسٹوڈیو کم پڑ گئے۔ اسٹوڈیو کی کمی کو آؤٹ ڈور شوٹنگ کر کے کام چلایا۔ فلم

اسٹار کم پڑ گئے نئے اسٹار بنانے میں قسطوں پر فلم بنانے والوں کے دیوالیے نکل گئے۔ پھر یہ ہوا کہ جس پروڈیوسر نے کسی بڑے اسٹار کو لیا اس کی فلم قسطوں پر بننے لگی۔ باقی لوگ فلم بنانے سے زیادہ قسطیں وصول کرنے کی تگ و دو میں گھس گئے۔

فلم بنانے کے لئے ضروری نہیں تھا کہ کوئی مشہور اور کامیاب ڈائریکٹر ہی ہو۔ وہ پرانے ڈائریکٹر جو کمپنیوں سے توڑ کر خود مختار بنا دیئے گئے تھے ان میں سے اکثر لڑھک گئے۔ کہاں ٹھاٹ سے اسٹوڈیو میں فلم بناتے تھے جہاں دنیا بھر کی آسائشیں میسر تھیں۔ نہ فلم اسٹار سے ڈیٹ لینا نہ اسٹوڈیو بک کرانا' نہ فلم خام کے لئے دوڑ بھاگ' نہ شوٹنگ کے لئے آج یہاں کل وہاں سارا بستر بوریا لے کر جانا۔ کچھ کی بدھیا بیٹھ گئی اور ان کے مقابلے میں بالکل نئے لونڈے نے دھر کے فلم ٹھوک دی جو ہٹ ہو گئی۔

جیسے دھرم دیو نے!

اس کے بعد تو ڈسٹری بیوٹر کو یقین ہو گیا کہ اگر بڑے اسٹار ہوں' اچھا میوزک ہو تو ایگزیبیٹر فلم لے لیتا ہے اور قسطوں میں شریک ہو کر بوجھ بانٹ لیتا ہے۔ لہٰذا اس نے کہہ دیا بس کچھ نہیں چاہیئے۔ فلم اسٹار اور میوزک۔ اور ان کی مانگ بڑھی تو انہوں نے دام بڑھائے۔ کسی کی جیب سے تو جاتے نہیں۔ پیسہ تو آخر میں پبلک کی جیب سے آتا ہے تو کیوں نہ جو مانگے وہ دیتے جاؤ۔ ایک ایک اسٹار بیس بیس فلموں میں جٹ گیا اور ان بیس پروڈیوسروں کو جتنے دن مہینے میں ان کے حصے میں آئے ان کو دے دیئے۔ جن کی قسطیں نہیں آئی تھیں وہ رہ گئے منہ دیکھتے۔

اب بیچارے اسٹار پر ایک اور مصیبت پڑی۔ اتنی فلموں سے اتنا روپیہ آنے لگا کہ اگر سب انکم ٹیکس والوں کے سامنے ظاہر کر دے تو ٹیکس در ٹیکس لگ کر سب نکل جائے گا اس لئے کالا روپیہ یعنی بغیر رسید کے روپیہ کا فیشن چل پڑا۔ اب خود مختار ڈائریکٹر پروڈیوسر کو پروڈکشن کے دوسرے جنجالوں کے ساتھ جھوٹی رسیدیں بنانے کی ذمہ داری اور لینی پڑ گئی۔

"بالی کی کامیابی کا جشن منانے میں وہ عہد و پیمان جو املی کے پیڑ کے نیچے بیٹھ کر کئے تھے۔ انہیں نبھانے کی فرصت ہی نہ ملی۔

"بالی کی کامیابی میں کچھ منگلا کا بھی دخل تھا۔ فلم کے گانے ہی اس کی جان تھے جو منگلا نے گائے تھے اور ان میں کلیجہ نکال کر رکھدیا تھا۔

بالی بناتے وقت دھرم دیو ایک گم نام اسسٹنٹ تھا۔ وہ سال کا کامیاب ترین ڈائرکٹرز نہ تھا اور اب اس کا نام سارے ملک کے گلی کوچوں میں پوسٹروں پر لکھا تھا۔ فلم انڈسٹری میں اس کا نام گونج رہا تھا۔ کچھ لوگ حسد کی آگ میں سلگ رہے تھے۔ ڈسٹری بیوٹر اس کے نام کی مالا جپ رہے تھے اور منگلا؟

منگلا نے دو دن سے کھانا نہیں کھایا تھا۔ وہ ٹیلی فون کرکے ہار گئی۔ دھرم جی کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ کہانی پر بیٹھے ہیں۔

ایسی تیسی کہانی کی، جاؤ بیٹھو کہانی پر یا چاہے میری سمادھی پر بیٹھو۔ اور جب دھرم کو پتہ لگا تو وہ ننگے پیر بھاگا آیا۔

"منگی ---------- میری جان ------------ میری روح---------- میرا سر درد سے پھوٹ رہا ہے۔" اس نے آتے ہی اپنا سر منگلا کی گود میں رکھ دیا۔ اپنا فاقہ بھول کر وہ اس کی کنپٹیوں پر بام ملنے لگی۔

"اوہ۔ یہ لوگ مجھے پاگل کردیں گے۔"

"وہ تو تم پہلے ہی ہو چکے ہو۔"

"ریتا کہتی ہے کہانی لڑکی کی ہونا چاہیے۔"

"تو پھر اڑچن کیسی؟"

"پرکاش کہتا ہے ریتا کو مارو گولی، کوئی نئی چھوکری ڈال دو اور سیکس اپیل پر کیش کرو۔"

"واہ۔ اور چھوکری کے کپڑے تو کیا کھال بھی اتروالو، چوں نہ کرے گی، بلکہ احسان مانے گی۔" منگلا نے تیر مارا۔ "کپڑا کم ہیروئن زیادہ۔ فائدہ ہی فائدہ!"

"اور سنسر کو جاکر تم سمجھاؤ گی؟"

"تمہیں کتنا سمجھالیا جو اب سنسر کو بھی سمجھاؤں گی۔"

"منگلی خفا ہو؟"

"اگر کہوں ہاں' تو؟"

"منگلی ------ ناگپور کے پاس پتاجی کی ساٹھ بیگھہ زمین ہے۔ چل وہاں املی کے پیڑ بہت ہیں۔ بس چھاؤں میں لیٹیں گے ------" دھرم اٹھ کر بیٹھ گیا۔ جیسے اسی دم چل پڑے گا۔

"اور املی کے پتے پر ڈنڈ پیلیں گے۔" منگلا نے جملہ پورا کر دیا۔

"اوہ!" منگلا کی موسی دروازے پر کھڑی تھی۔

"نمسکار موسی۔" دھرم نے اس کے پیر چھونے کی دھمکی دی۔

"مجھے یہ منہ دیکھے کی باتیں نہیں بھاتیں۔ تین دن سے مورکھ نے ایک چاول کا دانہ نہیں ڈالا منہ میں۔ اب ملی تمہیں چھٹی۔"

"موسی' کام کر رہا تھا کہ ٹھالو بیٹھا تھا۔" مگر موسی کے ڈانٹنے پر اسے پیار آنے لگا۔ کوئی تو اسے اپنا سمجھے۔ پیار سے بام ملے۔ سب شکوہ شکایت بھول جائے۔ چاہے اس کی موسی ڈانٹ بھی بتائے۔

کتنا پیار تھا موسی کی پھٹکار میں!

اور یالی کے ڈائرکش کا موقع ملنے سے پہلے ہی موسی اس سے میٹھی میٹھی باتیں کرتی تھی' میٹھی میٹھی گولیاں' اندر کونین! منگلا کو اس سے ملنے پر پھٹکار پڑتی تھی! بھائی اس کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے' پتاجی آتم ہتیا کی دھمکیاں دے رہے تھے۔

آج اسے اپنوں جیسے طعنے دیئے جا رہے ہیں۔ جس کے غارت ہونے کی دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ اس سے نہ آنے کی شکایت ہو رہی ہے۔ کیونکہ اب وہ مشکوک انڈا نہیں' چاق و چوبند چوزا ہے! اب اس سے 'دی کے لئے تقاضے ہو رہے ہیں۔ منگلا کا بھائی پروڈیوسر بننے کی سوچ رہا ہے۔ کئی دفعہ کہہ چکا ہے کہانی سن کر پاس کر دو تو آرٹسٹ سائین کروں۔

وہ دیر سے آتا ہے تو منگلا سے زیادہ اب اس کا کنبہ دھرم دیو کے فراق میں بے حال ہوتا ہے۔ کبھی اس سے ملنے پر چار چوٹ کی دھمکیاں دی جاتی تھیں۔ آج اسے چوگنی ملامتیں اس بات پر سننی پڑتی ہیں کہ وہ اسے پھانس کیوں نہیں چکتی دھرم دیو ہاتھ سے نکل جائے گا۔ بھولی بھالی معصوم لڑکی سے بازار والیوں جیسے ہاتھ کھلوائے جا رہے تھے۔ جیسے پیار اور دوستی نہیں کبوتر پھانسنا ہو۔

کہنے سننے سے منگلا کے دل میں بھی پھانس کھٹکنے لگی تھی۔ وہ طبعیت کا ہرجائی تو تھا ہی۔ منگلا کے بعد اگر کسی پر اس کا دل ٹھہرا تھا تو وہ ریتا ہی تھی۔ ویسے املی کے پیڑ کے نیچے بیٹھنے والوں میں منگلا کی سب سے بے تکلف سہیلی بھی ریتا ہی تھی۔

مگر یہ فلم لائن ہے۔ یہاں کوئی کسی کا دوست نہیں۔ موقع سب سے بڑا دوست ہوتا ہے' دھرم دیو کی پوزیشن اب اور تھی۔ وہ چڑھتا سورج تھا۔ اور درما جی ڈھل رہے تھے۔ ریتا جب بمبئی آئی تھی تو کوئی اسے کوڑی کی تین نہیں پوچھتا تھا۔ کمسن تو تھی۔ مگر حسین نہ تھی۔

"ناک طوطے جیسی ہے۔" کہیں سے جواب ملتا۔

"ٹھوڑی سپاٹ!"

مگر اداکاری اس کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ ہیروئن کو اداکاری کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے پاس تو بس صورت ہو اور بھرپور جسم جسے توڑ مروڑ کر فلم بنالو۔ پبلک کا دل گرم!

ریتا کسی بے وقوف سے لڑکے کے ساتھ فلم کے شوق میں بھاگ لی تھی۔ وہ ٹھوکریں نہ برداشت کر سکا اور واپس چلا گیا۔ فلم لائن کا راستہ یک طرفہ ہوتا ہے۔ واپسی کی گنجائش نہیں ہوتی۔ جب وہ ہر طرف سے ناامید ہو گئی۔ اس نے شیر کے منہ میں سر دے ہی دیا۔

"بڑا سور ہے۔ داشتہ بنا کے رکھے گا۔" سب نے ریتا کو سمجھایا' ڈرایا مگر اور پھر راستہ ہی کون سا رہ گیا تھا۔ اتفاق سے انہی دنوں درما جی خالی ہوئے تھے' ان کی

تراشی ہوئی ہیروئن ہٹ ہوگئی اور ان کے کندھے پر پاؤں رکھ کر آسمان کا تارہ بن گئی۔ زخم تازہ تھا اور مرہم کی سخت ضرورت تھی۔ انہوں نے ریزہ ریزہ ریتا کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹا۔ بار بار چوٹیں کھاکر انہیں کچھ زخموں سے پیار ہو چلا تھا۔ مستقبل کی ایسی تیسی، انہوں نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ریتا ہیرا ہے فلم انڈسٹری گدھوں کی بستی ہے۔ اسے بام عروج پر پہنچانے کے لئے گھٹنے ٹیک دیئے۔ گڑیا کی طرح اس سے کھیل کر ایسی فلم بنا ڈالی کہ ریتا فضاؤں میں تیرنے لگی۔ دھڑا دھڑ معاہدے ہونے لگی۔ ورما جی سے کوئی لکھا پڑھی نہیں ہوتی تھی نہ کبھی انہوں نے اور ریتا نے کوئی ضرورت محسوس کی تھی۔ وہی اس کی نئی گرما گرم بزنس سنبھالے ہوئے تھے۔ کہانی سن کر فیصلہ کرتے، روپیہ وصول کرتے۔ غرض کہ پروں میں چھپائے رہتے۔ ورما جی کی بیوی کو بھی زیادہ اعتراض نہ رہا۔ میاں بیوی کا رشتہ تو ورما جی کی پہلی فلم ہٹ ہوتے ہی ختم ہوگیا تھا۔ اور اب تو بس وہ چیک بک کی حیثیت رکھتے تھے۔ گو وہ اس کی کمائی کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے پھر بھی بوئی کھیتی کاٹ رہے تھے۔ ریتا ان کی نئی فلم میں فل کو آپریشن دے رہی تھی۔ جس فلیٹ میں وہ بیوی سے الگ ہو کر ریتا کے ساتھ رہتے تھے اس کا کرایہ بھی خود ہی دیتے تھے۔

ریتا کے فلم اسٹار بنتے ہی اس کے خاندان کو ایک دم اس پر پیار آگیا۔ پہلے تو بہن اور بہنوئی ملنے آئے۔ ریتا کی خاک میں رلی ہوئی عزت کو سہارا مل گیا۔ وہ ان کے قدموں میں بچھ گئی کہ پیاری بہن کو رائندہ درگاہ بہن کا خیال تو آیا۔ اس نے صندوق بھر بھر کے سارے کنبے کو تحفے بھیجے۔ بہن دو ماہ بعد پھر لوٹ آئیں۔ بمبئی میں ان کا بے طرح جی لگ گیا۔ ان کے ساتھ ماں بھی بیٹی کی جدائی نہ برداشت کرکے آگئیں۔ دو چار ماما چاچے بھی آگئے اور رہ پڑے اب وہاں گاؤں میں بھلا کس کا جی لگتا۔

ورما جی اپنے ہی فلیٹ میں اجنبی ہوگئے۔ بہنوئی نے ہوکے میں آکے الٹے سیدھے سب کانٹریکٹ لے لئے بغیر ورما جی کی رائے لئے۔ وہ بہت چیخے چلائے مگر

کچھ نہ کر سکے۔ انہیں ریتا کے ساتھ سونے کا شوق تھوڑی تھا۔ وہ تو اس کے ساتھ گڑیا کی طرح کھیلا کرتے تھے۔ کاروبار کی الجھنیں' بیوی کی زیادتیاں' دوستوں کی بے وفائیاں وہ ریتا کے قہقہوں میں ڈبو دیا کرتے تھے' اب جو گھر میں خوگر کی بھرتی جمع ہوئی تو خون کا سا گھونٹ پی کر کچھ دن تو جھیلتے رہے پھر ریتا سے کہا "ان کا پتہ کاٹو۔ تحفے دے دلا کے دفعان کرو۔" ریتا کا کلیجہ پھٹ گیا۔ ہائے کس جتن سے تو روٹھا کنبہ منایا ہے' یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ادھر خاندان والوں کا تقاضا تھا کہ یہ کیوں جان کو لگا ہوا ہے؟ اس کی وجہ سے خواہ مخواہ کی بدنامی ہوتی ہے سو الگ ویسے ہی کمروں کی کمی ہے۔ اوپر سے یہ ڈٹا ہوا ہے۔

اور تو ریتا کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ ایک دن بالی کی شوٹنگ کے زمانے میں دھرم دیو کے کندھے پر سر رکھ کے خوب پھوٹ پھوٹ کر روئی۔ دھرم دیو دل کا کچا ہل کے رہ گیا۔

تم دوسرا فلیٹ لے لو۔ بس ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے ساری روداد سن کر فیصلہ کیا۔ اور شام سے پہلے پہلے نئے فلیٹ کی چابی ریتا کو پکڑا دی۔

مگر ورما جی بری طرح پھیل پڑے۔

"تو سمجھتی کیا ہے۔ مٹھی بھر دھول آج میری بدولت آکاش پر چھا رہی ہے۔ تو کہتی ہے میں طوفان ہوں۔ میں بنانا جانتا ہوں تو بگاڑنا بھی جانتا ہوں ایسی کی تیسی کر کے رکھ دوں گا۔ سارے کانٹریکٹ نہ کٹوا دیئے تو اندر جیت ورما نہیں بھنگی! بڑی آئی خاندان والی۔"

ریتا تھر تھر کانپنے لگی۔ ورما جی کو وہ دیوتا سمان سمجھتی تھی۔ واقعی وہ ان کے ہاتھوں کا میل تھی۔ تب نئی نئی تھی نا۔ سمجھتی تھی واقعی ورما جی اسے خاک میں ملا دیں گے۔ اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ ورما جی خالی ڈھول تھے۔ یہ اسے انڈسٹری میں رہ بس کے معلوم ہوا' اس لئے اس وقت تو اس نے وعدہ کر لیا کہ صرف دکھاوے کو وہ نئے فلیٹ میں رہے گی ویسے اس کا تمام خالی وقت وہیں گزرے گا۔ یوں بھی گاڑی چلتی رہی۔

مگر ایک افتاد آن پڑی۔ فلیٹ اور ورماجی سے جھگڑے کی خبریں نمک مرچ لگا کر لوگوں نے منگلا تک پہنچائیں۔ کچھ اخباروں میں بھی دونوں کے نام بہت ساتھ ساتھ آرہے تھے۔ ورماجی دھرم دیو کو مشتبہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

صبح سے منگلا جلے پاؤں کی بلی کی طرح بے کل گھر کے ایک کمرے سے دوسرے کمرے کا چکر کاٹ رہی تھی۔ ماں کے اور بھیا کے اصرار پر اس نے دو تین بار دھرم دیو کو فون پر یاددہانی کی تھی کہ آج رات درگا پوجا ہے جس میں اس کی شرکت ازبس لازمی ہے۔ اگر آج وہ سب کام چھوڑ کر نہ آیا تو پھر منگلا سے ہاتھ دھو بیٹھے، ساری عمر صورت نہ دکھائے گی۔

بڑے مشکل سے وہ ملا اور دیر تک پیار کی باتیں کرتا رہا۔ منگلا کا انگ انگ ہمک اٹھا۔ سارے شک شبے دل سے دور ہوگئے۔ وہ اس کا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت انہیں جدا نہیں کرسکتی۔ آج کی پوجا میں وہ بحیثیت منگلا کے منگیتر کے سارے خاندان کے ساتھ شریک ہوگا۔ اب بات بکھرنے کی حدوں کو پار کرچکی ہے۔ وہ تو اسے اپنا مان ہی چکی تھی، خاندان والے بھی سویکار کرلیں گے۔ اور درگا میا کا آشیرواد مل جائے گا۔ بس دکھاوے کے سات پھیرے رہ جائیں گے۔

"بھئی اب دھرم جی بڑے آدمی ہوگئے ہیں۔ ایرکنڈیشن آفس میں دن بھر چھوکریوں کے انٹرویو لیتے ہیں، مجھے تو لگتا ہے ان کی نیت ڈانوا ڈول ہورہی ہے۔ اور پھر ریتا لاکھ کی ہیروئن ٹھہری۔"

ابھی تو ٹیلی فون پر کانوں میں رس گھول رہا تھا اور بھیا کی باتیں سن کر پھر کڑوے کسیلے شبہات بس گھولنے لگے۔ آدھ گھنٹے تک ٹیلی فون کھنکھناتی رہی۔ معلوم ہوا انگیج ہے! گھر میں مہمان آنے لگے۔ مٹھائی اور پھل پھول کی تھالیاں سجنے لگیں۔ بچے سیڑھیوں پر دھما چوکڑی مچا رہے تھے۔ بڑی سرماری کے بعد دفتر کا نمبر ملا۔ معلوم ہوا کہ ابھی ریتا دیوی کو موٹر تک پہنچانے گئے ہیں۔

پندرہ منٹ بعد پھر فون کیا۔ معلوم ہوا ابھی نہیں لوٹے۔

پھر فون کیا۔ ہاتھ بری طرح لرز رہے تھے۔ اب کے دھرم دیو کی میٹھی آواز

کان میں پڑی تو منگلا کی زبان تالو سے چمٹ گئی۔ اپنے شکی دل پر بہت غصہ آیا۔
"کیا ہے منگو یار؟"
"آ رہے ہو نا پوجا میں؟"
"پوجا؟"
"ہاں..... درگا پوجا ہے نا۔"
"اوہ!" دھرم دیو کی آواز بجھ گئی۔ "وہ بات یہ ہے منگلا تھوڑا سا کام نکل آیا۔"
"تو تم نہیں آؤ گے!"
"آؤں گا تو' پر شاید دیر ہو جائے گی۔"
"پوجا کا سمے بیت جائے گا تب؟"
"مگر منگلا بات یہ ہے..... سنو..... تو منگلا۔"
مگر منگلا نے ٹیلی فون پٹخ دیا اور کہنی میں سر دے کر میز پر جھک گئی۔
"نہیں آ رہے ہیں؟" بھیا نے تیر مارا۔
"کہتے ہیں شاید دیر ہو جائے گی۔ آئیں گے تو سہی۔"
"دیر تو ہو گی ہی۔ کبھی جلدی بھی ہوئی ہے۔ ایک پکچر ہٹ ہوئی تو دماغ ساتویں آسمان پر چڑھ گیا۔"
"تو فون ملا میں بات کروں گی۔" ماں پلو سے ہاتھ پونچھتی لپکیں۔
"نہیں' کسی کی بنتی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ماں' آتے ہیں آئیں نہیں آتے نہ آئیں۔ وہ تو بس خوشامد کی لت پڑ گئی ہے انہیں۔ شیلا کا ٹیسٹ لینے کو کہا تو ٹال گئے۔ "شریف لڑکیوں کے لئے یہ لائن اچھی نہیں۔" شیلا پر بھیا بری طرح ریجھے ہوئے تھے۔

پوجا کا وقت ہو گیا ہے۔ سب کو دھرم دیو کا انتظار ہے' بار بار سب کی نظریں منگلا کی طرف اٹھتی ہیں۔ وہ چور سی بیٹھی ہے۔ کاش وہ سمے کو مٹھیوں میں بھینچ سکتی۔

سات' ساڑھے سات' آٹھ پھر نو! کوئی نہ آیا۔

گیارہ بج گئے' مہمان جا چکے تھے۔ مگر منگلا دروازے سے پیٹھ لگائے چوکھٹ پر بیٹھی تھی۔ جیسے ہرپتی ورتا عورت اپنے لاابالی پتی کے لئے انتظار میں بیٹھا کرتی ہے۔ پر ابھی تو وہ کنواری ہے۔ شادی کے بعد کیا ہو گا؟

اگر کیشو بھی ناکام لوٹا تو؟

مگر کیشو ناکام نہیں لوٹ سکتا۔

کیشو دھرم دیو کا سب سے اہم چمچہ تھا۔ وہ بمبئی ٹاکیز میں کانٹین میں تھا اور اپنے کھاتے میں دھرم دیو کا ادھار لکھوا لیا کرتا تھا۔ کتنے سگریٹ پلائے تھے' پان کھلائے تھے' آملیٹ ٹھنسائے تھے' یہ دھرم دیو نہیں بھولا تھا۔ جب اس کا پہلا کانٹریکٹ ہوا تو کیشو اس کے ساتھ آگیا۔ کوئی خاص کام اس کے ذمہ نہیں تھا۔ وہیں سگرٹیں پلاتا' آملیٹ تلواتا' ورلی ناکہ سے بیڑے لگوا کر لاتا' مگر اب پیسے دھرم دیو کی جیب سے آتے تھے۔ وہ سائے کی طرح اس کے گرد منڈلاتا رہتا۔ باتھ روم میں بھی جاتا تو وہ باہر پہرا دیا کرتا۔ اگر منگلا اسے ناپسند ہوتی تو دھرم دیو کی مجال نہیں تھی کہ اس سے راہ و رسم بڑھاتا مگر اس نے منگلا کو بہن بنایا ہوا تھا۔ اس سے بہتر گھر والی دھرم دیو ہی نہیں بہت سے اس کے دوست پروڈیوسر بھی کیشو سے مرعوب تھے۔ اگر کوئی ذرا بھی اس سے اکڑ فوں کرتا وہ فوراً اس کا پتا کٹوا دیتا۔ ایمان دار ہی نہیں تھا بلکہ دوسرے چمچوں کی ساکھ بگاڑنے کے لئے وہسکی کی بوتلیں جیب سے دام بھر کے سستی لاتا۔

لوگوں نے دوگنی تگنی تنخواہ دے کر اسے دھرم دیو سے توڑنا چاہا مگر اس نے صاف انکار کر دیا۔

"دھرم جی تو مجھے کوڑی نہ دیں اور جوتے مار کے نکالیں تب بھی نہیں چھوڑنے کا۔" جب دھرم جی یہ باتیں سنتے تو پھول کر غبارہ ہو جاتے۔ نہ جانے کتنے سال انڈسٹری میں گزارے کبھی چھوکری بوکری کے پھندے میں نہیں پھنسا۔ اپنی نہایت گھریلو سی بیوی اور تین بچوں کے ساتھ اسی پرانے دادر کے گھر میں رہتا تھا

کبھی شراب کی ایک بوند بھی نہ چکھی۔ حالانکہ ہر وقت بوتل پاس رہتی تھی، نہ جانے کون کب مانگ بیٹھے۔ اس کی واحد کمزوری بس دھرم دیو تھا۔ نہ جانے ایسا عجوبہ انڈسٹری میں کیوں اور کیسے زندہ تھا۔ منگلا جانتی تھی کہ وہ دھرم دیو کے لئے جھوٹ بولنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ چاہے وہ پینے پلانے کی پارٹی میں ہو حق کر رہا ہو جب اس سے پوچھو یہی کہتا ہے۔ کہانی پر بیٹھے ہیں۔ ٹرائل ہو رہا ہے، ٹیونیں سن رہے ہیں۔ بعد میں دھرم دیو خود قبول دیتا تو وہ بات بنانے لگتا کہ دھرم جی تو بس بیٹھے تھے ایک بوند بھی نہیں پی۔"

بالکل شکی بیوی کی طرح وہ دھرم دیو کی دیکھ بھال کیا کرتا۔ کہیں وہ کسی لفڑے میں نہ پڑ جائے۔ ابھرتے سورج پر ادھر ادھر کے بادل منڈلانے لگتے ہیں۔ سیاہ گھنگھور بادل۔ رندھیر اس کی نئی سکرپٹ پر کام کر رہا تھا بڑا دل جلول آدمی تھا۔ اس کی باتوں میں دھرم دیو آ جاتا تو کیشو کو بتانا بھول جاتا۔ تب وہ شکی بیوی کی طرح تمام میں بولایا پھرتا۔ جب وہ لوٹتے اور پتہ چلتا کسی خطرناک جگہ نہیں صرف ناریل کا پانی پینے یا نکڑ کی دوکان پر پان کھانے گئے تھے تو اس کی جان میں جان آتی۔

کوئی بارہ بجے کیشو لوٹا۔ منگلا اسے دیکھ کر بے تعلق سی ہو بیٹھی۔

"کل دس بجے برمن صاحب موہن اسٹوڈیو میں پہنچ جائیں گے۔ ریہرسل کیلئے گاڑی لے آؤں؟"

منگلا پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ اس نے تو کمبخت کو دھرم دیو کی کھوج میں بھیجا تھا۔ یہ کیا بے پر کی اڑا رہا ہے۔ "وہ کہاں ہیں؟ اس نے چڑ کر پوچھا۔

انہوں نے مجھ سے کہا۔ ہم جا رہے ہیں، تم برمن صاحب سے ریہرسل کا ٹائم پوچھ کر دیدی کو بول دو۔ میرے سامنے وہ اور رندھیر صاحب موٹر میں بیٹھے۔ اور..... وہ..... وہ کوئی بہانہ ڈھونڈنے لگا۔ "شاید گھر جا کر سو گئے۔"

"وہاں نہیں پہنچے۔ فون کیا تھا۔" منگلا جرح کرنے لگی۔

"تو..... تو..... پھر....." وہ مجرموں کی طرح قائل ہو گیا۔

"کہاں ملے تھے؟"

"وہ رندھیر صاحب کے ساتھ.... ریتا دیوی کو کہانی سنانا تھی۔"

"رندھیر خود آٹھ بجے سے فون کر رہا ہے۔"

"تو..... دیدی میں ابھی جا کے دیکھتا ہوں...."

"کوئی ضرورت نہیں۔"

"ٹیکسی کئے لیتا ہوں' فون کر دوں گا۔"

"کہا نا تم سے' کوئی ضرورت نہیں۔" منگلا نے ڈپٹ بتائی اور کیشو گردن جھکائے کھسک لیا۔

وہ خاموش بیٹھی سپاٹ دیوار کو گھورتی رہی۔ پھر دبے پاؤں پنجوں کے بل چلتی گئی۔ ٹیلی فون اٹھایا۔ ایک بار اور قسمت آزما لینے میں کیا حرج ہے؟

"ہلو" ادھر سے کوئی بولا..... "کس کو مانگتا۔" لڑکھڑاتی ہوئی آواز آئی۔ پھر ایک نقرئی ہنسی کی جھنکار گونجی اور ٹیلی فون کا سلسلہ کٹ گیا۔

چند لمحوں تک وہ احمقوں کی طرح رسیور پکڑے بیٹھی رہی۔

کتنا سناٹا تھا' بمبئی پچھلے پہر کیسا غافل سو جاتا ہے۔ پڑوس میں کسی بیوقوف نے کسی کا نل بند نہیں کیا تھا کہ گھنٹے سے یہ آواز اس کے کانوں میں برما کر رہی تھی۔ اس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا پہلی منزل سے زمین کوئی آٹھ دس فٹ ہو گی۔

دور کہیں املی کے پتے سسکیوں کی طرح چبوترے کی ٹھنڈی اینٹوں پر گر رہے تھے اور کووں کی چیخیں اس کے دماغ میں بھر گئیں۔

دھرم جی..... اٹھئے..... اٹھے تو۔" کوئی اس کا شانہ مسلسل پکڑ کر ہلائے جا رہا تھا۔ بڑی مشکل سے وہ کنویں کی تہہ سے ابھر کر اوپر آیا۔ وہ ویسے ہی کپڑے پہنے صوفے پر آڑا گرا ہوا تھا۔ درد کی ایک سلاخ دماغ میں گہری اور گہری اترتی جا رہی تھی۔ "ڈیڈی..... ہسپتال....." کیشو بکے جا رہا تھا..... وہ ہڑبڑا کر ایک دم بالکل جاگ گیا۔

"کیوں کیا ہوا؟.... کیوں ہسپتال۔"

"ٹنکچر کی شیشی پی لی..... ماں جی کی آنکھ اتفاق سے کھل گئی....."

دھرم نے اس کی پوری بات بھی نہیں سنی اور بھاگا۔

شام کو کہیں جا کے یقین ہوا کہ منگلا کی جان خطرے میں نہیں رہی۔ دھرم دیو ایک منٹ کیلئے بھی ہسپتال کے برآمدے میں پڑی ہوئی بنچ سے نہیں ہلا۔ اگر منگلا کو کچھ ہو جاتا تو وہ چپکے سے اٹھ کر باہر چلا جاتا اور کسی موٹر کے سامنے آ جاتا۔ وہ اس کے بغیر ایک پل بھی جینے کو تیار نہیں۔ وہ خودکشی کے سینریو لکھتا رہا مٹاتا رہا۔ بڑی مشکل سے لوگ اسے گھسیٹ کر گھر لے گئے۔

دوسرے دن منگلا کو گھر لے آئے، مگر ابھی اسے ملنے کی اجازت نہ تھی سارا کام کاج ایک طرف پھینک کے وہ منگلا کے برآمدے میں دھرنا دے کر بیٹھ گیا۔ بھوکا پیاسا اور گم سم۔ صبر و شکر کا مجسمہ۔ یہاں تک کہ دشمنوں کے دل بھی پسیج گئے۔ جوں ہی منگلا کی طبیعت ٹھیک ہوئی دونوں کی شادی ہو گئی۔

ہوٹل کی ہزار بار اونٹی ہوئی چائے پینے والے کو اگر ٹرے میں نفیس نیلگری کی پتیاں کیتلی میں دم کر کے ملیں تو اس چائے میں وہسکی جیسا نشہ ہوتا ہے۔

دھرم دیو کی کہانی پر کام کرنے بیسیوں بار مہابلشور آچکا تھا۔ وہاں اونٹی ہوئی چائے سے بھی زیادہ اونٹی ہوئی چھوکریوں کا لنگر بھی بٹا کرتا تھا۔ مگر دھرم دیو کبھی اس لنگر سے سمجھوتہ نہ کرپایا۔ اس نے بہت اپنے دل کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ بدمذاق آبرو باختہ لڑکیوں پر ایک رات کے لئے عاشق بھی ہونا چاہا۔ گرم اور بھنی ہوئی مرغی کے بل بوتے پر گرو دیو کی گیتا سنجلی اور شرت بابو کی میج دیدی پر تبادلہ خیال بھی کیا۔ مگر ان کی کھردری بکسی ہوئی ہنسی نے ہمیشہ آنکھوں میں آنسو بھر دیئے۔ دیس دیو ہوٹل کی پر سکون فضا میں منگلا کا پیار اور عبادت کا سا تقدس لئے ہوئے تھا۔ ان حسین لمحوں کے بغیر وہ اب تک کیسے زندہ تھا۔ کیا حماقت ہے انسان اپنا کتنا وقت شہرت اور دولت کے پیچھے بھاگنے میں ضائع کر دیتا ہے۔ دھرم دیو نے بڑی سنجیدگی سے فیصلہ کیا کہ آئندہ وہ صرف ہنی مون ہی منائے گا ایک مسلسل کبھی نہ ختم ہونے والا ہنی مون۔

لیکن پانچویں روز سے ہی لوگوں نے ان خلا میں کھوئے کھوئے پریمیوں پر کمندیں پھینکنا شروع کر دیں۔ ہوشیار اور چابک دست ڈائریکٹر چھ دن کی شوٹنگ چار دن میں ختم کر سکتا ہے۔ کیا ہنی مون کے آٹھ دن کچھ تھوڑی سی ایڈیٹنگ سے سکیڑے نہیں جا سکتے۔ ساری عمر ہی پڑی ہے چومنے چاٹنے کو کوئی بھاڑے کا مال تو ہے نہیں کہ خان اسے ایک نشست میں نمٹائے۔ دہلی 'یو' پی کے ڈسٹری بیوٹر انتظار کر رہے ہیں۔ جنوبی ہند سے جو چیک آیا ہے اس کے بل بوتے پر خام فلم کا آرڈر بک کرنا ہے۔ اسٹوڈیو کی تاریخ طے کرنا ہے۔ اول نمبر اسٹیج پھر گھر جانے کا خطرہ ہے۔ وہاں ٹریفک جام ہو رہا ہے اور آپ ہنی مون منا رہے ہیں۔ آٹھ دن میں تو بادشاہتیں لوٹ پوٹ ہو سکتی ہیں۔ روز کتنے محل ڈھے جاتے ہیں۔ زبانی فلمیں بنتی ہیں۔ اور بگڑ جاتی ہیں۔ یہ لائن ایسی نہیں کہ اسے کلیر چھوڑ دیا جائے۔ ذرا سی غفلت سے پھنسی چڑیا اڑ بھی سکتی ہے۔ کیا خبر کسی دوسرے جال میں جا پھنسے۔ آخر

کتنی ہنی مون باقی رہ گئی ہے۔ ایک سیٹ پر تھوڑا سا کام رہ جائے تو پھر کٹ لگوا کر پورا کر لیتے ہیں۔ ہنی مون ہی تو ہوا موت اور زندگی کا سوال تو نہیں۔

"میری مانو تو یہاں سے سیدھے ناگ پور چلیں۔ بس وہاں املی کے پیڑ کے نیچے پیار کریں۔" دھرم دیو نے منگلا کو مشورہ دیا۔ اس کی وجہ سے کتنی فلموں کے گانوں کی ریکارڈنگ رکی پڑی تھی۔ چھٹے روز کچھ منچلے فوٹو گرافر اور جرنلسٹ دولہا دلہن کی تازہ ترین تصویریں لینے پہنچ گئے۔ ان سے جان چھوٹی تو کیشوڈاک کا تھیلہ اور پھلوں کا ٹوکرا لے کر آن دھمکا۔ وہ دفعان ہوا تو ہنی مون کچھ کرکرا سا ہو گیا۔

شادی دھرم دیو کو راس آئی اور اس کا شمار فلم انڈسٹری کی قسمت بنانے والوں میں ہونے لگا۔ پہلے بیٹے کی پیدائش پر جو فلم ریلیز ہوئی وہ سپر ہٹ ثابت ہوئی۔ لوگ اس کے نام کی قسمیں کھانے لگے۔ دھرم دیو کی پوجا شروع ہو گئی۔

دھرم دیو ٹیکنک

دھرم دیو ٹچ

دھرم دیو اسٹائل۔

"دھرم دیو مگھئی پان کا دلدادہ ہے۔" ورلی ناکہ کے پان والے کی دوکان ہٹ ہو گئی۔

"دھرم دیو جوہو ہوٹل میں بیٹھ کر اسکرین پلے تیار کرواتا ہے۔" جوہو ہوٹل میں کمرہ ملنا مشکل!

دھرم دیو کا درزی، آم والا، ناریل پانی والا، چاٹ والا، منگلا کا سنار، بنارسی ساڑیوں والا، چوڑی والا، اگر دھرم دیو کی ہٹ فلم کی ریلیز سے پہلے وہ اتفاق سے کہیں کیچڑ میں پھسل پڑتا تو تمام ہوشیار پروڈیوسر کیو بنا کر اس کیچڑ میں پھسلنے لگتے اور اس کی مٹی تبرک بن جاتی۔

شادی اور بچوں میں ڈوب کر منگلا نے کام چھوڑ دیا۔ صرف دھرم دیو کی فلم میں گانے گاتی۔ دوسرے بیٹے کی دفعہ منگلا کچھ بیمار ہو گئی۔ اس لئے فلم کی ریلیز پر دھرم دیو اکیلا ہی دہلی، کلکتہ، مدراس اور حیدر آباد کے ٹور پر گیا۔ جہاں وہ جاتا

ڈسٹری بیوٹر اس کے اعزاز میں ہنگامہ کھڑا کر دیتے۔ فلمسٹار سے بھی کچھ بڑھ چڑھ کے پبلسٹی کی جاتی، لوگ اس کو گھیر لیتے۔ شوقین لڑکے اور لڑکیاں شوہروں سے اکتائی ہوئی حسینائیں، بگڑے نوابوں، راجاؤں کی بگڑے دل لڑکیاں، اسکولوں کالجوں میں فیل ہونے والے طلباء پیشے سے تنگ آئی ہوئی رنڈیاں سب یہی چاہتے تھے کہ جادو کی چھڑی سے وہ انہیں بھی آسمان پر پہنچا دے۔ بمبئی ٹاکیز کے احاطے میں لگے املی کے پیڑ والے چبوترے پر بیٹھا ہوا وہ جھینپا شرمایا کمسن لڑکا کب تک اپنا مقام نہ پہچانتا۔ اس کی پسند اور ناپسند انڈسٹری کا ایمان بن گئی تھی۔ اس نے جسے ہاتھ لگا دیا وہ سونا بن گیا۔

وہ ابھی تک وہ دن نہیں بھولا تھا جب وہ کامیاب نہیں ہوا تھا۔ ایک ناتراشیدہ ہیرا تھا جو منوں مٹی کے بوجھ تلے دبا پڑا تھا۔ اسے محنتی اور شوقین نوجوانوں سے ہمدردی تھی۔ اس نے اپنے کئی اسسٹنٹ اول درجہ کے ڈائریکٹر بنا دیئے۔ گمنام لوگوں کو چمکا دیا۔ اگر اس نے کسی کو اس قابل نہ سمجھا تو اس کا فیصلہ نصیب بن گیا۔ وہ کبھی نہ ابھر پایا۔ اس کے انتخاب پر لوگوں کو حیرت ہوتی تھی۔ اس کا نشانہ اچوک تھا۔

دھرم دیو نے کچھ یوں ہی سا پڑھ پڑھا کر تعلیم چھوڑ دی تھی اور فلم کے چکر میں گھر سے بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے دل میں اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کیلئے بڑی عزت تھی، مگر ایک عجیب قسم کی چڑ بھی تھی وہ ان کی بڑی بڑی ڈگریاں اور ادب کے میدان میں قدرومنزلت دیکھ کر بے حد مرعوب ہوتا تھا' لیکن فلمی سچویشن گڑھنے میں خود اس کی جیسی مہارت نہیں رکھتے تھے تو اس کی انا کو بڑی تقویت ملتی۔ ”فلم کا اسکرپٹ لکھنے کیلئے کسی بہت بڑی توپ کی ضرورت نہیں، بڑھی کا کام ہے۔ جو بھی ذرا سیدھی کیل ٹھونکنا جانتا ہے۔ بہترین کہانی بنا سکتا ہے۔“ اور پھر وہ تو پارس پتھر تھا۔ سدھیر بڑی سیدھی کیل اتار لیتا تھا۔ اس کی کئی ہٹ فلمیں لکھ چکا تھا۔ ہر وقت کا ساتھ اٹھنا بیٹھنا۔ دوستی بھی تھی اور کام بھی مرضی کے مطابق ہو جاتا تھا، مگر دھرم دیو مشکل پسند تھا۔ ایک دن ویسے ہی کچھ چڑا ہوا سا بیٹھا تھا۔

بڑے ہیرو ہر بات میں دخل دینے کی پوزیشن پر پہنچے ہوئے تھے۔ اور دخل اندازی سے دھرم دیو کی شان کو بٹہ لگتا تھا کہ خود اس کی پوزیشن کوئی معمولی نہ تھی۔ حالانکہ ڈائریکٹر کی اہمیت دن بدن کم ہو رہی تھی۔ وہ ان گنے چنے ڈائریکٹروں میں سے تھا جن کی اب کی ساکھ بندھی ہوئی تھی۔ سدھیر ایک ایک سین دس دس مرتبہ لکھ چکا تھا، مگر دھرم دیو منہ لبسکا رہا تھا۔

"کچھ بات نہیں بنی مزہ نہیں آ رہا ہے۔" وہ ہر سین سن کر کہہ دیتا۔ دو دن پہلے وہ بنگال کے ایک مشہور اسکرپٹ رائٹر سے ملا تھا، دماغ کچھ بلندیوں کی طرف پرواز کر رہا تھا۔

"آپ میری مجبوری پر غور نہیں کرتے۔ اصل میں یہ رول انڈسٹری کا کوئی ہیرو نہیں کر سکتا۔ میں ٹھوک پیٹ کر اس کے قد پر لباس فٹ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ کوئی ڈھنگ کا ہیرو دیجئے۔ پھر آپ سین سن کر پھڑک نہ اٹھیں تو جو چور کی سزا وہ میری۔" سدھیر نے چکر دیا۔

"اب انڈسٹری کے باہر سے کسے لایا جائے۔ نیا لڑکا......"

"آپ خود یہ رول کیوں نہیں کرتے۔"

"اماں گھاس کھا گئے ہو۔"

"کیوں؟ آپ جتنا اس رول کو سمجھتے ہیں نہ کسی بڑے ہیرو کو اتنی دلچسپی اور نہ ہی کچھ زیادہ فٹ ہوتا ہے۔ یہ "ہی مین" (He Man) کا رول ہے۔ کسی ڈھیلے ڈھالے ہیرو کے بس کی بات نہیں۔ اور پھر ناک نقشے میں بھی۔ رئیسانہ رعب داب ہونا چاہئے۔ ہیرو ہے تو راج کمار...... اور آپ کو کوئی پکچر بیچنے کیلئے ہیرو لینا نہیں، آپ کی پکچر ویسے ہی ہاتھوں ہاتھ جاتی ہے۔ پھر ان کی اوندھی سیدھی کیوں جھیلیں۔ ہیروئن تو آپ ہمیشہ معمولی ہی لیتے ہیں، بس ساری مصیبت ہیرو کی رہ جاتی ہے۔" "مگر......" مسکا کچھ کام کرنے لگا۔

"خواہ مخواہ کا تکلف ہے۔ دیکھئے راج کپور کس ٹھاٹ سے فلم بناتا ہے کیا بات ہے اس میں؟ کون سا ہمفری بوگارڈ ہے۔ مگر دنیا دیوانی ہے۔ پوچھئے کیوں؟"

"اچھا ڈائریکٹر ہے اور......"

"اور رول اپنے اوپر فٹ کرواتا ہے۔ اسے سمجھتا ہے' پسند کرتا ہے اور نبھاتا ہے۔"

دھرم دیو اب ویسا نازک انداز تو نہیں تھا۔ جیسے ہوا کرتا تھا۔ جسم بھر گیا تھا۔ دیکھنے میں ذرا گول مٹول سا ہو گیا تھا۔ پھر بھی سمندری ڈاکو کے لباس میں کچھ مضحکہ خیز لگ رہا تھا۔ چہرے کی قدرتی ملاحت اور نرمی گل مچھیوں اور مونچھوں سے بھی نہ دبی۔ فلم دھڑ سے گری' لیکن جو ڈسٹری بیوٹر اس کی اگلی فلمیں پہلے ہی سے خرید چکے تھے اور بھاری ایڈوانس بھر چکے تھے' انہوں نے اس فلم کو چپکے سے ہی دفن کر دیا۔ اور لاش ایسی گاڑی کہ کچھ پتہ ہی نہ چلا اور جلدی سے دوسری فلم کی دھوم دھام شروع کر دی۔ اس کا ہیرو بھی دھرم دیو تھا۔ نہایت لچر سی بھونڈی کامیڈی تھی۔ مگر گانے ایسے ہٹ ہوئے کہ شاید لوگوں نے آنکھ بند کر کے دیکھ لی اور ہٹ ہو گئی۔ اور جو چیز ہٹ ہو جائے وہ جائز بلکہ لازمی۔ ان دو تین غل غپاڑے کی فلموں سے وہ ہیرو تو بن گیا مگر صرف اپنی کمپنی کا۔ باہر کوئی جوا کھیلنے کو تیار نہ ہوا۔

بجائے باہر کے ہیرو کو پیسہ دینے اور اس کے نخرے سہنے کے دھرم دیو نے فلموں میں سیکس اپیل بڑھا دی۔ گانے ناچ' مار دھاڑ اور چھوکریاں بھر دیں۔ پبلسٹی چوگنی کر دی۔ ہر فلم کو خوب دھوم دھام سے اٹھایا جاتا۔ سینما میں گانوں پر پیسے پھنکوائے جاتے۔ تالی مارنے والے بٹھائے جاتے۔ یہی تالی باز جب کسی اور کی فلم ریلیز ہوتی تو وہاں ہوٹ کرنے پہنچ جاتے۔

اس انڈر ہینڈ پبلسٹی کا انچارج کیشو بغیر پوچھے گچھے خود بن گیا تھا۔ دھرم دیو کو تفصیل نہیں معلوم تھی' کبھی تو اپنی لچر سی فلم کے ہٹ ہونے پر بڑی ناامیدی اور کوفت ہوتی۔ پبلک کا مذاق کتنا بھونڈا ہے۔ ہاں جہاں فلم ریلیز ہوتی وہ پبلسٹی کے لئے جانے میں کوئی عیب نہیں سمجھتا تھا۔ اور ضرور جاتا تھا۔ ڈسٹری بیوٹر وہاں بڑی شاندار دعوتیں اس کے اعزاز میں کرتے۔

حیدر آباد میں اس کی نئی فلم کی ریلیز پر اسے ایئر پورٹ سے پھولوں سے سجی

موٹر میں لایا گیا۔ رقص و سرور کی محفلیں جمیں، شراب پانی کی طرح لنڈائی گئی۔ اس نے ایک یتیم خانہ کا معائنہ کیا اور دس ہزار روپیہ کا عطیہ بھی دیا۔ ایک حسن کے مقابلہ کی صدارت کی جس میں عین وقت پر عوام کے احتجاج پر شریف گھرانوں کی لڑکیاں غائب ہو گئیں۔ صرف پیشہ ور خواتین آئیں۔ ایک نئے سینما ہاؤس کا افتتاح بھی بڑی شان و شوکت سے ہوا۔ کوئی تیلگو فلم تھی۔ ربن کاٹنے کیلئے ایک چاندی کی قینچی پیش کی گئی۔ تیلگو فلم بے انتہا طویل تھی، بیچ میں وہ اونگھ بھی گیا مگر ناچ لاجواب تھے۔ خاص طور پر وہ ایک دبلی پتلی لڑکی کو دیکھ کر تو وہ قطعی جاگ پڑا۔

"یہ کون ہے؟" اس نے کیشو کو مخبری کیلئے دوڑایا۔

"مدراس کی کوئی لونڈیا ہے۔ پہلے اسٹیج پر شو دیا کرتی تھی۔ رتی بھر کام کی نہیں ایک دم لکڑی کی طرح سوکھی۔" کیشو جانتا تھا دھرم دیو کو لبالب قسم کی چھوکریاں پسند ہیں۔ اپنے گھر جیسی سوکھی ماری لڑکیوں کو کون دیکھنے آتا ہے؟ کھائی پئی ہیروئن جچتی ہے۔ بس مقدار میں ڈھیروں ہونا چاہئے۔ پھر دھرم دیو کو یاد آیا کہ ایک سانولی سوکھی سی لڑکی کو کسی نے انٹرول میں ملایا تھا مگر اس نے نوٹس نہیں لیا تھا آگے بڑھ گیا تھا۔

"معلوم کرو ہے یا گئی۔" اس نے کیشو سے کہا۔ "ابھی تو یہیں تھی۔ فلم کے پریمیر پر آئی ہو گی۔"

شو کے بعد جب ڈنر پر وہی لڑکی ایک کونے میں سہمی ڈری نظر آئی تو وہ اچھل پڑا۔

"وہ..... وہ دیکھو، وہی ہے نا۔" اس نے کیشو کی پسلی میں کہنی ماری۔

"کدھر؟" وہ چھاتی سہلانے لگا۔

"وہ..... وہ موٹس سیٹھ ہے نا۔"

"یہاں تو ہر تیسرا آدمی موٹا سیٹھ ہے بوس!"

"ابے، وہ شوکیش کے پاس کچھ دیکھ رہی ہے۔ وہ..... ارے وہ تو باہر جا رہی ہے۔" "ارے ہٹاؤ بوس، چھپکلی جیسی۔ ایک دم سوکھی....." کیشو منہ بنانے لگا۔

لڑکی باہر نہیں گئی صرف جھانک کر لوٹ آئی۔ ہرنی جیسی ترسی ہوئی نظروں سے کسی کو مجمع میں ڈھونڈ رہی تھی۔ بادامی رنگ کی سبز کور کی ساڑی' سبز میچنگ بلاؤز میں وہ کچھ تھکی ہوئی اور بیمار سی لگ رہی تھی جیسے ابھی یرقان سے اٹھ کر آئی ہو۔ وہ جسے ڈھونڈ رہی تھی وہ اب تک نہیں ملا تھا۔ اس کی آنکھیں مجمع پر سے بھٹکتی ہوئی پل بھر کیلئے دھرم دیو کی آنکھوں سے جڑیں پھر جھپک گئیں اور وہ منہ موڑے سر جھکائے دوسرے کمرے کی طرف بھٹک گئی۔

مہمان خصوصی سے سب کا تعارف کرایا گیا۔

"یہ زرینہ جمال....." زرینہ جمال اپنے ہی جیسی مریل سی سفید ساڑی میں ملبوس ایک عورت کا بازو تھامے کھڑی تھی۔ شاید وہ اس کی ماں تھی۔

"آپ کا ڈانس بہت اچھا تھا۔"

"ہی---" اس نے بچوں کی طرح دانت نکوس دیئے۔

"دانت ہموار ہیں۔" دھرم دیو نے اپنے موتی جیسے دانتوں پر زبان پھیر کر سوچا۔" "آپ کو ہندی آتی ہے؟" دھرم نے پوچھا۔

"جی نہیں۔"

"مگر ہندی بول جو رہی ہیں۔"

"جی یہ تو اردو ہے۔"

"اوہ!" دھرم دیو اس کی سبک ناک اور ہونٹوں کی بے ساختہ بناوٹ پر نظریں جما کر بولا۔" وہ ایک ہی بات ہے۔"

"یہ میری والدہ ہیں۔"

"آداب عرض۔ دھرم دیو نے لکھنوی سلام جھاڑا۔

"نمستے۔" ماں نے ہاتھ جوڑ کر جواب دیا۔

"آپ بمبئی کی فلموں میں کام کریں گی؟"

"کیوں؟" زرینہ نے احمقوں کی طرح کہا۔

اور دھرم دیو کچھ لاجواب ہو کر بے ساختہ ہنس پڑا۔ دوسرے مداحوں نے

اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لیا ور وہ ان کی طرف مڑ گیا۔
"آج کیا ہو گیا ہے بوس کو؟" کیشو آپ ہی آپ کھول رہا تھا۔
دھرم دیو نے دوسرے دن صبح آنکھ کھلتے ہی زرینہ جمال کی ماں کے پاس پیغام بھیجا۔ فی الحال پانچ سو روپیہ مہینہ جب فلم شروع ہو گی تو ایک ہزار۔ دھرم دیو پروڈوکشن سے پانچ سال کانٹریکٹ۔ بغیر اجازت باہر کام نہیں کرے گی۔ اور اگر کرے گی تو معاوضہ کا پچاس فی صدی کمپنی کو دینا ہو گا۔
"پانچ سو!" زرینہ جمال نے کالی کالی آنکھیں موند لیں اور کھن کھن ہنس پڑی۔ شام کو کانٹریکٹ ہو گیا۔ ماں بیٹیاں خام نہ سمجھیں۔
"آپ جو مناسب سمجھیں۔" ماں نے روئی ہوئی آواز میں کہا۔ "بن باپ کی بچی ہے۔ ریڈی صاحب تیلگو فلم کے پروڈیوسر خاندانی دوست ہیں اپنی بچی سمجھتے ہیں۔" دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ زرینہ اکتائی ہوئی کبھی چھت پر لٹکے فانوس کو تکنے لگتی کبھی قالین کے پھول گننے لگتی۔
"وہ کیا نام ہے اس چڑیا کا؟" ان کے جانے کے بعد دھرم دیو نے کیشو سے پوچھا۔ "چڑیا؟ کیسی چڑیا؟"
"وہ..... وہ ہوتی ہے نا...... فاختہ!"
"فاختہ؟" سنا ہے خلیل خاں فاختہ اڑایا کرتے تھے۔ اس سے زیادہ کیشو نہیں جانتا تھا۔
"اس چھوکری کو دیکھ کر فاختہ یاد آتی ہے۔" دھرم دیو نے خود سے کہا۔ اور چاندی کی قینچی سے ناخن کترنے کی کوشش کرنے لگا۔
واپسی پر سانتا کروز ایئر پورٹ پر پورا اسٹاف موجود تھا۔ دو چار ڈسٹری بیوٹرز بھی موجود تھے۔
"یار ایک رائے لینا ہے تم سے" سی۔ پی کے ڈسٹری بیوٹر اگروال جی بڑی رازداری سے الگ لے جا کر بولے۔ ان کے ساتھ ایک پھڑکتی ہوئی چھوکری لگی ہوئی تھی۔ "کیا بات ہے؟"

"کیسی رہے گی۔" انہوں نے بھڑک دار چھوکری کی طرف آنکھ ماری۔

"کون؟"

"تربینی...... دھرم دیو۔"

تربینی نے نہایت شیرینی میں ڈوبی ہوئی آواز میں آداب کیا اور ڈھیروں کاجل لگی چھوٹی چھوٹی اندر کو گھسی آنکھیں ٹپٹپانے لگیں۔

"دیو کے ساتھ پردیپ کی پکچر میں ڈال رہا ہوں۔ یار تمہاری رائے ضروری ہے۔ تم لونڈیوں کو تولنے ناپنے میں ماہر ہو۔ کیسی رہے گی؟"

"اچھی رہے گی۔ کیمرہ مین سے پوچھو۔ میں کیسے بتا سکتا ہوں؟"

"اماں یار تم نہ بتاؤ گے تو سالا کیمرہ مین کیا بتائے گا۔" پھر قریب جھک کر کان میں بولے۔ سیکس اپیل کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

دھرم دیو ہوں ہاں کر کے ٹالنے لگا۔ بھلا سیکس اپیل کے بارے میں کیا پتہ چل سکتا ہے۔ نہ جانے کتنی اصلی ہے کتنی نقلی۔

سو فی صدی جینوین مال ہے! اگروال جی نے چشم دید گاہ کی حیثیت سے یقین دلایا۔ "لیتے ہو اپنی نئی فلم کیلئے۔ سی پی کے حقوق تقسیم میرے......"

"دیکھیں گے۔" دھرم نے ٹالا۔

"تو چلو درسودا...... رندھیر کو بھی بلوائے لیتے ہیں۔ ذرا رہے گی یار۔"
اگروال ٹھہرے تو رنڑ میں تھے۔ ایک کاٹیج بزنس کیلئے درسودا میں لے لی تھی۔

"یار بچے کی طبیعت نہیں اچھی......"

"اماں ہمیں سکھا رہے ہو۔ دانت نکل رہے بچے کے۔ ایک گلاس میں کون سی دیر ہو جائے گی۔"

مگر کبھی ایک گلاس شیطان کی آنت ہو جاتا ہے۔ تربینی سمندر میں ڈبکی لگا کر آئی تھی۔ اگروال جی جھوٹ نہیں بول رہے تھے۔ تربینی سر سے پیر تک جینوین تھی۔ بلکہ ڈگڈگی کی طرح اوپر سے نیچے افراط۔ بیچ میں کمر ایسی کہ چھلے میں پرو تو۔ ایک فوٹوگرافر بھی بھٹکتا بھٹکتا آ نکلا' وہ فوراً پوز دینے لگی۔ اس کی انگلیوں کے بیچ

میں ریت بھر گئی تھی جو بری طرح کھٹک رہی تھی۔ اس نے پیر دھرم دیو کی گود میں رکھ کر حکم دیا۔ "یہ دیکھو..... کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں' دیکھو نا۔"

دھرم دیو دیکھنے لگا تو کیمرے نے آنکھ ماری۔

کبھی ایک پیگ بھی شیطان کی آنت کی طرح لمبا ہو جاتا ہے اور دو چار لوگ آ گئے۔ جب صبح وہ گھر پہنچا تو صبح کے پانچ بج رہے تھے۔ سوچا شاید منگلا روٹھ کر میکے چلی گئی ہو گی۔

"بے بی سک ہو گیا۔ اس کو اسپتال لے کر گیا۔" گورکھے نے بتایا۔

ہنی مون کے آٹھ دن کی رنگ رلیوں کے بعد کبھی اتفاق سے ہی میاں بیوی کا ملن ہو جایا کرتا تھا۔ دن رات کی شوٹنگ' ایڈیٹنگ اور پھر جگہ جگہ ریلیز---- اس کے باوجود منگلا پھر امید سے تھی۔ ابھی ببلو دس مہینے کا تھا کبھی وہ بھی مشغول تھی۔ روز ہی کوئی نہ کوئی ریہرسل یا ریکارڈنگ چلتی رہتی تھی۔ اچھا وقت گزر جایا کرتا تھا۔ پر شادی کے بعد اس کی حیثیت ایک شو پیس کی سی رہ گئی تھی۔

وہ دھرم دیو کی سجاوٹ کی چیز کی طرح اس کے پہلو میں رکھ دی گئی تھی۔

"ایئرپورٹ سے کہاں چلے گئے تھے؟" جرح شروع ہوئی۔

"ایک ڈسٹری بیوٹر سے چیک لینا تھا۔ پے منٹ رکا ہوا ہے۔ ریکارڈنگ کا۔" وہ بہانے بنانا لگا۔

"درسودا میں کون سا ڈسٹی بیوٹر رہتا ہے۔"

"رہتا نہیں..... وہ اگروال جی نے...... کاٹج لی ہے۔"

"تم سے منع کیا اس اگروال سے نہ ملا کرو۔ دلال ہے موا! کون تھی آج اس کے سنگ؟"

"کیسی باتیں کرتی ہو؟"

"پدما ہو گی۔"

"نہیں پدما نہیں۔"

"تو بینا ہو گی۔"

"افوہ...... تم تو پیچھے پڑ جاتی ہو..... سینا مدراس گئی ہے۔"

"مگر تھی تو کوئی ضرور..... کون تھی..... آخر بتاتے کیوں نہیں۔"

"وہ تھی..... کوئی کمبخت..... نام نہیں یاد آتا....."

"وہ جو دلی سے بھگا کر لایا ہے وہی موٹی بھینس؟"

"مجھے کیا معلوم کہاں سے بھگا کر لایا ہے۔ میں تو حیدر آباد....." پیٹ کے بچے نے اسے بے حد چڑچڑا بنا دیا تھا۔

"وہاں بھی ہو گی کوئی۔"

"ارے وہاں کوئی بھی نہیں تھی۔ تمہاری جان کی قسم۔"

"ہاں کھاؤ میری جان کی قسم کہ مروں تو عیش کی چھوٹ ملے۔"

"اچھا پوچھ لو کیشو سے۔"

"پوچھ لیا۔"

"ایں؟..... تو......"

"ہاں، کہاں ٹھہرایا ہے۔"

"دماغ خراب ہوا ہے، وہ..... وہ تو......"

"کانٹریکٹ کیا تو سنگ لائے نہیں۔"

"کیا اونگی بونگی باتیں لگا رکھی ہیں۔ کہاں ہے یہ حرام زادہ کیشو۔ آنے دو سالے کو۔" دھرم دیو لاجواب ہو کر بڑبڑانے لگا۔

"ہر بات میں شک کرتی ہو۔ ایک حد ہوتی ہے۔ بے کار کو غصہ دلاتی ہو۔"

"کیشو کو کیوں گالیاں دیتے ہو۔ اس نے تو بلکہ یہ کہا کہ بالکل تھرڈ کلاس لڑکی ہے۔ سوکھی بھیچی ۔" منگلا ذرا نرم پڑی۔

"نہیں جچی تو ٹال دیں گے۔ بڑی بے وقوف سی لڑکی ہے۔ ماں بیمار ہے۔ باپ ہے نہیں۔" دھرم نے منگلا کو نرم پڑتے دیکھ کر حیدر آباد سے لائی ہوئی چیزیں سوٹ کیس سے نکال کر دیں۔ رہا سہا غصہ بھی رفو چکر ہو گیا۔ وہ جھکا ہوا سامان نکال نکال کر اس کے آگے ڈالتا جا رہا تھا۔ اور حیدر آباد ریلیز کی رپورٹ بھی دیتا جا رہا

تھا۔ "لگانے تو ایکو ایک سرہٹ۔" سوٹ کیس کی تہہ میں وہ چاندی کی قینچی بھی پڑی تھی جو سینما ہال کی رسم افتتاح کے موقع پر اسے پیش کی گئی تھی' وہ کچھ دیر اس کے دودھ جیسے سفید پھل دیکھتا رہا' پھر منگلا کی گود میں ڈال دی۔

ایک چیخ مار کر منگلا قینچی جھٹک کر کھڑی ہو گئی جیسے وہ چاندی کی کھٹل قینچی نہیں پھنپھناتا ہوا سانپ تھا۔ جس نے اس کے وجود کو ڈس لیا۔

"تم نے میری ہری بھری گود میں قینچی ڈال دی' یہ کوئی اچھا شگن ہے؟"

بڑی مشکل سے بہلانے پھسلانے کے بعد وہ قابو میں آئی۔

"ارے اس سے کچھ نہیں ہوتا پگلی۔" ایسی حالت میں عورتیں کیسی توہم پرست ہو جاتی ہیں!"

"ہوتا کیوں نہیں ہے۔ قینچی کا شگن ہمیشہ برا ہوتا ہے۔ پتی پتنی کے بیچ قینچی چل جاتی ہے۔"

"تو اٹھا کر پھینک دو۔"

"نہیں نہیں..... اصلی چاندی کی ہے۔"

"اچھا تو ایسا کرو۔ پوجا کیلئے اس سے پھول کاٹ کے لایا کرو۔ سارا پاپ دھل جائے گا' ہاں؟"

جب منگلا اس کے بازو پر سر رکھے سو رہی تھی تو اس پر بے انتہا پیار آیا۔ واقعی اتنی لڑکیاں دن رات اس کے گرد منڈلاتی رہتی ہیں' مگر کوئی بھی تو نہیں جچی' جیسے منگلا نے اس کے دل میں گھس کے اندر سے دروازے بند کر لئے ہوں اور اوپر سے کنڈی چڑھا دی ہو۔

اور وہ احمق سی یرقان زدہ لڑکی بار بار کیوں کانٹے کی طرح دماغ میں چبھتی ہے۔ شاید اس کا نشانہ اس بار غلط بیٹھا۔ اس نے غلط معاہدہ کر لیا ہے۔ تبھی اس کے بھیتر کا مکمل انسان اپنی حماقت پر پچھتا رہا ہے۔

مگر ایسا کیا اندھیر ہے۔ معاہدہ سے گلو خلاصی کوئی ایسی ناممکن بات تو نہیں۔ زرینہ جمال اپنی ماں کے ساتھ وعدے سے کچھ پہلے ہی آ گئی۔ دھرم تو بھول

بھی چکا تھا کہ وہ لوگ کب آنے والے ہیں۔ منگلا کو تار ملا اس نے بہت چاہا کہ دھرم کو اطلاع دے مگر وہ کلکتہ ریلیز پر گیا ہوا تھا۔ ماں بیٹی کو دیکھ کر اسے بڑا ترس آیا۔ حواس باختہ ہانپتی کانپتی بڑی بی اور اجاڑ صورت ایکسٹراؤں سے بدتر کپڑے پہنے گم سم سی لڑکی۔ اوپر کا کمرہ اب تک دھرم دیو کی کتابوں اور پرانے فائلوں سے اٹا پڑا تھا۔ زرینہ نے تو بہت کہا۔ وہ زمین پر ہی سو جائے گی مگر اس نے ایک پلنگ اور ڈلوا دیا اور فائل وغیرہ بکس میں بھر کر مچان پر ڈلوا دیئے۔

"یہ چوہیا کیا فلم لائن میں ٹک سکے گی۔ پہلے ہی شاٹ پر رو کر بھاگ کھڑی ہو گی۔" منگلا نے اسے دیکھ کر سوچا۔ بات چیت سے معلوم ہوا اس کی کوئی رائے نہیں' ضرورت سب کچھ کراتی ہے۔ سو کرنا پڑے گا۔ تیلگو فلم میں کام کر چکی ہے۔ مگر تیلگو فلموں کا کیا۔ دوسری زبانوں کے فلم کچھ فضول سی مد لگتے ہیں۔

مگر یہ ان زہر کی پڑیوں سے ہزار درجہ بہتر رہے گی۔ دھرم اس کے چکر میں خاک پھنسے گا۔ اچھا ہے کوئی پھس پھسی ہیروئن مستقل ہو جائے تو دھڑکا جو جی ہر دم لگا رہتا ہے اس سے نہ نجات ملے گی۔ منگلا نے دونوں کی بے انتہا خبر گیری کی۔ کمپنی کے خرچ پر ڈاکٹر بلوایا ورنہ تو وہ لرز رہی تھیں۔ بیچاریاں۔ زرینہ تو مصر تھی کہ ماں کیلئے جو کھچڑی یا شوربہ پکے گا وہی کھا لے گی۔ مگر منگلا اسے زبردستی کھلاتی کہ ذرا تو بوٹی چڑھے۔ دھرم مصنوعی ٹھوسم ٹھاس سے سخت نفرت کرتا تھا۔ کبھی سیٹ پر کوئی منچلی سیکس اپیل بڑھا لاتی تو وہ فوراً اسے میک اپ روم میں واپس بھجوا کر کوڑا کرکٹ نکلوا دیتا۔

ویسے سوکھی ماری ہے مگر چال میں ایک عجب رچاؤ ہے۔ گردن کیسی مورنی جیسی اٹھاتی ہے۔ پشت میں ذرا بھی کھبھ نہیں۔ کمان کی طرح کھنچی رہتی ہے۔ ماتھا بڑا کھچ پچ ہے۔ دھرم بال نوچنے کا قائل نہیں۔ مگر فلم سٹار بننے کے کوئی آثار نہیں۔ اگر ہوتے تو شاید خود منگلا کو اتنی پیاری نہ لگتی۔

وہ بڑی دیر تک اسے بناؤ سنگھار رکھ رکھاؤ سکھاتی۔ کپڑے میچ کر کے پہنچا۔ خود اپنے ہاتھ سے اس کے طرح طرح کے بال بناتی۔ پھر بڑے سلیقے سے ہلکا ہلکا

میک اپ کر کے دیکھتی کہ واقعی وہ تو کچھ سے کچھ نکل آئی- اپنی ساڑھی بلاؤز پہنایا' ذرا ٹانکے لگانے پڑے-

"چلو کچھ تھوڑے سے کپڑے خرید لو..... میں تیار ہو کے تمہیں پکار لوں گی-" وہ جھٹ پٹ تیار ہوئی- زرینہ جب نیچے آئی تو منہ دھلا ہوا تھا- بال سپاٹ اور کپڑے سلیقے سے تہہ کر لائی تھی-

"کپڑے پہنے ہی رہتیں' اور میک اپ کیوں دھو ڈالا-" اس نے ٹوکا-

"وضو کرنا تھا- اور کپڑے یہ کیا برے ہیں-" اس نے وضو کے معنی سمجھائے-

"لو بھئی یہ آئی ہیں ہیروئن بننے اور ساتھ میں مالا جپتی چلی آ رہی ہیں- منگلا کا جی اداس ہو گیا- محفوظ قسم کی ہیروئن اس کے نصیب میں نہیں- یہ تو اکسٹرا بھی بن جائے تو بہت ہے-"

"اماں نے کہا ہے کپڑے بہت ہیں- دو تولیاں لے آؤ-" اس نے دس روپے کا نوٹ نچا کر کہا-

"تم پیسے کی فکر نہ کرو- میں نے تمہارے پیسے میں سے ایڈوانس لے لیا ہے-"

"میرے پیسے؟" زرینہ جمال نے آنکھیں جھپکائیں-

"تمہاری تنخواہ مہینہ کی پہلی تاریخ سے شروع ہو گئی ہے-"

"مگر میں تو اٹھارہ کو آئی ہوں.... پہلے تاریخ تو بہت دور ہے-"

"بڑبڑ بہت کرتی ہو- تمہیں اس سے کیا- میں جو کہتی ہوں..... چلو-" منگلا نے ڈانٹا-

دھرم دیو آیا تو منگلا نے زرینہ جمال کا ذکر کر کے اس کا دماغ چاٹ لیا-

"اس کا ایک ڈانس ڈال دو-

"اپنے سر میں ڈال دوں- فلم تیار ہو گئی-"

"تو کیا ایک ڈانس نہیں ڈال سکتے؟"

"کہاں ڈال دوں۔" دھرم چیخ پڑا۔ ڈسٹری بیوٹر بھی دبی زبان سے کہہ رہا تھا۔ کچھ تھوڑا سا مسالہ ہو جائے۔

"اور گانا بھی تو چاہئے۔"

"وہ میری ٹھمری تمہیں بہت پسند ہے نا۔ "پھول گیندوا....." بس اسی پر بول لکھے جائیں گے۔ دادا کو فون کروں۔"

"ادھر آؤ...."

"کیا؟"

"پہلے ایک پیار دو۔" دھرم نے اس کی کلائی پکڑ لی۔

"دھت۔" وہ دہری ہو گئی۔

"تو پھول گیندوا کینسل...."

"رشوت دے کر راتوں رات گانے کے بول چپکائے گئے۔ ریہرسل ہوئی اور تیسرے دن ریکارڈنگ ہو گی۔ نواں مہینہ لگ چکا تھا۔ ساتھ ڈاکٹر بیٹھا تھا' مگر وہ اپنی ضد پر اڑی ہوئی تھی۔ بہت دنوں بہت اسے یوں کچھ کرنے کا موقع ملا تھا۔ اس کی ریکارڈنگ پر ویسے بھی بڑی بھاگ دوڑ مچا کرتی تھی۔ اب تو معلوم ہوتا تھا ایمرجنسی آ گئی ہے دادا منہ بنا رہے تھے کہ ایسے پورے دنوں میں سانس پھول جائے گی۔ مگر ریکارڈنگ کے بعد جب گیت سنا گیا تو اس میں گربھ وتی نے اپنا سارا رس نچوڑ دیا تھا۔ بوجھل سانس سے دادا نے وہ کام لیا کہ معلوم ہوتا تھا کوئی رس دنتی جذبات کی شدت سے ہانپ رہی ہے۔

جب اس نے زرینہ کو یہ خوش خبری سنائی تو وہ ایسے ہکا بکا رہ گئی جیسے اس کے ساتھ انتہائی ظلم ہوا ہے۔ منگلا کچھ پھیکی سی رہ گئی' مگر ریہرسل میں اس نے جان نکال کر رکھ دی۔

شوٹ تیار تھا۔ زرینہ جمال کا پہلا شوٹ۔ اس کی قسمت کا فیصلہ اسی پہلے شوٹ پر تھا کہ اس کی قسمت میں فلم سٹار بننا ہے یا پھر گمنامی کے غار میں اترنا ہے۔ اگر یہ ڈانس کوڑا ہو گیا تو؟

"ارے بھئی آخر دیر کیے کو ہو رہی ہے۔"

"وہ نہیں پہنتی۔" میک اپ مین بھنایا ہوا آیا۔

"کیا نہیں پہنتی؟"

"ڈریس!"

"کیا؟" سارا اسٹوڈیو مجسم سوال بن کر رہ گیا۔ دھرم دیو کے سیٹ پر کسی کی اتنی مجال کہ عدول حکمی کرے۔ اور وہ بھی ایک گمنام سوکھی سی چھوکری۔

"اس سے کہو پانچ منٹ کے اندر ڈریس پہن کر سیٹ پر آ جائے۔"

دھرم نے بڑے ضبط سے کہا۔

دس منٹ بعد میک اپ مین غصہ سے بھرا ہوا لوٹا۔

دھرم دیو جب میک اپ روم میں داخل ہوا تو زرینہ میک اپ کئے اسٹول پر بیٹھی تھی۔

"یہ..... ڈریس ٹھیک نہیں؟" اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

"اس کا فیصلہ تم نہیں کرو گی۔"

"پھر کون کرے گا فیصلہ.....؟"

"جو بھی کرے تم....."

"تو وہی یہ ڈریس پہنے۔" اس نے نہایت ڈھٹائی سے کہا۔

جانتی ہو تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"جی.... کہ..... یہ ڈریس۔"

"تم نہیں پہنو گی۔"

"نہیں۔" اس نے مری ہوئی آواز میں کہا۔

"پھر شوٹنگ نہیں ہو گی۔"

"نہیں۔"

"جانتی ہو پھر تم کبھی فلم میں کام نہیں کر سکو گی۔ کم از کم بمبئی میں تو نہیں کر سکو گی۔"

"جانتی ہوں۔"

"مگر یہ ڈریس نہیں پہنو گی۔"

"نہیں۔"

پتہ نہیں اگر کوئی اور ہوتا تو دھرم دیو نے اسے لات مار کر نکال باہر کیا ہوتا۔ اسے اپنے تحمل پر تعجب ہو رہا تھا۔

"بتاؤ گی کہ کیوں نہیں پہنو گی۔"

"یہ...... یہ بہت ننگا ڈریس ہے اور ڈریس مین کہتا ہے اس کے ساتھ دوپٹہ نہیں اوڑھنا ہے۔" اس کے آنسو بہنے لگے۔ "میں نے تو سنا تھا دھرم جی کی فلمیں ان باتوں سے پاک ہوتی ہیں۔" اس نے ڈریس اٹھا کر دیکھا۔ "کتنی روئی ٹھونسی ہے۔"

"ہوں۔ وہ کھسیانہ رہ گیا۔ "اچھا دوپٹہ ہو تو کام چلے گا۔" اس نے انسانیت سے پوچھا۔

"جی ہاں..... اور...... روئی؟"

"وہ بھی نکل جائے گی۔"

زرینہ جمال نے دانت نکوس دیئے اور میک اپ درست کرنے لگی۔

دھرم دیو نے شوٹنگ اپنے اسسٹنٹ پر چھوڑ دی اور خود رندھیر کے ساتھ پیڈر روڈ والے فلیٹ میں نئی کہانی پر کام کرنے چلا گیا۔

زرینہ جمال کے رقص نے فلم انڈسٹری میں دھوم مچا دی۔ دھرم دیو کے سب سے منہ چڑھے اسسٹنٹ ترویدی نے کچھ اس چابکدستی سے فلمایا کہ وہی سوکھی ماری چھپکلی جیسی چھوکری قیامت بن گئی۔ لوگ فوراً آفرلے کر چڑھ دوڑے مگر دھرم دیو نے سب کو ٹال دیا۔ وہ فلم جو ترویدی ڈائریکٹ کرنے والا تھا۔ فوراً سیٹ پر چلی گئی۔ اس میں ریتا کے ساتھ ایک لڑکے انیل کو سائین کیا تھا' مگر ریتا کے پاس اتنی ڈھیر ساری فلمیں ہو گئی تھیں کہ وہ ٹال مٹول کر رہی تھی۔ ویسے بھی ریتا ان دنوں بوکھلائی سی پھر رہی تھی۔ ورما جی نے اس کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ خاندان کے آنے کے بعد وہ پرانا رشتہ دم توڑ چکا تھا' مگر انہیں اس کی صورت دیکھے بغیر چین نہ پڑتا۔ ان کی اپنی فلم جس میں ریتا کے ساتھ انہوں نے رمی کو ہیرو لیا تھا کھٹائی میں پڑ گئی تھی اور پروڈیوسر اسے مفت چھونے کو تیار نہ تھے' ورما جی ریتا کو قابو میں رکھنے کے لئے اس کا رول بڑھاتے گئے۔ بس ہر وقت کیمرہ ریتا پر منڈلائے چلا جا رہا ہے۔ رمی بیچارہ کچھ دن تو ٹکر ٹکر دیکھتا رہا۔ پھر لوگوں نے اسے اونچ نیچ سمجھائی اور وہ سمجھ گیا۔ اب ہوا یہ کہ ورما جی تو ریتا کا رول بڑھاتے اور ریتا رمی کا رول بڑھانے پر مصر ہوتی۔ یہ وہی ریتا تھی جو کبھی ایک ایک کلوزاپ کا ڈبل معاوضہ پیشگی ادا کرنے پر مصر رہا کرتی تھی۔ اب رمی کے کلوزاپ کے لئے ضد کرنے لگی۔ ورما جی تھک چکے تھے اور وہ جوان پٹھا تھا۔ ریتا سے سال دو سال چھوٹا ہو گا۔ بے انتہا طرار اور دلچسپ۔ ہمیشہ تو ریتا ورما جی کے پاس ہی بیٹھی رہا کرتی

تھی۔ شاٹ دیا اور آکر قدموں کے پاس بیٹھ گئی۔
"کیسا رہا شاٹ!" وہ ضرور پوچھتی۔
"جواب نہیں۔"
"جھوٹ! میرا دل رکھنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔" وہ ان کے گھٹنوں پر ٹھوڑی رکھ دیتی۔
مگر اب شاٹ ختم ہو جاتا تو وہ رمی کے ساتھ ویسے ہی ٹھی ٹھی کئے جاتی یا دونوں نہ جانے کدھر غائب ہو جاتے۔ ورما جی کا موڈ خراب ہو جاتا اور وہ اسٹاف کی ٹانگ لینے لگتے۔ شروع شروع میں انہیں شبہ بھی نہ ہوا مگر لو سین حد سے زیادہ طویل اور سنسر ہونے لگے تو ایک دم بدک گئے یہ فلم انڈسٹری کا دستور ہے کہ اگر کسی ہیروئن ہیرو کی کنٹی نیوٹی مل جائے تو سب اسی جوڑے کو لے کر فلم بنانے لگتے ہیں۔ شاید وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح کچھ ان کی نجی محبت پردہ سیمیں پر بھی جھلک دکھائے گی۔ ایسے جوڑے بڑے ڈوب کر لو سین کرتے ہیں۔ دوسرے دونوں زیادہ سے زیادہ ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ ہمارے سیٹ پر انہیں اس کا اچھا موقع ملے گا۔ زیادہ وقت دے سکیں گے۔ پریمیوں کا جوڑا بھی ساتھ ہی کام پر زور دیتا ہے۔ کبھی ایک دم بیچ میں دونوں کی کٹی ہو جاتی ہے اور لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں۔ ورما جی کو بھی باہر ریتا کے ساتھ دو تین فلمیں ملی تھیں' دو کی تو مہورت بھی ہو گئی تھی مگر جب ان کے کھچاؤ کی افواہیں اڑنے لگیں تو وہ بھی کھٹائی میں پڑ گئیں۔ بیوی پہلے ہی انہیں صرف بینک بیلنس کے سوا اور کچھ نہ سمجھتی تھی۔ بڑی بیٹی کے ہاتھ پیلے کرنے کا وقت آ رہا تھا۔ جب تک چیک کیش ہوتے رہے جھیلتی رہیں کہ مشرقی عورت کیا کچھ جھیلنے کی عادی نہیں۔ مگر جب اس حد کو بات پہنچ گئی کہ ایک ایک کر کے سب دروازے بند ہونے لگے تو وہ دو دھاری تلوار بن گئی۔ ریتا تو اپنے نئے بنگلے میں اٹھ گئی تھیا ور ورما جی والے فلیٹ کا کرایہ دینے لگی تھی۔ جب حساب کتاب بہنوئی کے ہاتھ میں آیا تو اس نے فضول مدیں بند کر دیں۔ ریتا سے کہا بھی نہیں۔ ورما جی پر مکان دار نے دعویٰ کر دیا۔ ان کی حمیت نے گوارا نہ کیا کہ ریتا

سے التجا کریں کہ نیک بخت تیرے کارن گھربار چھوڑ کر آیا ہوں۔ اب واپس اسی گھر میں کس منہ سے جاؤں۔ کچھ مہینے دوستوں کے یہاں پڑے رہے۔ مگر بمبئی میں کسی کے ہاں کب گنجائش ہوتی ہے۔ اور ورما جی کے سارے گنجائش والے یار دوست کب کے کٹ چکے تھے۔ انہیں ریتا کی دیکھ بھال کے بعد فرصت ہی کہاں ملتی تھی اور پھر فلوپ فلمیں بنانے والوں کا ہٹ فلمیں بنانے والوں کے ساتھ کیسا رشتہ؟

ریتا کہیں آوٹ ڈور شوٹنگ پر گئی ہوئی تھی۔ ویسے بھی وہ کئی کئی دن نہیں ملتی تھی، نہ جانے کس ہوٹل میں باسی تباسی کھا لیا۔ ورما جی کو شدید بدہضمی کا حملہ ہوا۔ نبضیں چھوٹ گئیں۔ بیوی بچوں کو خبر ہوئی تو آکر انہیں سمیٹ لے گئے۔

بلوا منگل میں آغا حشر کاشمیری کا بڑے معرکہ کا سین ہے۔ جب سورداس کی پتنی چِتا منی نائیکہ سے اپنے سہاگ کی بھیک مانگنے کے لئے آنچل پھیلاتی ہے۔ مسز ورما نے آنچل تو نہ پھیلایا اور وہ بھیک مانگنے کے موڈ میں تھیں۔ موقع پا کر انہوں نے ریتا کو گھیرا اور ورما جی کو یوں بیچ منجھدار میں چھوڑ دینے پر خوب آڑے ہاتھوں لیا۔

"دیدی ورما جی میرے گرو ہیں، وہ میرے پتا سمان ہیں۔ وہ جب شوٹنگ کے لئے حکم دیں میں حاضر ہونے کو تیار ہوں۔ مگر ان کی زبان قابو میں نہیں۔ فلم نہیں بکتی تو میں کیا کر سکتی ہوں۔ میں اپنی ساری فلموں کا سودا انہیں سے کرواتی ہوں۔ میں نے ایک کوڑی بھی مانگی؟"

"مانگنے کا منہ بھی ہے۔ منہ۔" مسز ورما غرائیں۔

"نہیں دیدی، بھوکوں مرتی ہوں گی، تب بھی نہ مانگوں گی، میں ایسی احسان فراموش نہیں۔ چاہے بازار میں میری کچھ بھی قیمت ہو، میں آپ کی فلم میں مفت ہی کام کرتی رہوں گی۔ مگر دیدی آپ ہی انصاف کیجئے۔ برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ ساری انڈسٹری میں میرے بارے میں نہ جانے کیا الٹی سیدھی باتیں اڑائی ہیں۔" ایک دن شوٹنگ کے سلسلہ میں کچھ پانی میں ریتا اور رمی کو اترنا تھا۔

شوٹ کے بعد دونوں حسب معمول غائب ہو گئے۔ ریتا کے کپڑے اس قابل نہ تھے کہ جوان لڑکے کے ساتھ غائب ہونے پر باتیں نہ بنتیں۔ ورما جی بوکھلا گئے اور جب وہ دونوں ایک دوسرے کے کپڑے نچوڑتے ہوئے جھاڑیوں میں پائے گئے تو انہوں نے وہ وند مچا دیا کہ یہ چٹکلا انڈسٹری میں عرصے تک نمک مرچ لگا کر اڑایا گیا۔

"اچھا جی تو دو بول انہوں نے کہہ دیئے تو تمہاری عزت پر بٹہ لگ گیا۔ جب سنگ فلیٹ میں رہتی تھیں تو کچھ نہیں تھا۔" لاجواب ہو کر مسز ورما اوچھے واروں پر اتر آئیں۔

"آپ نے گھر سے نکال دیا تھا تو پھر کہاں جاتی۔ کیا سڑک پر جا بیٹھتی۔" وہ بڑے ضبط سے مسلسل اداکاری کر رہی تھی۔ دوسرے دن شوٹنگ کے وقفہ میں مسز ورما کو رگیدنے کا قصہ خاصہ پر لطف رہے گا۔

ورما جی کو جب پتہ چلا کہ بیوی اس فاحشہ کے گھر گئی تھی تو بہت برافروختہ ہوئے۔ "کیا سمجھتی ہے حرام زادی۔ میں بنانا جانتا ہوں تو بگاڑنا بھی جانتا ہوں۔ اگر آج چاہوں تو انڈسٹری سے نکال باہر کروں۔ ایکوں ایک کلوز اپ نہ کاٹ دوں تو بات نہیں۔"

ان دھمکیوں کو سن کر ریتا ہنس ہنس کر رمی پر ڈھے پڑی۔ وہ مزے لے لے کر ان بوڑھے چونچلوں کا بڑی بے حیائی سے ذکر کرتی تو سب بے انتہا ٹھٹھے لگاتے۔

عجب اتفاق ہوا جس دن دھرم دیو کی فلم بمبئی میں ریلیز ہوئی اسی دن منگلا کو اسپتال جانا پڑا۔ وہ ساری رات پرنٹ بھجوا رہا تھا۔ ریلیز کے بعد پتہ چلا سخت ہوٹنگ ہو رہی ہے۔ ہونٹوں کی جنبش اور الفاظ کا تال میل نہیں۔ دوسرے دن دہلی میں ریلیز تھی۔ دھرم دیو کا ایک پیر لیبارٹری میں دوسرا ایڈیٹنگ روم میں۔ کئی دن سے پلک نہیں جھپکائی تھی۔ وہسکی کے بل بوتے پر انجن چل رہا تھا۔ بار بار آنکھوں تلے اندھیرا آ کر دنیا گم سی ہو جاتی۔ دھرم دیو پاگلوں کی طرح ہر ایک پر برس رہا تھا۔ کسی جرنلسٹ سے جھڑپ ہو گئی۔ مار پیٹ تک نوبت آ گئی۔ منگلا کے ہسپتال جانے

کی اطلاع مل چکی تھی۔

وہ لیبارٹری سے نکل کر ہسپتال جا رہا تھا کہ ریتا کا ڈرائیور ہانپتا کانپتا آیا۔ ریتا شری ساؤنڈ اسٹوڈیو سے میک اپ کر کے نکل رہی تھی کہ ورما جی نے اس پر تیزاب پھینک دیا۔

"کون سے ہسپتال میں ہے؟"

"زیادہ نہیں پڑا۔ وہ ڈر کے مارے بنگلے میں نہیں گئیں۔ آپ کے یہاں اتر گئیں۔ مجھ سے کہا آپ سے کہہ دوں۔ بنگلے پر بھی فون کر دیا ہے۔"

گھر راستے میں ہی پڑتا تھا۔ دھرم نے سوچا دو منٹ کے لئے ہوتا چلے۔ اسے دیکھ کر ریتا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ دل پر دہشت بیٹھ گئی تھی۔ ذرا سی چھینٹ گردن پر پڑی تھی۔ دھرم نے فوراً پڑوس کے ڈاکٹر کو فون کیا۔ اس نے کچھ دوا لگا دی اور آرام کرنے کو کہا۔

"پریمیئر پر جو جاتا ہے۔" ریتا نے سسکی بھری۔

"کیا ضرورت ہے۔ میں بھی تھوڑی دیر کو جاؤں گا۔"

"آپ جا سکتی ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ خیر ہو گئی کہ نشانہ چوک گیا۔ ورنہ ایسڈ بڑی خطرناک چیز ہے۔"

"کون پاگل تھا؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"آ...... کوئی...... نامعلوم۔"

"یہ فین بھی دیوانے ہوتے ہیں۔"

ڈاکٹر کے جانے کے بعد دھرم دیو نے پوچھا۔

"کیا قصہ تھا؟"

"کچھ نہیں۔ بس...... پاگل کمینہ کتا......" ریتا پھر پھوٹ پڑی۔

"میری زندگی اجیرن کر دی ہے۔ اپنی ناکامی کا بدلہ مجھ سے لے رہا ہے۔ کہتا ہے کسی کرم کا نہ چھوڑوں گا۔"

دھرم نے جو ذرا تسلی دینے کا تھپتھپایا تو وہ بالکل ہی بکھر گئی۔ جلدی سے

اسے تھوڑی سی برانڈی پلائی- تھوڑی سی خود بھی گلاس میں ڈال کر، اوپر سے برف کے ٹکڑے بھر دیئے- ریتا کی طبیعت کچھ سنبھلی اور وہ اپنی دکھ بھری کہانی سناتی رہی- ادھر ورما جی نے ناطقہ بند کر رکھا ہے ادھر رمی بکھرا جاتا ہے- بہت پینے لگا ہے اور پی کر ہاتھ پیر چلانے لگتا ہے- ورما جی کے طعنے دے دے کر کلیجہ چھلنی کئے دیتا ہے-

پیگ ختم ہو گیا تو دھرم نے ایک اس کے لئے اور ایک اپنے لئے بھی بنا لیا- وہ اسے سمجھاتا رہا- بیٹے کے پیدا ہونے کی خبر ہر جگہ اسے ڈھونڈتی پھری- کسی کو خیال بھی نہ آیا کہ وہ گھر پر ہو گا- اسے منگلا کا خیال ستانے لگا- کتنے ظالم ہوتے ہیں یہ بچے- کتنا دکھ دیتے ہیں- اس کی ہدایت کے مطابق ڈاکٹر درد کے حملے کو سہنے کے لئے وقفہ سے کلوروفارم دے رہے ہوں گے...... جب اپنڈ سائیٹس کا اپریشن ہوا تھا تو اسے بھی دیا گیا تھا- درد کے آرے کیسے آہستہ آہستہ ڈوب گئے تھے- پلکیں آپس میں ملیں، کئی دن بھری جھلائی نیند بھوکی شیرنی کی طرح حملہ آور ہوئی اور اسے سدھ نہ رہی-

اس کی بھابی کملا کمرے میں قدم رکھتے ہی ٹھٹھک کر رہ گئی- پھر جلدی سے داسو کا بازو پکڑ کر اسے گھسیٹتی ہوئی ڈرائنگ روم میں لے گئی- پھر "ہائے رام" کہہ کر لرزتی ہوئی صوفے پر بیٹھ گئی-

"کیا ہوا؟" داسو گھبرا گیا-

"سو رہے ہیں-"

"تو کیا ہوا- ارے تو بھیا سے اب تک ڈرتی ہے- ارے بھئی بیٹا ہوا ہے یہ وقت کوئی سونے کا ہے-" وہ کمرے کی طرف چلا-

"نہیں نہیں...... سنو تو- جی" اس نے بڑی راز داری سے کہا "ورہ...... وہ بھی ہے- ریتا-" "ریتا!" داسو سناٹے میں رہ گیا- کچھ آہٹ ہوئی دونوں چوروں کی طرح بھاگ کر بالکنی میں چلے گئے- ریتا دبے پیر کمرے سے نکلی، وہ منگلا کا ڈریسنگ گاؤن پہنے تھی- جلدی سے واپس پلٹ گئی- داسو دیو کا چہرہ سرخ انگارہ ہو گیا- وہ تیزی سے فلیٹ سے باہر نکل گیا-

"سنو جی....." کملا پیچھے دوڑی- وہ اس پاپ سے بھرے گھر میں ایک پل تنہا نہیں رہ سکتی تھی- جب وہ موٹر میں واپس جا رہے تھے تو ریتا نے انہیں کھڑکی میں سے دیکھا اور گم سم رہ گئی- مگر یہ سب ہوا کیسے؟

دھرم دیو کرسی سے لڑھک کر اس کے اوپر کب ڈھے پڑا- جب ریتا کی آنکھ کھلی تو ہو آدھا پلنگ پر تھا اور آدھا فرش پر- سوتے میں منہ کھل گیا تھا اور رال بہہ رہی تھی- اسے بڑی زور سے گھن آئی- ورما جی کی سوتے میں ہمیشہ رال بہا کرتی تھی- اتنے میں ڈرائنگ روم میں داسو اور کملا کے بولنے کی آواز آئی- اس نے منگلا کی ساڑی نکالنے کے لئے الماری کھولی- تب ہی اسے معلوم ہوا کہ داسو آ رہا تھا- اس نے کرسی پر پڑا ہوا منگلا کا ڈریسنگ گاؤن پہن لیا- جب داسو نہ آیا تو اس نے جا کر ڈرائنگ روم میں جھانکا- وہاں کوئی نہ تھا- اس نے اطمینان سے ساڑی نکالی' باندھ ہی رہی تھی کہ کھڑکی میں سے داسو اور اس کے پیچھے کملا بھاگتی ہوئی دکھائی دی-

سارا ڈرامہ اس کی سمجھ میں آ گیا- ان لوگوں نے اسے اور دھرم کو دیکھا اور بھاگ کھڑے ہوئے- اف زندگی میں ویسے ہی کیا کم الجھنیں تھیں- ورما جی ...... رمی اور اب یہ! اس لائن میں تو لوگ ہر بات پر یقین کر لیتے ہیں- اور اب رمی اور بھی خون تھکوائے گا- رمی جس کے بغیر زندگی خار خار تھی اور سب سے بڑا کانٹا تو یہ ورما کا بچہ اس کے حلق میں پھنسا ہوا تھا- وہ کتنی بے وقوف تھی- بچہ ہی تو تھی- ورما جی تو دیوتا سمان معلوم ہوتے تھے- محلہ کے چھچھورے لونڈوں کی طرح نہیں- نہ اس پاجی کیدار کی طرح جو ہمیشہ اسے ترساتا ہی رہتا تھا اور چھوڑ کر بھاگ گیا- پھر ورما جی نے ہی اس پر رحم کھایا- کہ ان سے پہلے تو وہ دھول پھانک رہی تھی- ورما جی تو چندن تھے چندن' اس کا روم روم کھل اٹھا...... واقعی؟

بہت سی باتوں میں انسان خود اپنے سے بھی سچ نہیں بولتا-

نہیں اسے قطعی ان سے عشق نہیں تھا- اس نے سنا اور دیکھا تھا کہ وہ مٹی کو سونا بنا دیتے ہیں اور وہ سونا بننے کے لئے سب کچھ کر سکتی تھی- اس لئے اس نے مسز ورما کی موت کی دعائیں مانگی تھیں- اس لئے نہیں کہ وہ مسز ورما بننا چاہتی

تھی۔ بلکہ اس لئے کہ پھر وہ ان پر حکومت کر سکے گی۔ تب انہیں اسے فلم سٹار ہی پڑے گا۔ اس نے یہ بھی سنا تھا کہ ورما جی نے بھونرے کی سی طبیعت پائی ہے۔ جب جی بھر جاتا ہے تو وہ دوسری نوخیز کلی پر جھک جاتے ہیں۔ کبھی وہ بے شک ڈرتی تھی کہ ورما جی کا اس سے جی بھر گیا تو وہ کسی دوسری کو چانس دے دیں گے...... مگر...... اس کے حلق میں تو وہ بھونرا نہیں جونک ثابت ہوئے۔ ایسے چمٹے کہ چھڑائے نہیں چھوٹتے۔

ریتا نے سوئے ہوئے دھرم دیو کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ اس نے ساڑھی پہنی اور اپنی ایک سہیلی کے ہاں چلی گئی۔

جب دھرم دیو کی آنکھ کھلی تو ٹیلی فون کی گھنٹی بری طرح چیخ رہی تھی۔

"بیٹا!" تھوڑی دیر تک تو اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کس کے بیٹے کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس نے رندھیر کی پوری بات بھی نہیں سنی۔ ٹیلی فون پٹخ کر بھاگا۔

"بڑے زور کا مقابلہ ہے منگلو...... تم بیٹے پیدا کرو ہم ہٹ بنائیں۔"

"نا جی، ہمیں تو بیٹا چاہئے۔"

"اچھا اب کے بیٹا سہی، پھر ہم سپر ہٹ ہی بنائیں گے۔"

"بنائے جاؤ ہٹ۔" اس نے رکھائی سے کہا اور منہ پھیر لیا۔

"کیا ہے منگلا...... ڈارلنگ۔"

"جاؤ پریمیر میں دیر ہو گئی ہے ویسے ہی۔" اس نے آنکھیں موند لیں۔

"منگلا کچھ خفا ہے۔" دل ہی دل میں سوچتا ہوا وہ تھیٹر پہنچا۔ لوگ پاگل ہو کر اس کی موٹر پر ٹوٹ پڑے اور پولیس کو لاٹھی چارج کرنا پڑا۔ پیٹھ پیچھے انڈسٹری کے لوگ اس کی ایکٹنگ کا مذاق اڑاتے تھے، مگر ہٹ کے بعد کون بول سکتا تھا۔ ویسے تو کرن دیوان اور پردیپ کمار ایکٹنگ کے نام لٹھ نہیں جانتے، مگر تاریخی ہٹ فلموں کے ہیرو ہیں۔

داسو دیو اور کملا کچھ بجھے بجھے سے نظر آ رہے تھے، دھرم کے فرشتوں کو بھی وہ سین یاد نہ تھا۔ جو ان دونوں کے دماغوں کو داغ چکا تھا۔ ضرور کملا اور داسو میں جھگڑا ہوا ہے۔ اس کی کامیابی سے دونوں کے منہ اترے ہوئے ہیں۔ کملا نے طعنہ

دیا ہو گا وہی کہ ایک بھائی اتنا اونچا دوسرا اس کے ٹکڑوں پر پڑا ہے۔ ان رشتہ داروں کو کتنا بھی ساتھ گھسیٹو دماغ ہی نہیں ملتے۔ دھرم دیو کے بھائی ہیں۔ بس لوگ اسی سے مرعوب رہتے ہیں۔

"بیٹا مبارک ہو بھائی جی۔" کملا نے مری ہوئی آواز میں کہا۔ شاید جل رہے ہیں دونوں کہ اس کے ہاں پھر بیٹا ہوا ہے۔ داسو کی پہلوٹھی کی لڑکی ہوئی۔ دھرم دیو کی طبیعت مکدر ہو گئی۔ اتنے میں زرینہ جمال اپنی ماں کے ساتھ دکھائی دی۔ وہ ایک دم چڑھ گیا۔ کیا تام جھام بن کر آئی ہے۔ اس لڑکی کو بھی بمبئی کی ہوا لگ گئی۔ بنارسی ساڑھی اور اوپر سے لپ سٹک! ایک ڈانس کیا دے دیا کہ پوری ہیروئن بن بیٹھیں۔ جی چاہا ابھی جا کر لپ سٹک پونچھ دے۔

"آج سب مجھے جلانے پر تلے ہوئے ہیں۔" اس نے کبیدہ خاطر ہو کر سوچا۔ اتنے میں ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ ساری کوفت دور ہو گئی۔ ان تالیوں میں تو ایک فن کار کی جان ہوتی ہے۔ ان تالیوں کے عدم اور وجود سے وہ مرتا اور جیتا ہے۔ ان تالیوں سے ہن برستا ہے۔ تجوریاں بھرتی ہیں۔ شاید یہ تالیاں کیشو کے کرایہ کے ہاتھ بجا رہے ہیں۔ اور اگر یہ تالیاں نہیں بجتیں تو پروڈیوسر کے بارہ بج جاتے ہیں۔

ریتا اپنے چہیتے رمی کے ساتھ تھی۔ اس نے دھرم دیو کو کئی بار کنکھیوں سے دیکھا۔ سمجھ گئی ابھی بم نہیں پھٹا۔ فلم لائن میں کوئی راز ایسا نہیں جو طشت از بام نہیں ہوتا۔ اور اخباروں میں اس کے پرزے نہیں اڑائے جاتے۔ پرزے اڑیں گے تب رمی اس کے پرزے اڑائے گا۔ کمسن محبوب کتنا ظالم اور نخرے باز ہوتا ہے۔ گھٹنے ٹکوا کر ہی دم لیتا ہے۔

جیسے وہ ورما جی کو......

پریمیر کے بعد وہ باہر نکلا تو دیکھا زرینہ جمال اور اس کی ماں ایک طرف کھڑی تھیں۔ کسی نے اسے پہچانا تک نہیں۔ ایک دن پہچان جائیں گے تو اسے دیکھ کر باولے کتوں کی طرح زبانیں لٹکائے اس پر حملہ کر دیں گے۔

اس نے کیشو سے کہا انہیں اسٹیشن ویگن میں ان کے گھر چھوڑ دینا۔

صبح اس کی آنکھ کھلی تو دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے ساڑھے نو بجے تک منگلا سے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ اور نو بج چکے تھے' اب آدھ گھنٹے میں ضروریات سے فارغ ہو کر شیو کر لے یا اخباروں کے ڈھیر میں فلم کے ریویو پڑھے۔ جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو وقت بچانے کے لئے اس کے ایک ہاتھ میں الیکٹرک شیور تھا' اور دوسرے میں اخبار اور کموڈ پر بیٹھ گیا۔ پھر اسے اپنی حماقت پر غصہ آیا۔ وہ اپنی بیوی بچے سے ملنے جا رہا ہے' اس کی بیوی' نصف بہتر اور اس کا پیارا بچہ۔ منگلو جانتی ہے وہ کس قدر تھکا ہوا ہے۔

ہسپتال میں مبارک باد دینے والوں کا جمگھٹا تھا۔ زندگی ایک مستقل مبارکباد بن کر اس پر سے نچھاور ہو رہی تھی۔

لوٹتے وقت اس نے ہیرے کا سیٹ منگلا کے لئے نانو بھائی جوہری کے ہاں سے لیا کہ شام کو دے گا۔ کلکتہ ریلیز پر جانے سے پہلے وہ منگلا کے پاس گیا تو ہار گھر ہی بھول آیا تھا۔ منگلا سے ذکر بھی نہ کیا۔

ریتا بھی کلکتہ جا رہی تھی۔ رمی سے اس کا پریمیر کے دن خوب جھگڑا ہوا تھا۔ ساری رات جنگ برپا رہی۔ ورما جی کی حرکت پر اس سے ہمدردی کرنے کے بجائے وہ گڑے مردے اکھیڑ رہا تھا۔ ہاتھ پیر جوڑ کر اسے کلکتہ چلنے پر راضی کیا۔ وہ کھسیانہ ویسے ہی ہو رہا تھا۔ لوگ ریتا کو دیکھ کر دیوانے ہوئے جا رہے تھے۔ اس کے آٹوگراف لے رہے تھے۔ اس کے ساتھ تصویریں کھچوا رہے تھے۔ اسے کوئی نہیں پہچان رہا تھا۔ وہ جلا بھنا شراب کے نشے میں دھت بور ہو رہا تھا۔

ہوٹل میں رمی نے شراب پی کر اینگلو انڈین لڑکیوں کے ساتھ فلرٹ کرنا شروع کر دیا۔ اس پر ریتا کا موڈ بالکل آف ہو گیا۔ وہ دکھاوے کے لئے الگ کمرے میں ٹھہرا تھا مگر ریتا کے کمرے میں ملا ہوا اس کا کمرہ تھا۔ پریمیر پر جانے کے سلسلے میں اور بھی تو تو میں میں ہوئی۔ دھرم نے بیچ بچاؤ کرنا چاہا تو اسے بھی دو چار سنا دیں۔ مگر پھر فوراً معافی مانگی اور پیر پکڑنے لگا۔ خیر دونوں گلے ملے اور آئندہ فلم میں کام کرنے کے وعدے ہوئے۔ مگر سب نشے میں۔ موٹر میں پھر دونوں الجھنے لگے اور رمی موٹر سے اتر کر چل دیا۔ ریتا کو بھی غصہ آگیا اور وہ چلا چلا کر اسے ماں بہن کی گالیاں دینے لگی۔

انٹرول میں پھر نہ جانے کدھر سے آن پہنچا اور بھی پئے ہوئے تھا۔ اس کی سیٹ پر کوئی ریتا کے مداح آن کر ڈٹ گئے تھے۔ رمی بے توجہ ہو کر مڑ گیا۔ ریتا جل بیٹھی تھی۔ اس نے بھی خوب دھرم دیو سے چمٹ کر اٹھلائی ہوئی تصویریں کھنچوائیں۔ رمی نے دال گلتے نہ دیکھی تو نہ جانے کدھر کھسک گیا۔ رات کو پریمیر سے واپسی پر ریتا دھرم دیو کے کمرے میں آکر چپ چاپ بیٹھ گئی۔ اس نے بمبئی ٹرنک کال بک کر رکھی تھی۔ چلتے وقت منگلا چپ چپ سی تھی۔ کیا کچھ گڑبڑ تو نہیں ڈاکٹر اس سے چھپا رہے ہوں۔

ایک دم ریتا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"ارے...... کیا ہوا۔"

"ہائے دھرم جی......" وہ اس کے شانے سے لگ کر سسکیاں لینے لگی۔

"ناحق اس لونڈے کے پیچھے پریشان ہو رہی ہو۔ گولی مارو کمبخت کو۔" اس نے سمجھایا۔

"گولی مارنے سے کام نہیں چلے گا...... آئی ام پریگننٹ!"

"یو...... یو آر وہاٹ!" دھرم دیو اچھل پڑا۔ "اوہ...... مائی گوڈ۔"

دھرت نے اٹھ کر دو تگڑے تگڑے پیگ بنائے۔

"پر تم کیوں مرے جا رہے ہو' تمہاری فلم تو پوری ہو گی۔" ریتا نے طعنہ

دیا۔

"دوسری جو سیٹ پر جا رہی ہے۔" دھرم دیو نے جھوٹ بولا۔ اس کا ارادہ قطعی ریتا کے ساتھ فلم بنانے کا نہیں تھا۔ ساتھ میں رمی کو لازمی طور پر لینا پڑے گا۔ وہ اتنا احمق نہیں جو ان گھسوں میں آ جائے۔ آج ملاپ کل لڑائی۔ پکچر کا ڈبہ گول!

"دوسری کو ڈالو چولہے میں۔ یہاں جان پر بنی ہے اور تمہیں پکچروں کی پڑی ہے۔ مجھ سے کسی کو دلچسپی نہیں۔ میں مر جاؤں، خاک میں مل جاؤں بس ہٹ فلمیں بنتی رہیں۔"

"مگر وہ الو کا پٹھا گیا کہاں؟"

"گیا ہو گا کہیں اپنی اماں بہنا کے ساتھ۔" اچھے گھرانے کی لڑکی ایسے مزے سے بازارو گالیاں بک دیتی تھی کہ لوگ ہکا بکا رہ جاتے تھے۔

"لوگ کوئی حل سوچو میری مصیبت کا۔"

اتنے میں بمبئی سے کال مل گئی۔

"ہلو...... کیسی ہو منگل......" اس کا دل چاہ رہا تھا ریتا بھتنی غارت ہو تو وہ منگلا سے کوئی بہت پیاری سی بات کہے۔ اس نے ریسور پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"پلیز ریتا۔"

"تمہاری بلا سے میں چاہے مر جاؤں۔"

"تم لگی ہو نا، بس تم...... تمہاری چہیتی بیوی...... بچے......" ریتا نے لمبی سی آہ بھری......

"صبح کے پلین سے دہلی...... پھر...... اُفوہ ریتا پلیز...... ہلو......"

"دہلی نہ جاؤ گے تو کیا دیوالہ نکل جائے گا۔" منگلا نے کہا۔

"سیٹیں بک ہو گئی ہیں۔ وہاں انتظار ہو رہا ہو گا۔ پریمیر ہے آخر......"

"بس پریمیر...... مہورت شوٹنگ...... ایڈیٹنگ...... اسی میں زندگی بیت جائے گی۔ تمہیں شادی کی کیا ضرورت تھی......"

"افوہ مر مر کے تو یہ لڑکیاں شادی کرتی ہیں۔ پھر الٹے طعنے دیتی ہیں۔"

"بھگوان..... میں ماں بننے والی ہوں!" ریتا نے اپنی کسی پرانی فلم کا مکالمہ دہرایا اور ایک سانس میں گلاس خالی کر دیا۔

"شٹ اپ ریتا۔"

"یو شٹ اپ حرام زادے..... کمینے۔" ریتا چنگھاڑی۔

"یہ تم کس سے باتیں کر رہے ہو۔ منگلا نے پوچھا۔ کون ہے تمہارے کمرے میں؟"

"ریتا ہے۔"

"ریتا..... تمہارے کمرے میں..... کیا کر رہی ہے۔"

"رو رہی ہے۔" دھرم دیو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں..... میں..... مشہور فلم اسٹار ریتا دیوی..... نصیب کو رو رہی ہوں۔"

ریتا پر خوب چڑھی ہوئی تھی۔ وہ ریسور پر جھک کر چیخی۔ "میں جنم جلی ابھاگن..... میں ماں بننے والی ہوں۔" اس نے ریسور چھیننے کی کوشش کی۔

"ہلو..... ہلو..... منگلا..... ہلو۔" مگر لائن کٹ چکی تھی۔ اس نے ریتا کو دور جھٹکا دیا اور پھر سے کال بک کرنے لگا۔ دھرم دیو کا دم گھٹنے لگا۔ منگلا کی خفگی کے خیال سے ہی اس کے رونگٹے کھڑے ہوتے تھے۔ جی چاہا ریتا کو اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دے۔ خواہ مخواہ کڑھ رہی ہو گی منگلا۔ پچھلی دفعہ کی طرح دودھ خشک ہو گیا تو بڑی مصیبت ہو گی۔ مگر ایسی بات ہی کیا ہے۔ منگلا ایسی تو نہیں کہ اس پر کوئی ایسا ویسا شبہ کر بیٹھے۔

وہ تھوڑی دیر سر پکڑے بیٹھا رہا۔ صبح نو بجے ائرپورٹ پہنچنا تھا۔ جی چاہ رہا تھا بجائے دہلی جانے کے سیدھا بمبئی ہی چل دے، مگر پروگرام لوٹ پوٹ ہونے کا ڈر تھا۔ بڑے زور کے ریسپشن کی تیاریاں ہوں گی۔

"چلو ریتا اپنے کمرے میں۔"

مگر ریتا اڑ گئی۔

"اٹھو بھئی رمی آگیا ہو گا۔"

"نہیں وہ نہیں آئے گا..... کبھی نہیں آئے گا۔ وہ چار لڑکیوں کے ساتھ گیا ہے۔" اس نے چار انگلیاں پھیلائیں اور گندی تفصیلیں بیان کرنے لگی۔

"رات کے دو بجے ہیں....."

"ابھی تو دو لڑکیاں باقی ہوں گی۔" وہ دھرم کے گلے میں بانہیں ڈال کر چنگھاڑنے لگی۔

"گھبراؤ نہیں ریتو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"کیا ٹھیک ہو جائے گا۔ میرے پیٹ میں کلبلاتے ہوئے کیڑے کا کیا ہو گا۔ بس ایک ہی راستہ ہے موت!" وہ پھر کسی فلم کے سیٹ پر پہنچ گئی۔

"پاگل نہ بنو....." وہ اسے گھسیٹتا کمرے کی طرف لے چلا۔

"صبح سے پہلے اسے چھٹی نہیں ملے گی۔ بڑی لمبی ڈیوٹی ہے..... چھوڑ دو مجھے حرام زادے....." اس نے دھرم کو دور جھٹکا اور کھڑکی کی چوکھٹ پر چڑھ گئی۔

"کیا کرتی ہے پگلی۔" وہ پھر کھڑکی کی طرف لپکی اور چوکھٹ پر چڑھ گئی۔

"ہلو..... منگلا..... ارے۔" وہ ٹیلی فون پھینک کر لپکا۔

"مجھے مرنے کیوں نہیں دیتا۔ حرام زادے۔" وہ چنگھاڑی۔ "مجھے چھوڑ دے ظالم....."

ایک ایک کر کے ہوٹل کے کمروں میں بجلیاں جلنے لگیں۔ کوئی دھرم دیو کا دروازہ پیٹ رہا تھا۔ ریتا جنگلی بلی کی طرح اس کا منہ نوچ رہی تھی۔ بڑی مشکل سے اس نے ریتا کو زمین پر گرایا۔ لپک کر دروازہ کھولا اور لپک کر واپس اسے دبوچ لیا۔

جب کیشور، رندھیر ہوٹل کا منیجر اور چند ادھر ادھر کے تماش بین داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا ریتا اور دھرم ایک دوسرے میں الجھے ہوئے قلا بازیاں لگا رہے تھے۔ سب نے ریتا کو دھرم دیو سے تھیٹر میں لپٹتے چپٹتے دیکھا ہی تھا۔ رمی سے بھی اس کے جھگڑے کی بات سب پر عیاں ہو چکی تھی۔ سوائے کیشو کے کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ دھرم کی حیثیت اس ڈرامے میں در و دیوار سے زیادہ نہیں جن

سے بدبخت ریتا اپنا سر پھوڑ رہی ہے۔

جب لوگ تڑپتی بلبلاتی بلا کو لے گئے تو دھرم کی نظر پھانسی پر لٹکے ہوئے رسیور پر گئی۔ لائن ابھی تک کٹی نہیں تھی۔

"ہلو..... ہلو منگلو....." وہ ہانپا۔

وہ بڑی دیر تک ریسور کان سے لگائے بیٹھا رہا پھر اس نے مردہ ریسور رکھ دیا۔ بوڑھوں کی طرح گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھا۔ وہسکی کا گلاس بھرا اور غٹ غٹ گیا۔ پھر قالین پر بیٹھ گیا۔ دونوں ہاتھوں سے پیر پکڑ کر آگے پیچھے جھوم جھوم کر سسکیاں بھرنے لگا۔

بچپن میں جب اس کی ماں غصہ ہو کر اسے اکیلے کمرے میں بند کر کے باہر سے کنڈی چڑھا دیا کرتی تھی تو وہ اسی طرح زمین پر پھسکڑا مار کر بسورنے لگتا تھا۔

صبح جب وہ ائرپورٹ جا رہا تھا تو اس نے دیکھا ریتا بجی سجائی لاؤنج میں بیٹھی ہے۔ رمی اسے نارنگی کی پھانکیں چھیل چھیل کر کھلا رہا تھا اور وہ تتلا تتلا کر اس سے پیار کی باتیں کر رہی تھی۔

رات ضرور اس نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا تھا۔

بمبئی پہنچ کر اس نے سب یار دوستوں کو ٹال دیا۔ سیدھا گھر پہنچا۔ سامنے برآمدے میں کیشو اکڑوں بیٹھا تنکے سے زمین کرید رہا تھا۔ وہ اور رندھیر رات کے پلین سے پہنچ گئے تھے۔ اسے دیکھ کر وہ لپکا۔ دھرم دیو اترنے لگا تو وہ دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔

"منگلا اسپتال سے تو آگئی نا۔ کیسی ہے؟"

"اچھی ہیں۔ دفتر چلو۔" اس نے ڈرائیور سے کہا۔

"ابے کیا بات ہے؟ دھرم دیو کھٹک گیا۔" ٹھہرو اس نے ڈرائیور سے کہا۔

"کچھ نہیں..... چلو تو دفتر۔"

"کیوں؟"

"گھر میں تالا پڑا ہوا ہے! اس نے چپکے سے کہا۔ حالانکہ ڈرائیور کو سب

معلوم تھا۔

"خیریت تو ہے؟" اس نے ڈرائیور کو چلنے کا اشارہ کیا۔

"ہاں خیریت ہی ہے۔"

"کیشو!"

"اب میں کہتا ہوں ایسی گھبراہٹ کی کیا بات ہے۔ مدراس کے ڈسٹری بیوٹر کا صبح فون آیا تھا۔ میں نے انہیں دو بجے کا ٹائم دے دیا ہے۔ بس آتے ہی ہوں گے۔" کیشو ادھر ادھر کی ہانکنے لگا۔

"یہ کیا..... اُف۔" وہ ضبط کر کے ناخون کاٹنے لگا۔ اسے کیشو کی اس لیپا پوتی سے بڑی چڑ تھی۔

"کہاں گئی ہیں؟" اس نے دفتر میں پہنچ کر بے تابی سے پوچھا۔

"مائیکے' اور کہاں جاویں گی۔"

"مگر....."

"میں نے بہت سمجھایا مگر وہ تو مجھے آپ کا چمچہ سمجھتی ہیں۔ داسو اور کملا نے انہیں سب بتا دیا۔ پھر اس روز ٹرنک کال پر تو غضب ہی ہو گیا۔ ڈیڈی کو فٹ پڑ گیا۔ تمام گھر میں کھلبلی مچی ہوئی ہے۔"

"کملا اور داسو نے کیا بتا دیا؟"

"اس دن..... جب ورما جی نے ا ڈ پھینکا تھا تو آپ اسے ساتھ لے آئے تھے۔ کمرے میں انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔"

"ایں؟"

"جی؟"

"مگر..... بڑا گدھا ہے یہ داسو کا بچہ....."

"اب دیکھو زیادہ گڑبڑ مت کرو۔ خود ہی تو کہتے ہو کہ بزنس اور رومینس کو گڈمڈ نہیں کرنا چاہئے۔"

"ابے سالے کیا بک رہا ہے۔ تو جانتا ہے میرا اور ریتا کا کوئی گھپلا آج تک

نہیں ہوا۔"

"میں تو جانتا ہوں بابا۔ پر میں تمہاری بیوی تو نہیں ہوں۔ وہ تو عورت ذات ہے اور پچویشن ایسی بگڑ گئی ہے تو پتہ پانی ہو جائے گا ثبوت دیتے دیتے۔"

"میں کوئی ثبوت وبوت نہیں دوں گا۔"

"مگر دیدی کا بھی دوش نہیں۔ واسو اور کملا نے انہیں کیوں بتایا کہ ریتا بیڈ پر لیٹی تھی۔"

"تو اس میں کون سا غضب ہو گیا۔"

"اور آپ...... اوپر......" کیشو بدذاتی سے مسکرایا۔ "کملا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ میری کون سنتا ہے۔ مجھے تو دیدی نے باہر نکال دیا۔"

"تو ریتا بتا دے گی۔"

"وہ تو اس نے ٹرنک کال پر کلکتہ میں ہی بتا دیا تھا۔"

"کیشو ببلو کی سوگند...... میں"

"میں جانتا ہوں جی، مگر بچے کو اس گند میں نہ گھسیٹو۔ بابو یہ فلم لائن ہے۔ یہاں سب چلتا ہے۔ سب فلم لائن کے فٹے سے ناپے جاتے ہیں۔" اتنے میں اسٹاف کے لوگ آ گئے اور بات وہیں گھٹ گئی۔

دھرم دیو سسرال پہنچا وہاں ہر شخص کا منہ پھولا کپا۔ منگلا کیا روٹھی سارا کنبہ روٹھ گیا۔ اپنا سگا بھائی کترا کر نکلا جا رہا ہے۔

منگلا تھی بھی بے انتہا شکی مزاج۔ کبھی بات ادھر کی ادھر ہو جاتی تو جان کو آ جاتی۔ اپنے جاسوس چھوڑ رکھے تھے۔

"تم تو کہتے تھے ایڈیٹنگ کرنا ہے پھر جو ہو کیوں چل دیئے۔"

"اور سیز والے ڈسٹری بیوٹر سے ملنا تھا۔"

"بس ہوٹلوں ہی میں ملنا ہوتا ہے۔ یہ کمبخت دفتر کی پھر کیا ضرورت ہے ہاں وہاں ننگی چھوکریاں جو نہیں ناچتیں۔ جونہی وہ گھر سے روانہ ہوتا وہ اس کا پیچھا شروع کر دیتی۔ آفس پہنچا کہ نہیں۔ جگہ جگہ فون کرتی۔ جب وہ واقعی کام میں

مشغول مل جاتا تو چور سی رہ جاتی۔

"کیا قصہ ہے؟ جگہ جگہ فون کر رہی ہو۔ کیا سمجھتی ہو کسی رنڈی کے ہاں مجرا سن رہا ہوں۔" وہ چڑ جاتا۔

"ارے واہ' ببلو یاد کیے جا رہا تھا۔ گھنٹہ بھر سے ڈیڈی ڈیڈی کی رٹ لگا رکھی ہے۔" وہ فوراً بچوں کی آڑ میں دبک جاتی۔ دھرم پگھل جاتا۔ کیسی بدنصیبی تھی اسے بچوں کو پیار کرنے کے لئے بھی چھٹی نہ ملتی تھی۔ کئی کئی دن تو صورت بھی دیکھنے کو نہ ملتی۔ صبح وہ اٹھتا تو بچے ہوا خوری کو چلے جاتے۔ رات کو واپس لوٹتا تو سوتے ہوتے۔ اسے کتنا ارمان تھا اپنے بیٹے کو دودھ پلانے کا اسے اپنے ساتھ سلانے کا۔ داسو چھوٹا تھا تو دھرم اور وہ ساتھ سویا کرتے تھے۔ کبھی وہ ضد کرنے لگتا۔

" ببلو کو میرے پاس لٹا دو۔"

"ابھی سویا ہے جاگ گیا تو رونے لگے گا۔" منگلا ٹال دیتی۔ وہ خود اس کی بھوکی ہوتی تھی۔

"کچھ دن یہاں رہ لے گی تو کیا اندھیر ہو جائے گا۔" منگلا کی اماں بولیں۔"

"آپ ہی وہاں چلی جائیں۔"

"میں کہاں سارا گھر بار چھوڑ کے جاؤں۔"

"تو وہاں بھی تو گھر بار ہے۔" اسے ڈھنڈ بار گھر کے خیال سے وحشت ہونے لگی۔ "دوسرے جانا ہے نا۔"

"کل ریسپشن ہے۔ ریتا اور رمی کی شادی کا۔" اس نے گپ ماری۔ منگلا کان لگا کر سننے لگی۔

"شادی ہو گئی۔ کب؟ کہاں؟"

"شادی تو دہلی میں چپ چپاتے ہو گئی۔" وہ دلیری سے جھوٹ بولتا گیا۔

گھر جاتے وقت وہ موٹر ہی میں جرح کرنے لگی۔

"رات گئے اس دن تمہارے کمرے میں کیا کر رہی تھی۔"

"میرے کندھے پر آنسو بہانے آئی تھی- رمی سے جھگڑا ہو گیا تھا-"

"پھر؟...... کیسے راضی ہوا؟"

"تو نے مجھے بہت ستایا بھوتنی-" دھرم نے منگلا کو گھسیٹ کر اس کے ہونٹ چوم لیے- "جی چاہتا ہے تیرا منہ توڑ دوں-"

"ہونہوں-" منگلا نے ڈرائیور کی طرف اشارہ کیا-

"آخر پھانس ہی لیا ریتا نے اسے-" اور دھرم دیو کا دل بیٹھنے لگا کہ اگر جھوٹ کھل گیا تو؟

"پیٹ سے ہے ریتا؟"

"کہتی تو ہے-"

"پری میچور بچہ ہو گا-" منگلا کھلکھلا کر ہنس پڑی-

گھر پہنچ کر سب سے پہلا کام دھرم دیو نے یہ کیا کہ کیشو اور رندھیر کو طلب کیا اور تینوں ریتا کے سر پر جا سوار ہوئے-

"شادی ہو گی اور آج رات ہی ہو گی-" اس نے الٹی میٹم دیدیا "ورنہ لاشیں پڑ جائیں گی-"

"ارے واہ کیا گھاس کھا گئے ہو' کوئی گڑیا گڈے کا بیاہ ہے جو آج ہی ہو جائے- انتظار کرنا ہے' کوئی مذاق ہے-"

کل تک ریتا شادی کے لئے بلبلا رہی تھی آج نخرے ہونے لگے- کیشو اور رندھیر نے منگلا کو سمجھا دیا کہ یہ دکھاوے کی شادی ہے- اصلی دہلی میں ہو چکی-

کیا دھرم دھام سے شادی ہوئی- نہایت شاندار ریشمی رقعے چھپے- دلہن سب شوٹنگ وغیرہ جھٹک کر مایوں بیٹھ گئی- ساری انڈسٹری کی بہو بیٹیاں جمع ہوئیں- ابٹن لگا' مہندی رچی- بنگلا قمقموں اور رنگین جھنڈیوں سے جگمگا اٹھا- پھاٹک پر نوبت بج رہی تھی- لگن منڈپ زر تار لڑیوں اور پھولوں سے لدا ہوا تھا- پھیرے پڑے- وہی پروڈیوسر ڈائرکٹر اور آرٹسٹ جو برات میں آئے تھے دلہن والے بھی تھے- دولھا پھولوں سے لدا پھندا گھوڑے پر سوار ہو کر بینڈ باجے کے ساتھ بارات

لے کر چڑھا۔ حیدر آباد سے خاص طور پر نظام کے توشہ خانہ سے جھلا جھل کرتی بیتس منگوائی گئی تھی۔

جب دھرم دیو نے کنیا دان کیا تو منگلا کے آنسو چھلک پڑے۔ شاید جی بھر آیا ہو گا۔ مگر بعض لوگوں کا یقین تھا کہ اپنی زندگی کی راہ سے خطرہ ٹل جانے کی خوشی میں آنسو چھلک آئے۔ رخصتی کے وقت جب "کاہے کو بیاہی بدیس" فلم لائن کی بہترین آوازوں سے اٹھایا تو دلہن کی چیخیں نکل گئیں اور کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو چھلک نہ اٹھی ہو۔ ریتا اپنے پرائے سے ایسے گلے مل مل کر دہاڑی جیسے وہ واقعی ہزاروں کوس بیاہ کر جا رہی ہو۔ سب نے اسے تحفوں سے لاد کر رخصت کیا۔ ان میں ڈسٹری بیوٹر اور پروڈیوسر بھی تھے۔ میک اپ مین اور ڈریس انچارج بھی تھے۔ وہ جنھوں نے اس سے لاکھوں بنائے تھے اور وہ بھی جنھوں نے برے دنوں میں اس کی ناک بھی رگڑی تھی۔ آج سب براتی تھے۔ برات گشت کر کے واپس لوٹ آئی کہ اب یہ بنگلہ ہی دولہا کا تھا۔ دلہن دولہا کے لئے ایک کمرہ لڑکی بالیوں نے سجا کر تیار کر رکھا تھا۔ میر جکر آرٹ ڈائریکٹر نے اس میں دھرم دیو کے اسٹور میں سے لا کر کانچ کے قمقمے اس چابک دستی سے سجائے تھے کہ پرستان کے کسی حجلہ عروسی کا گمان ہوتا تھا۔

جب لڑکیاں قہقہے مارتی رمی کو لائیں اور کمرے میں بند کر کے چٹخنی چڑھا دی تو وہ ریتا کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ وہ شرمائی لجائی گٹھری بنی مسہری پر بیٹھی تھی۔ ایسی ریتا کو تو اس نے خواب میں بھی نہ دیکھا تھا۔ وہ تو اس کے حملوں کو وصول کرنے کا عادی تھا۔

ڈرتے ڈرتے اس نے گھونگٹ اٹھایا۔ ریتا مہندی گلے ہاتھوں سے منہ چھپا کر اور جھک گئی۔ بڑی مشکل سے اس نے ہاتھ ہٹائے تو ریتا کی نرگسی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ اس کے معصوم چہرے پر کس بلا کا کنوار پن تھا کہ رمی کو پھریری آگئی۔

منگلا دو بچوں کے بعد بھی کئی ہیروئنوں سے زیادہ لچک دار اور نازک تھی۔ اس کی آواز کا جادو تو ملک بھر میں چھایا ہا تھا' مگر ایکٹنگ سے وہ بہت خائف تھی۔ نہ جانے کس نے یہ تجویز پیش کی کی بنگالی کہانی کے لئے اس سے بہتر لڑکی نہیں مل سکتی۔ اس کی باوقار شخصیت رول کو چار چاند لگا دے گی۔ منگلا نے صاف انکار کر دیا اور دھرم نے بھی زور نہ دیا۔

زرینہ کی فلم کے سوا اور سیٹ پر کوئی فلم نہ تھی۔ اتنی چھوٹی سی فلم کے بل بوتے پر کیسے گاڑی چلے گی۔ سب نے بہت کہا مدھو بالا یا نمی کو لے کر فوراً فلم شروع کر دی جائے' مگر نہ جانے دھرم کو کیا ہو گیا تھا۔ حال ہی میں کہانی کے سلسلے میں اتنی بنگالی اور مراہٹی فلمیں دیکھی تھیں کہ کوئی چیز جم ہی نہیں رہی تھی۔ انہیں دنوں بمبئی میں بیرونی فلموں کا ایک میلہ ہو رہا ہے۔ دھرم نے کچھ اٹلی اور فرانس کی شاہکار فلمیں دیکھیں اور انہیں دل دے بیٹھا۔ ایک دم اسے محسوس ہوا وہ اب جو بھی فلم بنا چکا ہے' سوشل اور اسٹنٹ فلموں کا کچومر تھے۔ کوئی فلم اس قابل نہ تھی کہ کسی مہذب ملک میں ہندوستانی فلم انڈسٹری کا نمائندہ بنا کر بھیجی جا سکے۔ اس نے بڑی تندہی سے ایک واقعی اچھی کہانی کی تلاش شروع کر دی۔

بڑی دلچسپ ہوتی ہے یہ کہانیوں کی تلاش! ہر چہار ہرکارے چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ پھر وقت مقرر کیا جاتا ہے' کہانی سنی جاتی ہے' دور بھی چلتا جاتا ہے' گپیں ہوتی رہتی ہیں۔ انڈسٹری کے سارے اسکینڈلوں پر تبصرہ ہوتا ہے' پھر کہانی چلتی ہے۔ وہی پٹے پٹائے موضوع۔

جب ایک چیز مل جاتی ہے تو انسان دوسری کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔ جب روٹیوں کی محتاجی تھی تو بس دولت کمانے کی ترکیبیں سوچی جاتی تھیں۔ پھر دولت قدموں کی لونڈی بن گئی تو شہرت کی ہوس بڑھی۔ وہ ڈسٹری بیوٹر اور ایگزیبیٹر کی بخشی ہوئی شہرت نہیں۔ انٹیلکچویل طبقے کی تعریف۔ خواہ اس سودے میں دولت سے ہاتھ دھونا پڑے۔ کالی اور سفید دولت اپنی جاذبیت کھو چکی تھی۔ ہر چیز سے جی بھر گیا تھا۔ جیسے لمبے سفر کے بعد گاڑی اطمینان سے شیڈ میں کھڑی تھی۔ عجیب اکتاہٹ سی ماحول پر چھائی ہوئی تھی۔

اگر کوئی کہانی جی کو لگتی تھی تو وہ بنگالی کہانی تھی چونکہ خرید لی گئی تھی۔ اور اس پر کچھ دنوں کام بھی ہو چکا تھا۔ اس لئے جب بہت اکتاہٹ چھا جاتی تو اسی کو لے بیٹھتے۔ کیشو جو صرف دھوم دھڑکے والی فلموں میں یقین رکھتا تھا۔ نہ جانے کیا مصلحت دیکھی کہ وہ بھی اسی کے حق میں ہو گیا۔ اس نے منگلا کو پٹانے کا دل ہی دل میں بیڑا اٹھا لیا۔

"دیدی رول تمہارے سوا کسی پر نہیں بجتا۔"

"کیوں جی تم تو شریف گھرانے کی لڑکیوں کا فلم میں کام کرنا عیب سمجھتے ہو۔"

"ارے تو میں فلم میں کام کرنے کو تھوڑی کہتا ہوں۔ دھرم جی یہ فلم کوئی مارکیٹ کی مانگ پوری کرنے کو تھوڑا ہی بنا رہے ہیں۔ ایک اونچی پکچر بنا رہے ہیں اور دیدی۔ ان سالی ہیروئنوں سے پیچھا چھوٹے گا۔ آخر کو جوان ہیں۔ سندر ہیں۔ پوزیشن ہے۔ مکھیوں کی طرح لڑکیاں ٹوٹتی ہیں۔ وہ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ آپ کے آگے وہ ہر کسی کو دھول سمجھتے ہیں۔ کیوں ان کا دل توڑتی ہیں۔"

منگلا بھی کچھ گھرداری سے اوب چلی تھی۔ گھر کی سجاوٹ بن کر رہ گئی تھی اور اس سجاوٹ کو دیکھنے کی گھر والے کو مہلت بھی نہ تھے۔ کم سے کم ساتھ ہی رہے گا۔ صرف گانے گا کر اور کبھی کبھار شوٹنگ میں غیروں کی طرح بیٹھنے سے ساتھ کہاں ملتا ہے۔ اگر کام کر لیا تو کہانی پر بھی ساتھ بیٹھنے کو ملے گا۔ اچھل کود تو

نہیں کرنی جو شرم آئے۔

جب شام کو دھرم آیا تو وہ بیٹھی اسکرپٹ پڑھ رہی تھی۔ بے ساختہ اس کے انتخاب کی داد دی۔

"مگر کیا فائدہ پیسے بھی ڈوبے بنے گی کہاں۔"

"کیوں؟ ایسا بہت تو خرچ بھی نہیں آئے گا۔ کاسٹیوم اور سیٹ کا تو کچھ جھگڑا بھی نہیں۔ کیریکٹر بھی چار چھ ہی ہیں۔"

"مگر ہیروئن کا بڑا ٹیڑھا سوال ہے۔"

"نرگس کو لے لو۔" "نہیں۔"

"آخر اس سے اچھا اس رول کو کون کر سکتا ہے؟"

"رول تو سارا ہیرو کا ہے۔ بڑی ہیرون کیوں تیار ہو گی۔ اور شیاما شکیلہ کے بس کا یہ رول نہیں۔"

"ہوں۔" منگلا سوچ میں پڑ گئی۔ پھر اسکرپٹ کھول کر بولی۔ "یہ سین تو بڑا ہی دل کو پڑکتا ہے جہاں ہیرو پتنی کی کمر میں ہاتھ ڈالتا ہے تو وہ اس کی نیت کو سمجھ کر ہونٹوں پر پلو رکھ لیتی ہے۔"

دھرم نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنی طرف کھینچا۔ بے اختیار منگلا نے ہونٹوں پر پلو رکھ لیا۔ دونوں ہنس پڑے۔

منگلا کا ٹیسٹ ضرورت سے زیادہ قابل اطمینان ثابت ہوا۔ دھرم میں جیسے کسی نے جان ڈال دی۔ دونوں رات رات بھر بیٹھ کر سیٹ بنواتے' منگلا نے دھوتیاں اور بلاؤز دھول میں رگڑ کر عین مین اسکرپٹ کے مطابق خود تیار کروائے۔ ایک ایک سین موتی کی طرح جڑا جانے لگا۔ کسی طرح دونوں کی تسلی ہی نہ رہتی۔ بار بار سیٹ لگتے اکھڑتے اور پھر سے سین لئے جاتے۔ پہلی بار کلاس پکچر بن رہی تھی۔ شروع شروع میں تو خوب پبلسٹی ہو گئی پھر بات ٹھنڈی پڑ گئی۔

ڈسٹری بیوٹر نے فلم دیکھی تو تعریفوں کے پل باندھ دیئے مگر جا کے دیو آنند اور مدھو بالا کی فلم خرید لی۔ دھرم نے جل کر زرینہ والی فلم "ناز" بھی دینے سے

انکار کر دیا۔ اس کی رپورٹ بری نہیں تھی، مگر بالکل نئی ہیروئن اور گمنام سے ہیرو انیل کی فلم سے کسی کو بہت زیادہ دلچسپی بھی نہیں تھی۔

فلم روپیہ بٹورنے کے لئے نہیں بنائی گئی تھی، مگر خرچ بہت بڑھتا جا رہا تھا۔ کیونکہ دھرم اور منگلا دونوں ہی اپنی بات کو نبھانے پر تلے ہوئے تھے۔ پھر سے نیو تھیٹر کی روایت کو دہرانے کا قصد تھا۔ گانے بھی بے حد کلاسیکل رنگ میں تھے اور منگلا نے بڑی جان لگا کر گائے تھے۔ مگر چلتے ہوئے وقتی گانوں کی طرح لوگ ان پر سر نہیں دھنتے تھے۔ پھر ذرا چلتے گانے ریکارڈ ہوئے وہ اور بھی بجھ گئے۔ نہ ادھر کے نہ ادھر کے۔ اس ادھیڑ بن میں دونوں ہی چڑچڑے سے رہنے لگے۔ بات بات پر بحثیں چل نکلتیں۔ اسٹاف کا دم سوکھنے لگتا پہلے کبھی ہیروئن سے کھٹک جاتی تھی تو پیک اپ کے بعد پیچھا تو چھوٹ جاتا تھا۔ یہاں تو دونوں موٹر میں روٹھتے منتے جاتے۔ گھر جا کر پھر وہی سلسلہ چلنے لگتا۔

اسی موڈ میں ایک دن دھرم "ناز" کے سیٹ پر چلا گیا۔ وہاں زرینہ ایک بھڑک دار اودی ساڑھی اور لال بلاؤز پہنے مصنوعی زیور میں سر سے پیر تک ڈوبی انیل کے ساتھ کوئی سین کر رہی تھی۔ اس کے تیور دیکھ کر لوگوں کی ویسے ہی جان سوکھ جاتی تھی۔ زرینہ تو دانت نکال کر ہنس دی مگر انیل کے پسینے چھوٹ گئے۔

"اس سے کہو یہ بیہودہ ڈریس جا کر بدلے۔" اس نے ترویدی کو بلا کر کہا۔

"مگر کنٹی نیوٹی؟" ترویدی یوں سیٹ پر ٹھپکارے جانے سے نروس ہو گیا۔

"چولھے میں ڈالو کنٹی نیوٹی، بہت بیہودہ ہے ڈریس۔ اور انیل بالکل الو کا پٹھا لگ رہا ہے۔ یہ دو رنگ کی جیکٹ کیوں پہنا دی۔"

"مگر......" ترویدی پسینہ پونچھنے لگا "پچھلے سین ری شوٹ کرنا پڑیں گے۔"

"تمہاری بلا سے پیسہ میرا ڈوبے گا۔" اسٹوڈیو میں کھسر پھسر ہو رہی تھی۔ یہ فلم تو اس وقت سیٹ پر گئی تھی جب دھرم دیو پر ٹیکنیکول فلم کا بھوت نہیں سوار ہوا تھا۔ بلیک اور وہائٹ فلم میں اودھے اور لال میں کیا فرق پڑتا ہے۔ ترویدی کا منہ پھول گیا۔ دھرم ایک دم نرم پڑ گیا۔

"اچھا بابا جیسا تم ٹھیک سمجھو مگر یہ ڈریس تو......"

"آپ ہی نے بنوایا تھا...... اب آپ کہتے ہیں۔"

"اچھا چلو سین لو۔" وہ سیٹ چھوڑ کر دفتر میں جا بیٹھا۔ منگلا سے بڑے زور کی جھپٹ ہو گئی تھی۔

"ہاں اب تم بھی دوسری ہیروئنوں کی طرح رعب گانٹھنے لگیں۔" اس نے جل کر کہہ دیا اور اسٹوڈیو چلا آیا۔

ترویدی تو اسی وقت سیٹ چھوڑ کر جانے والا تھا مگر سب نے سمجھایا کہ دھرم جی بہت پریشان ہیں آج کل تم ہی ان کا لحاظ نہ کرو گے تو کون کرے گا۔ کوئی نہیں چاہتا کہ فلم کھنڈت میں پڑ جائے۔

فلم اچھی چل رہی تھی۔ سب کی روزی اسی سے لگی ہوئی تھی۔ منگلا اور دھرم کی فلم "نیا" تو ڈوبتی ہی نظر آ رہی تھی، فلم ذرا ٹھنڈی ہونے لگے تو اسٹاف کی سٹی گم ہونے لگتی ہے کہیں فاضل اسٹاف کی چھٹی کی نوبت نہ آ جائے۔

مگر دھرم نے خود ہی ترویدی کو بلا کر اپنی غلطی مان لی۔ اسی وقت ایک جرنلسٹ کو فون کیا کہ سیٹ پر آ کر کچھ ڈائریکٹر کی پبلسٹی کے لئے تصویریں لے لو اور جب ترویدی نے ہدایت کاری کے پوز دے کر تصویریں اتروائیں تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

چار دن "نیا" کے پرانے سیٹ کی پھر سے شوٹنگ ہوتی رہی۔ نتیجہ کچھ اطمینان بخش نہ نکلا، اس سے تو پرانی شوٹنگ ہی اچھی تھی، مگر نیا گانا جو ریکارڈ ہوا اسے سن کر سارا اسٹوڈیم جھوم اٹھا۔ پتہ نہیں واقعی گانا لاجواب تھا یا مصلحت ہی کچھ ایسی تھی کہ ڈوبتی "نیا" سنبھالا جائے۔

نہ جانے کیا ہو جاتا ہے کامیابی کیا کی ایک سیڑھی پر پہنچ کر انسان بالکل تنہا رہ جاتا ہے۔ آس پاس اس کے نوکر اور خوشامدی رہ جاتے ہیں۔ غرض کی تو یہ دنیا ہے۔ دوستوں کو نبھانے کے لئے نہ فرصت اور نہ فلمی زندگی اس کی مہلت دیتی ہے، ساتھ کام کرنے والے ہی دوشت یا دشمن رہ جاتے ہیں۔ کبھی تو دوست بھی

ماتحت بن کر غیر لگنے لگتے ہیں- خلوص کی جگہ مصلحت آڑے آجاتی ہے- وہ اپنے کچھ پرانے دوستوں کو اپنے ساتھ لایا کہ شاید ان کی صحبت میں پھر وہی املی کے درخت کے نیچے بتائے ہوئے دن واپس لوٹ آئیں گے- وہی ہنسی مذاق' دھول دھپا' لونڈیوں کے پرزے اڑانا' مگر بہت جلد نوکر اور آقا کا رشتہ آڑے آگیا- اگر پھر بھی وہ دوست ہی بننے پر مصر ہوا تو سارے ماتحت اسٹاف کی نظر میں کھٹکنے لگا- لگائی بجھائی شروع ہو گئی اور اس کا پتہ کٹ گیا- کبھی ترویدی سے کیسی بے تکلف دوستی تھی- اس کے گھر کھانا کھانے جاتا تو ہمیشہ پیٹ خراب کر لیتا تھا- اس کے کپڑے برسوں پہنے اور احسان اتارنے کے لئے اپنے ساتھ لے لیا- ترویدی ہوشیار تھا اور ایسی حرکت کبھی نہ کی اسٹاف کو شکایت ہوتی- وہ پیٹھ پیچھے سب کے ساتھ بیٹھ کر ہاں میں ہاں ملایا کرتا تھا اور دھرم کے بارے میں اس نے بہت سے لطیفے ایجاد کئے تھے-

"تم دونوں کو چھٹی کی ضرورت ہے-" "ناز" کی آوٹ ڈور شوٹنگ کے لئے یونٹ نینی تال جا رہا تھا- رندھیر نے دھرم کو بھی رائے دی کہ چلو ذرا تفریح رہے گی-

مگر منگلا کی حماقت دیکھئے کہ عین وقت پر ایک چیرٹی شو میں گانے کا وعدہ کر لیا-

"تم چلو میں تین چار دن میں آجاؤں گی-"

دھرم واقعی تھک گیا تھا- ویسے اس دن سیٹ پر ترویدی کو ٹوکنے کے بعد دھرم نے اپنی غلطی مان لی تھی' مگر پھر بھی ترویدی یہ نہیں چاہتا تھا کہ انڈسٹری میں یہ بات اڑ جائے کہ دھرم فلم کی طرف سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے- کیونکہ ترویدی کو دخل در معقولات ناگوار گزرتی ہے- اسٹوڈیو سے ہمیشہ بات توڑ مروڑ کر باہر پھیلائی جاتی ہے- وہ دھرم دیو کو مانتا تھا بڑے کھلے دل سے اس کی رائے مانتا تھا- دھرم کی رائے ہمیشہ مفید ثابت ہوتی تھی- وہ دھرم ہی سے نہیں' رندھیر سے' کیمرہ مین سے اور دوسرے اسسٹنٹوں کی رائے بھی فائدہ اٹھاتا تھا- فلم اچھی بنی تو نام اسی کا ہو گا-

کوئی رائے دینے والوں کو نہیں گنے گا۔
نینی تال پہنچ کر وہ دو دن مسلسل سونے کا پروگرام بنائے رہا۔ کبھی بے تعلقی سے شوٹنگ کی طرف بھی نکل جاتا۔ ترویدی اسے دیکھ کر جھٹ ڈائریکٹر کی کرسی پیش کرتا۔
"بوس یہ سین بالکل قابو میں نہیں آ رہا ہے۔ یہ تمہارے لینے کا ہے۔" وہ مسکا لگاتا۔
"نہیں بھئی تم ہی لو......"
"اچھا دیکھتے تو رہو، غلطی کروں تو دینا ایک جھانپڑ۔"
"ایک نہیں دو ملیں گے۔" دھرم ہنستا۔
شاٹ تیار تھا۔ آخری ری ہرسل اور ٹیک۔ ترویدی نے پوچھا۔
"کیسا لگا؟"
"کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ ایک ری ہرسل اور۔" دھرم کا دھیان نہ جانے کدھر تھا۔ "کون سا سین ہے؟"
"ہیرو برف پر چلتا ہوا آتا ہے۔ کسی کے چھینکنے کی آواز آتی ہے۔" ترویدی نے سین کا فائل کھول کر بتایا۔
"اچھا اچھا' وہ سین۔ ہاں ایک ری ہرسل ہو جائے۔"
ہیرو آیا۔ چھینک کی آواز آئی۔ مگر اس سے پہلے ہی ہیرو ٹھنک گیا۔
"پھر سے پھر سے" ترویدی نے کیمرہ ٹرک بیک کروایا۔
"آٹھ دفعہ ہیرو چل کر آیا اور آٹھوں دفعہ کوئی نہ کوئی گڑبڑ ہو گئی۔
"بالکل ہی ٹھس ہے۔" دھرم نے رندھیر کے کان میں کہا۔
نویں بار خدا خدا کر کے معاملہ فٹ بیٹھا۔ ہیرو ٹھیک وقت پر چھینک کی آواز پر ٹھٹھکا جھک کر دیکھا برف کے تودے کے پیچھے ہیروئن بیٹھی تھی۔ وہی چھینک رہی تھی۔
"کون ہو تم؟" ہیرو پوچھتا ہے۔

"لڑکی!" ہیروئن پھر چھینک کر جواب دیتی ہے۔

"کیا کر رہی ہو؟" ہیرو پوچھتا ہے۔

"چھینک رہی ہوں۔" ہیروئن جواب دیتی ہے۔ زرینہ نے کچھ اس بھولپن سے کہا کہ دھرم زور سے ہنس پڑا۔ سارا سٹاف ساتھ میں ہنسنے لگا۔ دھرم کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ رندھیر زور سے ہنس پڑا۔ سارا سٹاف ساتھ میں ہنسنے لگا۔ دھرم اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ رندھیر کا چہرہ کھل اٹھا۔ اس کے لکھے ہوئے سین کی ایسی بے ساختہ داد اور وہ بھی دھرم کے منہ سے! شورٹ ٹھیک تھا۔ قہقہے نے بگاڑ دیا۔

"سوری ترویدی---- میری مسٹیک---- پھر سے لو----"

"بوس ہو جائے یہ سین!" ترویدی مسکا لگانے لگا۔

"نہیں جی' ڈائریکٹر تم ہو میں کون؟" دھرم تکلف کرنے لگا۔

"دھرم جی' دیکھو کٹی ہو جائے گی۔ یہ سین تو لینا ہی پڑے گا۔" وہ الگ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

"اے---- دیکھو یوں ناک مسلو۔" وہ زرینہ کو بتانے لگا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ دھرم بذات خود اسے ڈائریکٹ کر رہا تھا۔ عقیدت سے اس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ اور منہ دیکھتی رہ گئی۔

"منہ کیا دیکھ رہی ہو۔ ہاں یوں ناک مسل کر پھر چھینکو۔"

زرینہ نے بے ساختہ چھینک ماری۔

"افوہ ایسے نہیں---- پہلے ناک۔" مگر زرینہ چھینکے جا رہی تھی۔

"میں تھوڑی چھینک رہی ہوں۔ آپ سے آپ آ رہی ہے چھینک۔" وہ پھر چھینکی۔

"ایں؟ اچھا جلدی کرو۔ ورنہ برف میں اکڑ کے مر جاؤ گی۔ ایک پیالی چائے دو۔"

"ارے بھئی تم بیٹھو۔" ترویدی نے انیل سے کہا۔ وہ بڑی معترض نظروں سے کبھی ترویدی کو اور کبھی دھرم کو دیکھ رہا تھا۔

اتنے میں ایک بادل کا ٹکڑا آگیا اور سب چائے پینے لگے۔
چائے کے بعد پھر کام شروع ہوا۔
"رندھیر یہ سین او۔ کے ہوا تھا۔"
"ہاں---- یہ دیکھو تمہارے ہاتھ کا نوٹ لکھا ہوا ہے۔ کیا بات ہے؟"
"کچھ نہیں، کچھ جم نہیں رہا ہے۔ مزے دار سین ہے۔ ذرا کچھ اور ہونا چاہیے۔"
"ریڈی۔" ترویدی نے دھرم سے کہا۔
"سنو، ایسا کرو تم دوسرا سین شروع کردو---- آج ذرا اسے دیکھ لیں۔ کل شوٹ کریں گے۔ کیوں؟"
"بالکل بالکل۔" ترویدی سین جمانے لگا۔
یہ سین بڑا ٹیڑھا تھا۔ ہیرو ٹہلتا جارہا ہے۔ بازو سے ہیروئن اچانک نکل کر ٹکرا جاتی ہے۔ پہلے ری ہرسل میں جب ہیروئن ٹکرائی تو ہیرو کا توازن بگڑ گیا۔
دوسری دفعہ زرینہ کی چپل کی ایڑی برف میں پھنس گئی۔ اور وہ لڑکھڑا گئی۔
اب کے جو زرینہ آئی تو انیل نے بے اختیار ہاتھ پھیلا کر اسے روک دیا۔ وہ بیوقوفوں کی طرح منہ تکنے لگی۔ جتنی زیادہ ریہرسل ہوئی اتنے ہی نیل کے حواس گم ہوتے گئے۔
"تھوڑی دیر ستالو۔" ترویدی نے اسے ایک طرف لے جاکر کہا۔ سب کو غریب ہیرو پر ترس آرہا تھا۔ یہی تو موقع ہے اس پر ترس کھانے اور ہنسنے کا۔ دو چار فلمیں گوڑ کے پھر چوٹی پر چڑھ جائے۔ پھر مرضی ہے جو کچھ کرے کسی کی مجال نہ ہوگی چوں بھی کرنے کی، ایسے وقت میں لوگ بڑے بے رحم ہوجاتے ہیں۔
انیل گم سم سا ایک طرف بیٹھ گیا۔ سالا دھرم دیو جب سیٹ پر آجائے گا ستیاناس مار دے گا۔ بڑا نازک وقت تھا۔ پرانا ہیرو پچاس ری ٹیک کروائے کوئی اس کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ دھرم دیو بڑا مشکل پسند ہے۔ چار پانچ ریلیں بن گئیں تو کیا ہوا جی میں آگئی تو چھری گردن پر پھیر دے گا۔

دھرم نے انیل کو خود ریہرسل کر کے بتایا۔

زرینہ بھاگتی آئی۔ ٹکرانے کی ہمت نہ پڑی۔ ایک دم جھجک گئی۔

"ارے!" دھرم مسکرایا۔

دوسری بار آئی تو ایک دم لنگڑانے لگی۔ اس کے جوتوں میں برف بھر گئی۔

تیسری بار بھاگتی آئی۔ قریب آکر چال ست کی پھر ہولے سے ٹکرا گئی۔ بے حد نادم اور کھسیانی۔

"ایسے نہیں' یہ کیا۔ پہلے رک گئیں پھر پھس سے ٹکرا گئیں۔ ایک دم بے خیالی میں بھاگتی آؤ زور سے ٹکراؤ۔ سمجھیں۔"

"جی۔" وہ پھر واپس گئی۔

اب کے وہ قلانچیں بھرتی تیر کی طرح آئی اور دھائیں سے دھرم دیو کی چھاتی پر گولی کی طرح لگی۔ جیسے دھرم اس کے تھپڑ ہی تو مار دے گا۔ پھر دھرم ہنس پڑا اور وہ بھی ہنسنے لگی۔

انیل خاموش بیٹھا سگریٹ کے لمبے لمبے کش لے رہا تھا۔

ریہرسل پر ریہرسل ہوتا رہا۔ زرینہ تھک کر چور ہو چکی تھی۔ ہاتھ پیر رف ہو رہے تھے۔ کئی بار آنکھوں تلے اندھیرا آگیا۔ دھرم دیو ڈھٹائی سے کھڑا ریہرسل لئے جا رہا تھا۔

آخری بار زرینہ بھاگتی آئی۔ چھ انچ دور رک گئی۔ سمجھ میں نہیں آیا۔ بگڑتے سین کو کیسے سنبھالے۔ ایک دم سسکیاں لے کر سر دھرم دیو کی چھاتی پر ٹکا دیا۔

ایک لمحہ کے لئے دھرم سناٹے میں رہ گیا پھر اس نے زرینہ کو دونوں ہاتھوں سے ایسے دور پھینکا جیسے وہ کوئی سانپ یا بچھو ہو ۔ وہ اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ مارے غصے کے دھرم کا منہ لال ہو گیا اور اس سردی میں بھی روم روم سے پسینہ پھوٹ نکلا۔ وہ ایک دم مڑا اور ترویدی کو سین لینے کے لئے کہہ کر گیسٹ ہاؤس کی طرف چل دیا۔

زرینہ کو اپنی قسمت کا فیصلہ معلوم ہوگیا۔ وہ برف پر ہاتھ ٹیکے ہوئے بیٹھی رہی۔

"کیا مرنے کا ارادہ ہے۔ اٹھو۔" ترویدی نے ریہرسل لینا شروع کیا۔ دو چار دفعہ میں اچھا خاصہ سین جم گیا۔

"ٹیک کیجئے نا۔" انیل نے کہا۔

"ابھی سے پیر نہ نکالو پیارے دو چار فلموں کے بعد حکم چلانا۔" ترویدی دھرم کے پاس پہنچا۔ وہ دراز سے بوتل نکال رہا تھا۔

"بوس شوٹ ریڈی ہے!"

"ٹیک کرو۔"

"ٹیک تو تمہیں ہی کرنا ہوگا۔"

"بس جی جیسا بھی ہو ٹھوک دو۔"

"ٹھوکوں گا نہیں۔"

"تو پیک اپ کرو۔" دھرم دیو بھی گرم ہوگیا۔

"بہت اچھا۔" وہ پیر پٹختا واپس لوٹ گیا۔

"پورا دن خاک میں مل گیا۔" کیشو اس کے گلاس میں برف ڈال رہا تھا اور آپ ہی آپ بڑبڑا رہا تھا۔

"پہلے تو کچرا بھر لیتے ہو پھر جب گھوٹالا ہوجاتا ہے تو اپنا خون جماتے ہو۔ کیا فائدہ ان باتوں سے؟ کتنا کہا بے کار سالے نئے ہیرو پر پیسہ نہ بہاؤ نہ باہر کام کرتے ہو نہ اپنی فلم میں۔ آخر سوچا کیا ہے؟"

دھرم منگلا کو کال بک کر رہا تھا اس نے کیشو کی بکواس سنی ان سنی کردی۔

سارا دن مٹی میں مل گیا۔ ہوٹل میں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی موت ہوگئی ہو روز شوٹنگ کے بعد برآمدے قہقہوں سے گونجا کرتے تھے۔ پینے پلانے کا سلسلہ شروع ہوجاتا۔ دو چار میزوں پر رمی یا فلیش ہونے لگتا۔ رندھیر ترویدی اور کیشو دھرم کے ساتھ گپ شپ یا دوسرے دن کے پروگرام کے بارے میں باتیں کیا

کرتے۔ زرینہ بہت جلدی سو جایا کرتی تھی۔ کبھی اپنی ہیئر ڈریسر کے ساتھ کیرم کھیلنے لگتی۔ پھر جا کے سو جاتی۔ آج وہ ماں کے پاس خاموش بیٹھی ناریل کے تیل سے میک اپ اتار رہی تھی۔ ترویدی سب سے الگ منڈیر پر بیٹھتا تھا۔ انیل خط پوسٹ کرنے ذرا نیچے گیا تھا۔

دھرم دیو کو بمبئی کی کال مل گئی۔ وہ منگلا پر غصہ ہو رہا تھا۔

"خاک ڈالو چیریٹی شو پر تم فوراً آؤ۔" اس نے حکم دیا۔

"مگر تم نے خود کہہ دیا تھا۔ رفیع برا مانیں گے۔"

"اور میں جو برا مانوں گا تو؟ تمہارے بغیر بھی تو شو ہو سکتا ہے۔"

"اُفوہ۔۔۔۔ دیکھو۔"

"کچھ نہیں دیکھنا ہے۔ منگو، پلیز آجاؤ۔۔۔۔ ورنہ میں شوٹنگ بند کر کے آرہا ہوں۔"

"ایسا نہ کرنا۔۔۔۔ کتنا نقصان آگے ہی ہو چکا ہے۔"

"اور ہو جائے گا۔"

"پوسٹر میں نام دے دیا ہے۔ نہ جاؤں گی تو لوگ بڑا دنگا مچائیں گے۔ لتا جی سے تو رفیع صاحب کی ان بن ہے۔ میرے ہی بھروسے پر ہیں۔"

"اور میں کس کے بھروسے پر ہوں؟"

"بات کیا ہے؟"

"بات کیا ہوتی۔" وہ چڑ گیا۔ "نہیں آتیں تو نہ آؤ۔" اس نے فون پٹخ دیا۔

اسے خود نہیں معلوم تھا تو وہ کیا بتاتا کہ کیا بات ہے۔ بعض جانور اتنے حساس ہوتے ہیں کہ آنے والے خطرے کی بو دور ہی سے سونگھ کر چوکنے ہو جاتے ہیں۔ ایک ان جانی سی الجھن۔ بلا وجہ کی جھلاہٹ۔

زرینہ جمال کی ماں اپنے ہی خیالات میں گم تھیں۔

چھوٹی چھوٹی بچیوں کو چھوڑ کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ پہلے موٹر بکی پھر فرنیچر نیلام ہوا۔ پھر گھر بھی چھوڑنا پڑا۔ ایک چھوٹے سے گھر میں بچیاں پھوٹ پھوٹ کر

روتیں، ضد کرتیں۔ شوقیہ بچیوں کو ڈانس سکوایا تھا وہی روزی کا ذریعہ بن گیا۔ اسٹیج پر مہینے میں دو چار پروگرام ہو جاتے تھے۔ بڑی کی چودھویں سال ہی شادی کر دی۔ تین سال بعد باقی دو کی بھی تھوپ دیں۔ زرینہ سب سے چھوٹی رہ گئی۔ جب دوستوں کے کہنے پر فلم میں کام کروایا تو کسی نے اعتراض تک نہ کیا۔ کسے اتنی پرواہ تھی کہ ان سے ناطہ جوڑتا۔ ڈیڑھ سال ہونے کو آیا اس مردار فلم لائن میں پیر نہیں جمنے پائے۔ ایک ڈانس ملا سو اسے بھی لوگ بھول بھال گئے۔ اب یہ فلم چل رہی تھی اس کے بھی لالے نظر آرہے ہیں۔ باہر اسٹاف کے لوگ سرگوشیاں کر رہے تھے۔ دماغ خراب ہو گیا ہے جان جان کر اپنا گلا اپنی چھری سے کاٹتا ہے۔ یہ تو دھرم کی پرانی عادت ہے۔ بار بار ایک سین کو پیٹے جانا یہاں تک کہ اس کا کچومر نکل جائے۔ پھر اٹھا کر پھینک دینا۔ پوری پوری پکچر دوبارہ بن رہی ہے۔ مگر یہی نسخہ آخر میں کارگر ہو جاتا تو سارا نقصان نفع میں بدل جاتا۔

دھرم اپنے کمرے میں اکیلا بیٹھا وہسکی پی رہا تھا۔ رندھیر اور کیشو آئے تھے۔ انہیں اس نے ٹرخا دیا کہ نیند آرہی ہے۔

"آسکتی ہوں!" ایک دھیمی سی آواز آئی۔

"کون؟"

"میں---- جی میں زرینہ۔" وہ دروازے میں سے سہمی ہوئی چوہیا کی طرح جھانک رہی تھی۔ سیٹ پر نہ ہو تو یہ لڑکی کس غضب کی ایکٹنگ کرتی ہے۔

"کیا ہے؟"

وہ آکر چپ چاپ کھڑی ہو گئی۔

"ممی کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟ بیٹھو نا۔"

وہ کرسی کی نگر پر اکھڑی سی ٹک گئی۔

"کیا کچھ کہنا ہے؟"

"جی!"

"تو کہو۔" وہ اسی طرح بے توجہی سے ایک میگزین کے ورق الٹنے لگا۔

"اب روئے گی یہ لڑکی۔" وہ ڈرا۔

"اماں کہتی ہیں۔ دہلی سے ٹرین پکڑ لیں گے۔"

"ٹرین ---- پکڑ لو گی!"

"ہاں ---- یہاں سے بس میں چلے جائیں گے۔"

"کیوں؟"

"ہوائی جہاز سے بہت خرچہ ہوتا ہے۔"

"ہوں۔ پھر؟"

"کل صبح ہم چلے جائیں گے۔ بس سے اور پھر ٹرین پکڑ لیں گے۔"

"کل صبح چلی جاؤ گی؟"

"ہاں۔"

"کہاں؟"

"بمبئی ---- پھر وہاں سے حیدر آباد۔"

"حیدر آباد! اور یہ جو پانچ سال کا معاہدہ کیا ہے؟"

"وہ تو ختم!"

"ختم؟"

"ہاں، آپ کو میرا کام پسند نہیں آیا ---- تو۔"

"تمہارا کام نہیں پسند تو اس سے تمہیں مطلب؟"

"جی؟" وہ چکرا گئی۔

"جی جی کیا لگائی ہے۔" وہ ایک دم بگڑ گیا۔ "لاکھوں کا معاملہ ہے۔ گڑیوں کا کھیل تو نہیں۔ سارا نقصان تم بھرنے کو تیار ہو۔"

"توبہ! میں کہاں سے بھروں گی۔" اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

"تو پھر کیوں بک بک کر رہی ہو۔ جاؤ اب سو جاؤ۔ صبح جلدی اٹھنا ہے۔"

"تو پکچر بند نہیں ہوگی۔" بے اختیار آنسو بہہ نکلے۔

"کس نے کہا پکچر بند ہو رہی ہے؟"

"سب کہہ رہے ہیں' یہ فلم بھی ڈبہ میں بند ہو جائے گی۔"

"بکتے ہیں سب تو ---- تمہیں کل کے لئے ڈائیلاگ یاد ہیں نا۔"

"جی -----"

"تو بولو ---- کون ہو تم۔" اس نے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھک کے پوچھا۔

"لڑکی!" زرینہ نے سسکی لی۔

"یہاں اتنی سردی میں کیا کر رہی ہو۔"

"فی الحال تو ---- چھینک رہی ہوں۔" مگر چھینک ہچکیوں میں الجھ گئی۔

"جھوٹ بالکل جھوٹ تم تو رو رہی ہو۔ ایسے کام نہیں چلے گا۔ محنت کرنا پڑے گی سمجھیں۔"

زرینہ نے سر ہلا دیا۔

"کھانا کھا لیا؟"

"نہیں۔ اماں نے کہا بھوک نہیں اس لئے میری بھی بھوک اڑ گئی۔"

"اور کوئی گرم کپڑا کیوں نہیں پہنا؟ مر گئیں تو جانتی ہو کتنے لاکھ کا نقصان ہو جائے گا۔ پورے تین لاکھ ڈوب جائیں گے۔" نہ جانے کیوں ایک دم جی ہلکا ہو کے بڑبڑ کرنے کو جی چاہ رہا تھا۔ اتنے میں رندھیر جھانکا وہ پلٹ کر جانے لگا تو دھرم نے پکارا۔

"ارے رندھیر کھانا کھا لیا؟"

"نہیں وہی پوچھنے آ رہا تھا۔"

"اس بے وقوف لڑکی نے بھی نہیں کھایا اور اماں بھی بھوکی ہیں۔ ایسا کرو کیشو سے کہو ہم سب کا کھانا ادھر ہی بھجوا دے۔"

"کیوں' کیا مار پڑی؟" رندھیر نے زرینہ کی آنکھوں میں جھانک کر پوچھا۔

"نہیں آج تو چھوڑ دیا ہے۔ کہتی ہے صبح گھر جائیں گے۔ میں نے کہا پکچر کا نقصان بھر دو۔ چلی جاؤ ----"

"ٹھیک تو ہے۔" رندھیر اسے موڈ میں دیکھ کر کھل پڑا۔ "ابے او کیشو کے

بچے ---- وہ چیختا ہوا باہر لپکا۔

اس کی آواز کی لہک سے ہی لوگ سمجھ گئے۔ مطلع صاف ہوگیا۔ رینہ کو سکھا پڑھا کر بھیجنا کام آگیا۔ کیمرہ مین مادھو کرنے جھٹ تکیے کے نیچے سے تاش نکالے اور بانٹنے لگا۔

دھرم دیو کو دیکھ کر ترویدی منڈیر سے اتر آیا۔ دھرم نے یاروں کی طرح اس کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور دھکیلتا ہوا سیڑھیوں سے اتر گیا۔

زرینہ کی اماں کو دیکھ کر بڑی پریشانی ہوئی۔ بمبئی کی آب و ہوا شاید انہیں راس نہیں آرہی تھی۔ پہلے سے بہت ضعیف لگ رہی تھیں۔ انہیں دیکھ کر اپنی ماں یاد آگئی۔ ایک عمر کو پہنچ کر سب عورتیں ایک شکل کی لگنے لگتی ہیں۔

"ارے ارے اٹھئے نہیں۔" اسے دیکھ کر وہ اٹھنے لگیں تو دھرم نے روکا۔ انہیں وہیں سوپ وغیرہ دے دیا گیا۔ اور سب وہیں فرش پر پالتی مار کر بیٹھ گئے۔

"اپنی پکچر کب شروع کر رہے ہیں؟" زینہ نے سب کو کھانا نکال کر دیا۔

"یہاں سے جاکر ---- کیوں کام کرنے کا ارادہ ہے؟"

زرینہ نے دانت نکال کر سر ہلا دیا۔

"پچھتاؤ گی۔"

"کیوں؟"

"سیٹ پر میرا دماغ خراب ہوجاتا ہے۔ بہت ڈانٹ پڑے گی۔"

"پرواہ نہیں۔" زرینہ نے سر جھٹک کر ایک لٹ رخسار پر گرالی۔

"سوچ لو۔" دھزم کا جی چاہا وہ لٹ واپس بالوں میں اڑس دے۔

"سوچ لیا۔ ڈانٹ تو کیا مار بھی پڑے وہ بھی منظور۔" ایک لمحے کو دونوں کی آنکھیں الجھیں۔ دھرم کھانے پر جھک گیا۔

"بھئی گواہ رہنا رندھیر۔ پھر رونے پیٹنے سے کام نہیں چلے گا۔"

"جی ہاں، ذرا کم روتی ہوں۔" زرینہ تنک کر بولی۔

"بھول گئیں آج کی رگید۔" رندھیر نے چھینٹا کسا۔

"پہلے دن سب کو ہی ڈر لگتا ہے۔"

"اب ڈر نکل گیا۔"

"بالکل مار ڈالنے سے تو رہے۔"

"اور جو مار ہی ڈالا؟"

"تو پورے تین لاکھ کا پڑا۔" زرینہ نے ہاتھ سے تلوار چلائی۔ دھرم نے ایک زور دار قہقہہ لگایا۔

"اب کی پکچر سپر ہٹ!" رندھیر نے سوچا اور تر بتر لقمہ منہ میں رکھ لیا۔ ایسا بے پناہ قہقہہ بہت دن بعد سنائی دیا۔ دھرم اپنے رنگ پر آرہا ہے۔ تریاق اثر دکھا رہا ہے۔ بس دو چار ہٹ لگ جائیں۔ پھر کوئی اور فیتہ مل جائے گا طبیعت بھڑکانے کو۔ سچ تو ہے گرہستی کا جوا ایک فن کار کے کندھے پر نہیں بجتا۔ پابندیوں میں دل کی امنگ نہیں پلتی اور جب امنگ ہی مر جائے تو فن کہاں جی سکتا ہے۔

دھرم دیو جب اپنے کمرے میں آیا تو اتنی تنہائی نہیں تھی جیسی روز ہوا کرتی تھی۔ بات ہی کیا تھی۔ منگلا دو دن بعد آنے ہی والی تھی۔ آخر چیریٹی شو بھی تو ایک نیک کام ہے۔ بچہ بھی کمزور ہے سردی نہ پکڑ لے۔ اس سے جھگڑا بیکار ہی کیا۔

دوسرے دن ریہرسل بڑے زور شور سے شروع ہوگئے۔ انیل چہرے پر جھوٹی ہنسی چپکائے الگ بیٹھا تھا۔ دھرم دیو کی یہ عادت تھی وہ چھوٹی سے چھوٹی بات آرٹسٹ کو خود کر کے دکھاتا تھا۔ زرینہ ایک پتلی سی قمچی کی پتیاں سوت کر لائی اور بڑے ادب سے دھرم کو پیش کی۔

"یہ کیا؟"

"غلطی کرونگی تو ضرورت پڑے گی سزا دینے کے لئے۔"

"اوہ!" دھرم ہنسنے لگا۔

ذرا دیکھئے ٹھیک چلتی ہے کہ نہیں۔" زرینہ نے ہتھیلی پھیلا دی۔

"پہلے غلطی تو کرو۔"

"تو کیا ہے 'ایڈوانس چلے گا۔"

دھرم نے ہلکے سے قمچی اس کی ہتھیلی پر چھوا دی۔

"ذرا کس کے ماریئے۔"

"ریڈی!" ترویدی بیچ میں آن ٹپکا۔

شوٹنگ کچھ یونہی اوٹ پٹانگ سی ہوئی۔ سین لئے گئے پھر بدل بدل کر لئے گئے۔ دھرم کا موڈ حد سے زیادہ چونچال ہو رہا تھا۔ ریہرسل ہوتے پھر ڈسکشن ہونے

لگتے۔ کبھی رندھیر کے ساتھ کبھی ترویدی کے ساتھ۔ پھر طبیعت گھبرا گئی۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ زیادہ موزوں تھی۔ سارا تام جھام ادھر ڈھویا گا اتنے میں سورج جھک گیا پیک اپ ہو گیا۔

سوائے انیل کے سب خوش تھے۔ خدا خدا کر کے پرانا دھرم دیو تو جاگا۔

"کام اچھا کرتی ہے۔" جب سب پینے پلانے کے لئے جمع ہوئے تو رندھیر نے کہا۔

"ہاں۔ بری نہیں۔" دھرم نے اوپری دل سے کہا۔

"وہ سالا لمڈ ھییک بالکل مٹی کا مادھو ہے۔"

"محنت نہیں کرتے یہ لڑکے، بس فلم اسٹار بن بیٹھتے ہیں۔ تھرڈ کلاس کمپنیوں سے کانٹریکٹ مل جاتے ہیں۔ پھر ان کے دماغ نہیں ملتے۔

انیل کو جیسے ہی دھرم نے سائن کیا پانچ نئی فلموں کا معاہدہ ہو گیا۔ مگر ابھی تین شروع بھی نہیں ہوئی تھیں۔ ڈسٹری بیوٹر دھرم کی فلم کے انتظار میں تھے۔ اگر ہیرو چل نکلا تو قسطیں جاری ورنہ دیکھا جائے گا۔

"یار تم اسے چھوڑو میری کہانی پر لگ جاؤ۔" دھرم نے رندھیر سے کہا۔ دھرم کی کہانی کئی دفعہ چلی پھر ٹھپ ہو گئی۔ کبھی جوش آجاتا تو بڑے زور شور سے کام ہونے لگتا۔ پھر کوئی دوسرا پھڑکتا ہوا آئیڈیا مل جاتا اور کچھ دن بعد جب اس سے جی اکتا جاتا تو پھر گھوم پھر کر اس کہانی پر تان ٹوٹتی۔ تین سال سے دھرم اس کہانی کی ادھیڑ بن کر رہا تھا۔ رندھیر کی چڑ ہو گئی تھی وہ کہانی۔ مگر دھرم کا موڈ دیکھ کر اس پر کام ہونے لگا۔

دھرم کی طبیعت کچھ ایسی حاضر تھی کہ کہانی بنتی چلی گئی۔

منگلا بغیر اطلاع دیئے پہنچ گئی کہ دھرم اس کے اچانک پہنچنے سے اچھل پڑے گا۔ جب وہ ایک ہاتھ میں ببلو کی انگلی اور دوسرے میں بیگ لئے داخل ہوئی تو زرینہ آنکھیں بند کئے سزا کے لئے ہاتھ پھیلائے منہ ہی میں منہ میں کچھ بدبدا رہی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔" دھرم نے آگے جھک کر پوچھا۔
"دعا پڑھ کے پھونک رہی ہوں کہ چوٹ نہ لگے۔"
"جنتر منتر سے کام نہ چلے گا۔" دھرم ہنسا۔
"اچھا لگائیے۔" زرینہ نے ہتھیلی پر پھونک مار کر کہا۔
دھرم نے ہلکی سی چھڑی لگائی۔
"ذرا کس کے ماریئے۔ واہ سزا دینی بھی نہیں آتی۔ یہ دیکھئے۔" چھڑی لے کر اس نے سڑاک سڑاک اپنی ہتھیلی پر لگائی۔
"ارے پگلی۔" دھرم نے اس کے ہاتھ پر ہتھیلی رکھ دی۔
قچی جو پڑی تو تلملا گیا۔
"ہائے سوری ---- سوری۔" دروازے پر جو نظر گئی تو چیخ اٹھی "دیدی!"
"تم نے تار کیوں نہیں دیا؟" اس نے ببلو کو لینا چاہا مگر وہ منگلا کے پیچھے چھپ گیا۔
"سوچا تار سے پہلے خود پہنچ جاؤں گی۔" آہستہ آہستہ سب کھسکنے لگے۔ زرینہ نے ہاتھ پھیلائے ببلو بھاگ کر اس کی گود میں چڑھ گیا۔ وہ اسے لے کر چکر لگانے لگی۔
"بڑا پاجی ہے۔ ہم نے بلایا تو اکڑ گیا۔ بے بی تو ٹھیک ہے؟"
"ہاں ممی کے پاس چھوڑ دیا ہے۔ دو کو کیسے سنبھالتی۔ پرسوں ہے شور رفیع میری جان کو آ گئے۔ مگر میں نے کہہ دیا بابا ٹرنک کال آیا ہے۔ سب گھبرا گئے۔ کہ نہ جانے کیا بات ہے؟"
"تم نے کیا کہا؟"
"کیا کہتی؟"
"کہہ دیتی' میرا پتی میرے بنا ایک پل نہیں رہ سکتا۔ نہ گئی تو کھڈ میں کود کر جان دے دے گا۔ اس نے منگلا کو بانہوں میں سمیٹ لیا۔
ہنی مون کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ دھرم نے اسے یوں ٹوٹ کر پیار کیا۔

جیسے کوئی سویا ہوا کسی ان جانی آہٹ سے جاگ پڑا ہو۔

"کہاں تھے، بہت دنوں بعد درشن ہوئے۔" منگلا نے اس کی محبت کے جوش میں ڈوب کر پوچھا۔

"تمہیں ہی ڈھونڈھتا رہا تھا۔" وہسکی اور منگلا۔ پھر وہسکی جتنی پیتا پیاس بڑھتی ہی جاتی۔ وہسکی کی بھی اور منگلا کی بھی۔ منگلا کبھی تو بوکھلا جاتی۔ ببلو کا بہانہ کر کے بھاگ جاتی۔ زندگی میں پہلی بار اپنی جان کی قسمیں دے دے کر اس نے منگلا کو بھی پلائی۔ دھرم کی بات کون ٹال سکتا تھا۔ اور پھر وہ تو اس کی پتنی تھی، محبوب تھی، وہ فن کار تھی جو ایک بار گانا سن کر ٹیون یاد کر لیا کرتی تھی۔ پہلے ہی پیگ میں ساتویں آسمان پر پہنچ گئی۔ ستی ساوتری نے فاحشہ کے پیار کو مات کر دیا۔

اور ببلو زرینہ جمال کی گود میں سوجاتا۔ اسی کے ہاتھ سے کھانا کھاتا۔ وہی اسے نہلاتی دھلاتی۔

دولہا دلہن ہنی مون منا رہے تھے۔ بارات باہر بیٹھی سوکھ رہی تھی۔

"بیکار کیوں فلم گنواتے ہو۔" رندھیر نے ترویدی سے کہا۔ وہ چاہتا تھا کچھ تو کام نمٹا لے۔

"تو پھر ہم یہاں کیوں جھک مار رہے ہیں۔" مادھو بڑبڑایا۔ اسے اپنی گرل فرینڈ یاد آرہی تھی۔ نیک بخت سے بہت کہا ہیئر ڈریسر بن کے ساتھ چل، مگر اکڑ گئی۔

"یہ مالک سے پوچھو۔" ترویدی نے جواب دیا۔

"ارے بے چارے کو بمبئی میں تو فرصت نہیں ملتی۔ یہاں ذرا موقع ملا ہے کاہے کو ہشکاتے ہو۔ کھاؤ پیو مزے سے اور صحت بناؤ۔" رندھیر بولا۔

"تم بناؤ صحت اپنی تو قبر کھد رہی ہے۔" انیل بسورا۔

"ارے تم کاہے کو فکر مند ہوتے ہو۔ پانچ ریل پکچر ہو گئی ہے کوئی تمہیں ہاتھ نہیں لگا سکتا۔" ایک نیا اسسٹنٹ بولا۔ "اور یہاں سے جاتے ہی ترویدی صاحب دین دیال والی پکچر کی مہورت کر رہے ہیں۔" انیل کا جی ٹھہر گیا۔

خدا جانے فلم لائن میں انتہائی پرائیویٹ باتیں کہاں ٹپک کر گندے نالے میں پہنچ جاتی ہیں۔ دھرم دیو کے اسٹاف نے تو ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا مگر جب بمبئی پہنچے تو یہ خبر عام تھی کہ "ناز" ٹھپ ہو رہی ہے۔ نئے ہیرو کی گردن پر چھری چل رہی ہے۔ وہ بوکھلایا ہوا اپنے پروڈیوسروں کے یہاں دستک دے رہا ہے۔ ایک فلم کی تو نو ریلیں تیار تھیں۔ اس کے ڈسٹری بیوٹر نے قسطیں دینے میں کچھ ہچر مچر شروع کر دی تھی۔ دوسری فلم میں اس کا سائیڈ رول تھا کسی وقت بھی اڑ سکتا تھا، مگر اس کی ہیروئن انیل پر مہربان تھی۔ باقی کی تین فلموں کے پروڈیوسر فنانسر گھیرنے ریاستوں کے دورے پر گئے ہوئے تھے۔ کہ وہاں اب بھی فلم کے شوقین نواب زادے اور راج کمار پائے جاتے ہیں۔

دھرم دیو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کہانی پر کام کرنے کی غرض سے رندھیر کے گمنام سے شیڈ میں جا چھپا۔ رندھیر ایک فلمی "رنڈوا" تھا۔ ایک عدد بیوی وطن میں بچوں کو پال رہی تھی۔ وہ کبھی بمبئی نہیں آئی۔ مگر رندھیر اسے بڑی پابندی سے اپنی کمائی کا بیشتر حصہ بھیج دیتا تھا۔ دلو اس زمانے کی یادگار تھی جب وہ دوستوں کے ادھار پر بمبئی کی کٹھنائیاں جھیل رہا تھا۔ وہ ڈانڈا کے ٹھرا خانے میں ملی تھی۔ کمسن سی چکنی چپڑی سی لڑکی تھی، بس مچھلیوں کی سڑاند کوئی جھیل جائے تو خاصی مزے دار تھی۔ اس چھوٹی سی عمر میں بہت دنیا دیکھ چکی تھی۔ ایک دن نشے میں رندھیر اپنی جھونپڑی میں لے آیا۔ صبح اس نے جو غریبی دیکھی تو چولی سے پانچ روپے کا نوٹ نکال کر واپس تکئے کے نیچے رکھ دیا۔

نوٹ دیکھ کر رندھیر وہیں میلے پھٹے بستر پر بیٹھ کر اتنا رویا کہ ہچکی بندھ گئی۔ اس نے یہ پانچ روپے اس لیے خرچ کر دیئے تھے کہ کیوں نہ آخری بار زندگی کا مزہ چکھ لیا جائے۔ پاس ہی سمندر ہے تو سنکھیا پر پیسہ برباد کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان پانچ روپوں نے اس کی قسمت پلٹ دی۔ حسبِ عادت وہ نیمس میں ادھر ادھر آفسوں میں جھانک رہا تھا کہ کہیں شاید چائے پانی کا معاملہ ہو جائے کہ کسی نے کہا تمہیں دھرم دیو پوچھ رہے تھے۔

دھرم دیو......! دھرم دیو پوچھے تو پر کیا کہنے ہیں۔ اس نے کوئی لمبی چوڑی باتیں نہیں کیں جو دھرم دیو متاثر ہو جاتا۔ نہ دھڑا دھڑ آئیڈیے سنائے نہ مکالموں کا رعب جھاڑا۔ بس گم سم بیٹھا رہا۔

"کچھ ایڈوانس کی ضرورت ہو تو......" اس نے چلتے وقت پوچھا۔

"مل جائے تو ٹھیک ہے۔" اس نے بڑی لاپرواہی سے کہا۔

چیک بھنا کر وہ حسب عادت سیدھا ڈاک خانہ منی آرڈر کرنے پہنچا۔ مگر کچھ سوچ کر اندر نہیں گیا۔ وہاں سے ٹیکسی پکڑی اور سیدھا ڈانڈے پہنچا۔ خوب ڈٹ کر پی، تازہ تازہ مکھن میں تلی ہوئی مچھلی کھائی۔ پھر دلو کا پتہ پوچھا۔

"پیڈر روڈ والے فلیٹ میں ہو گی یا شاید میرین ڈرائیو والے گھر میں۔" ٹھرے کے "منیجر" نے کہا۔

"ایں؟" رندھیر چکرا گیا۔

"ارے ہاں پتہ جو پوچھ رہے ہو۔ کھسیائی کا پتہ کسے معلوم یار گھاس کھا گئے وہ۔"

رندھیر جب گھر پہنچا تو وہ چوکھٹ پر بیٹھی تھی اور بالکل دھرم پتنی کی طرح لڑنے لگی۔ اس نے ایک جھاڑ مارا۔ جب وہ کھاٹ پر گر کر اسے گالیاں دینے لگی تو اس نے پتلون کی جیب سے روپیہ نکال کر اس کے اوپر بکھیر دیئے۔

دو چار دن بعد رندھیر نے اس سے باندرہ کی مسجد میں نکاح کر لیا۔ سید امجد علی، فلمی نام رندھیر کی شادی ثریا بیگم اصلی نام دلو سے بڑی خاموشی سے ہو گئی۔ اور تین بچے بھی ہو گئے۔

رندھیر کے ہاں دلو ہر طرح کا آرام دے سکتی تھی مگر بچوں کا گلا نہیں گھونٹ سکتی تھی۔ اور تین بچے باری باری روئیں تو کہانی کیسے بنے، اس لئے درسوا میں ایک کاٹیج لے لی گئی۔ کاٹیج کا نام سن کر منگلا الف ہو گئی۔ وہ جانتی تھی ان کاٹجوں میں کیا ہوتا ہے۔

"پیڈر روڈ والے فلیٹ میں کیا خرابی ہے؟"

"ارے ہٹاؤ وہاں بیمار بڑھیا....." دھرم نے ٹال دیا۔

"بے چاری بڑھیا کیا تمہیں کاٹے گی۔ چار بیڈ روم ہیں۔ ڈرائنگ روم' ڈائننگ روم سب خالی ڈھنڈھار پڑے رہتے ہیں۔ وہ ماں بیٹی تو سب ایک کمرے میں رہتی ہیں۔ سب بند پڑا ہے۔ تم اگلے دو کمرے لے لو۔ بالکل الگ ہیں۔ کھانا پہنچ جائے گا۔" پھر منگلا نینی تال کے روپے کا رونا رونے لگی۔

یہ خبر بڑی تیزی سے انڈسٹری میں پھیلی کہ دھرم دیو زرینہ جمال کے ساتھ رہنے لگے ہیں۔ منگلا سے جھگڑا ہو گیا ہے۔ منگلا خوب ہنسی۔ احمق کہیں کے۔

شوٹنگ شروع ہو گئی۔ صرف اسٹاف کے لوگوں کو معلوم تھا کہ ہیرو بدل گیا ہے مگر یہ کسی کو نہیں معلوم سوائے چند خاص لوگوں کے کہ کہانی بھی بدل گئی ہے۔

انیل نے کچھ اڑتی ہوئی خبر سنی کہ شوٹنگ ہو رہی ہے' وہ دوڑا ہوا آیا۔

"مجھے اطلاع ہی نہیں دی۔" اسے اور کوئی تو ملا نہیں میک اپ مین سے پوچھا۔

"زرینہ کا کام ہو رہا تھا۔" اس نے ٹال دیا اور جلدی سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر انیل بیٹھا بور ہوتا رہا۔ پھر دھرم سے ملنے گیا۔

"ابھی باہر گئے ہیں۔" آفس بوائے نے کہا۔

دھرم دیو اندر ناک بھوں چڑھائے بیٹھا تھا۔

"بیکار پریشان ہو رہے ہو' میں کہتا ہوں ٹھیک ہو جائے گا سب" کیشو نے چڑ کر کہا۔

انیل سیٹ پر چلا گیا۔ سب اسے دیکھ کر بے حد کام میں مشغول ہو گئے۔ کام ہو رہا ہے کسے فرصت ہے۔

"ہلو" اس نے ترویدی کو دیکھ کر کہا۔

"ہلو" منہ پھیلائے ترویدی باہر چل دیا۔ وہ بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔

"کیا بات ہے؟" انیل نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ وہ خاموش چلتا

"بات اپنے تک ہی رہے۔" ترویدی نے میک اپ روم کی چٹخنی چڑھاتے ہوئے کہا۔

"ایں؟" انیل کے پیروں تلے سے زمین سرکنے لگی۔

"پکچر بند ہو گئی۔"

"ایں؟ تو پھر یہ شوٹنگ۔"

"پوچھو مت!"

"میرا کانٹریکٹ ہے مذاق نہیں۔ میں تو دھرم جی کی دھجیاں اڑا کے رکھ دوں گا' سمجھتے کیا ہیں۔"

"بس تمہاری طرف سے مجھے یہی ڈر تھا۔ میری طرف دیکھو بارہ سال سے اس انڈسٹری میں ناک گھس رہا ہوں۔ مانا کہ مجھ میں ہی کچھ کمی ہے ورنہ میرے اسسٹنٹ پروڈیوسر بنے بیٹھے ہیں۔"

"کیا بات کرتے ہیں.... آپ تو ان الو کے پٹھوں کو دس برس سکھا سکتے ہیں کہ بیٹا ڈائریکشن کیا چیز ہوتی ہے۔"

"جانتا ہوں پیارے..... مگر یہاں تو نصیب چلتا ہے نصیب۔ تم چاہو تو یہ قصہ کورٹ تک لے جا سکتے ہو۔ پر جانتے ہو کیا ہو گا؟"

"کیا ہو گا؟"

"مقدمہ جیت جاؤ گے..... کتنا وہائٹ کا کانٹریکٹ ہے؟"

"دس..... تیس بلیک۔"

"تو تیس کا تو کوئی سوال نہیں اٹھتا۔ رہ گئے بیس تو تم لے چکے ہو' یعنی دس وہائٹ اور....."

"پانچ کی رسید دی ہے۔"

"پانچ اور مل جائیں گے۔ پھر وہ جو کانٹریکٹ دھرم جی کی وجہ سے ملے ہیں ان میں سے تین تو مجھے معلوم ہے گول ہو گئے۔ رہ گئے دو۔ اگر تم نے یہ لفڑا چالو کر دیا تو وہ بھی کھٹائی میں پڑ جائیں گے۔ کورٹ میں دھرم جی کے ساتھ ہم سب

گواہی دیں ے کہ تم بالکل کوڑا ہو۔ بہت پیسہ برباد کروایا۔ نینی تال تمہارے سر منڈھ دیا جائے گا۔ سوچو پھر کون تمہیں ہاتھ لگائے گا۔"

"میں تھوکتا بھی نہیں اس انڈسٹری پر۔ میں کوئی ننگا بھوکا نہیں۔"

"ہاں تم واپس لوٹ سکتے ہوں، میرے لئے کوئی راستہ نہیں۔"

"ترویدی صاحب....."

"اگر تم ٹھنڈے دل سے سنو تو...... میں دھرم دیو سے کھلم کھلا بگاڑ نہیں کروں گا۔ وہ اپنی سی کرنے پر اتر آیا تو میرا کباڑا ہو جائے گا۔ بڑا ہیرو آدمی ہے، مگر جب ضد آ جائے تو بڑا زہریلا آدمی ہے۔ اندر والے سیٹھ بڑے سیدھے سے آدمی ہیں۔ انہوں نے ابھی انڈسٹری نہیں کھنگالی ہے۔ اس سے پہلے کہ کوئی ہشکائے دیال جی والی پکچر سیٹ پر چلی جائے۔ میں اس دن سے ہمیشہ ڈرتا تھا، میں نے پوری تیاری کرلی ہے۔ تمہارا دل ایسا ہے کہ جم جاؤ گے۔ جذباتی نہ بنو، سمجھ گئے۔"

"سمجھ گیا، مگر ایک دفعہ فلم بن جائے پھر......"

"پھر تم کامیابی کی خوشی میں سب بھلا دوگے میں دیال جی کے ہاں جا رہا ہوں انہوں نے بلایا ہے، چلتے ہو۔"

"چلئے۔" انیل کھڑا ہو گیا۔

"یوں نہیں تم چلو، مجھے ایرانی کے ہوٹل کے پاس مل جانا۔ وہاں سے ٹیکسی لے لیں گے۔ مجھے ذرا کیشو سے کام ہے۔"

لوگ کیسی بے پر کی اڑایا کرتے ہیں۔ منگلا یہ اچھی طرح جانتی تھی۔ خود اس کے لئے شادی سے پہلے مشہور ہو گیا تھا، دھرم نے اس کا اسقاط کروایا تھا۔ دھرم کی کوئی بات اس سے چھپی ہوئی نہیں تھی۔ جب ریتا پر وہ بالی کی شوٹنگ کے زمانے میں نرم ہوا تھا تو ساری انڈسٹری میں دھوم مچ گئی تھی۔ اس نے اپنے جاسوس چھوڑ دیئے تھے۔ جو اسے منٹ منٹ کی خبر دیتے تھے۔ زرینہ پر اسے شک کرنے کی کوئی وجہ ہی نہیں نظر آتی تھی۔ جب دھرم پیڈر روڈ والے فلیٹ میں کام کر رہا تھا تو زرینہ کی بڑی بہن اور بہنوئی آ گئے تھے۔ ماں کی بھی طبیعت ٹھیک تھی،

اس لیے یا تو وہ اسٹوڈیو چلی جاتی جہاں ناچ کی مشق کرتی تھی یا منگلا کے پاس آ جاتی، دونوں شاپنگ کو جاتیں یا بیٹھی گپیں لگایا کرتیں۔ زرینہ حد درجے کی باتونی تھی، وہ اب بھی نہ فلمی پریوں کے سے کپڑے پہنتی تھی نہ میک اپ کرتی تھی۔

منگلا روز اسٹوڈیو جاتی تھی، مگر اس نے کبھی زرینہ کو دھرم کے آفس میں نہیں دیکھا۔ دھرم نے اب ایک مستقل اسٹوڈیو لے لیا تھا۔ آفس کے ساتھ ہی پورا فلیٹ لگا ہوا تھا۔ اب اسکرپٹ کا کام وہیں ہونے لگا۔ زرین کے فلیٹ میں اس کی دوسری بہن بھی آئی ہوئی تھی۔ ان لوگوں کی تکلیف کے خیال سے دھرم نے اسٹوڈیو کا فلیٹ فرنش کر لیا تھا۔ جب منگلا ہوتی تو وہ اس کے ساتھ دفتر میں جا بیٹھتی۔ بس پورے وقت اس کا بٹوہ اٹھائے ساتھ رہتی۔ ایسا خیال کبھی کسی ہیروئن نے منگلا کا نہیں کیا تھا۔ اسے زرینہ پر بہت پیار آتا تھا۔ شوٹ کے بعد وہ بھاگی بھاگی منگلا کے پاس آتی۔

"ٹھیک تھا نا دیدی۔"

اپنے ڈائریکٹر سے پوچھو۔"

"واہ جی ہم تو ڈائریکٹر کے ڈائریکٹر سے پوچھیں گے۔ بس آپ سے ہی ٹھیک رہتے ہیں۔ ورنہ بس اپنا تو دم نکلتا ہے۔"

"تمہیں ان سے ڈر لگتا ہے۔"

"بہت!"

"کیوں؟"

"ارے بڑے غصے کے تیز ہیں۔ سنا ہے مار بیٹھتے ہیں۔"

"ہٹ پگلی، یہ تجھ سے کس نے کہہ دیا......"

سائیلنس۔" دھرم نے دونوں کی کھسر پھسر سے چڑ کر کہا۔ مائیک ٹیسٹ ہو رہا تھا، زرینہ دبک گئی۔

"کیا تم لوگ بڑبڑ کیا کرتی وہ۔ چپکی نہیں بیٹھتیں تو بھاگو یہاں سے۔" وہ منگلا کے پاس آ کر بولا۔

"دیکھا" زرینہ نے سہم کر منگلا کا بازو پکڑ لیا۔ "بھاگ چلو۔ اسی میں خیریت ہے۔"

"اچھا بابا جاتے ہیں۔" منگلا اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے بیٹھو میں نے تو مذاق کیا تھا۔"

"اوہو تو تم سمجھے ہم واقعی ڈر گئے۔ بابا کو دودھ دینا ہے۔" منگلا بٹوہ اٹھا کر چلی گئی۔ اس نے مڑ کر نہیں دیکھا کہ جب دھرم نے زرینہ کو ڈانٹا کہ بیچ سین میں ادھر ادھر کی باتیں نہ کیا کرو۔ موڈ ختم ہو جاتا ہے۔ سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے تو اس نے نادم ہو کر سزا کے لیے جلدی سے ہتھیلی بڑھا دی۔ دھرم کا منہ ایک دم فق ہو گیا۔ جیسے کوئی چیز اس کے وجود میں سے ابھری اور زرینہ کی صندلی ہتھیلی پر تڑپنے لگی۔ زرینہ بھی اس کا رنگ دیکھ کر ڈر گئی۔ شاید وہ اس مذاق کو بھول گیا ہو گا جبھی تو یوں غیروں کی طرح گھورنے لگا۔

سین بہت ہی نازک تھا۔ زرینہ ایک نہایت ستے قسم کی آبرو باختہ لڑکی کے روپ میں ایک بھولے بھالے شریف زادے کو بہکا کر اپنے کوٹھے پر لے جا رہی ہے۔ دو مہینوں سے ہزاروں روپے کی لاگت سے بنایا ہوا سیٹ پورے اسٹوڈیو میں کھڑا تھا۔ معلوم ہوتا تھا بمبئی کی گندی گلی لا کر سجا دی گئی ہے۔ دھرم دیو معصوم اور شریف ہیرو کے روپ میں کچے دھاگے سے بندھا اس کے جادو سے مسحور کھنچا چلا جا رہا تھا۔ زرینہ کے چہرے کا اتار چڑھاؤ ٹھمکتی ہوئی چال اور جسم کی توڑ مروڑ دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ نہایت تجربہ کار جسم فروش ہے۔ اس کے چہرے پر بدکاری کی پھٹکار تھی اور نگاہوں میں ننگی بھوک۔ پورا عملہ اس کی اداکاری سے مبہوت ہو رہا تھا۔ زرینہ کی بڑی بہن جسے شوٹنگ دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ اس بھیانک سین کو دیکھ کر سر سے پاؤں تک لرز رہی تھی۔ منگلا بھی سین سے ایسی متاثر تھی کہ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ گانا جو اس نے اتنا جی لگا کے گایا تھا زرینہ کے ہونٹوں پر اتنا عریاں اور فحش ہو جائے گا۔ کئی دن سے دھرم اس سین میں جان ڈال رہا تھا۔ دن رات ایک کر دیئے تھے۔ آج شاید وہ بھی یہ بھول گیا تھا کہ صرف فلم کا ایک سین

ہے۔ سین کے خاتمہ پر دیر تک سناٹا رہا۔

"کیسا رہا دیدی۔" زرینہ منگلا کے سامنے دو زانو ہو کر پوچھ رہی تھی۔

منگلا نے ایک پل کو اس فاحشہ کو دیکھا جو اس کے معصوم پتی کو تباہی کے غار میں لئے جا رہی تھی۔ ان معصوم آنکھوں میں ایک فن کار کی التجا تھی۔ اس نے لمبی سانس کھینچی اور زرینہ کو سینہ سے لگا لیا۔

اسٹوڈیو تالیوں سے گونج اٹھا۔ دھرم کی باچھیں کھل گئیں۔ اس نے ایک لفظ بھی زرینہ سے نہیں کہا اور دوسرے شوٹ کی تیاری میں جٹ گیا۔

دھرم کی یہ پرانی عادت تھی کہ جب شوٹنگ شباب پر ہوتی تھی تو سوائے فلم کے وہ ہر چیز کو بھول جایا کرتا تھا۔ منگلا سے بھی اس کی مانگ بہت سرد پڑ جاتی تھی۔ پکچر اسے بالکل اپنی سوتن لگتی تھی۔ جس کی چاہ میں وہ اپنی چہیتی بیوی کو بھی بھول جایا کرتا تھا۔ مگر اب وہ اتنی نادان نہ تھی۔ وہ دھرم اور اس میں رچے ہوئے فن کار کو پہچان چکی تھی۔ پہلے وہ حسد اور جلن کی آگ میں تپا کرتی۔ طرح طرح کے شک کرتی، جاسوس لگاتی، ذرا ذرا سی بات کا تبنگڑ بنا دیتی، مگر اب اس نے ہر طرف سے ٹھوک بجا کر دیکھ لیا تھا۔ اس کے دل میں شک شبے پیدا ہوتے تو وہ بلا سوچے سمجھے پھٹ پڑنے کے بجائے ٹھنڈے دل سے جانچ پڑتال کرتی اور اطمینان کر لیتی کہ یہ سب ایکٹنگ ہے۔ باہر ہی باہر ہے اندر کچھ نہیں، جیسے یہ دکھاوے کے محل دو محلے کچھ نہیں صرف کھپچیاں ہیں۔

مگر کھپچیاں ہی جوڑ جوڑ کر ارتھی سجائی جاتی ہے!

کیسی چھوٹی سی بات تھی، جو بنی تو پہاڑ بن گئی۔

رندھیر میک اپ روم میں زرینہ کو سین اور مکالمے سمجھا رہا تھا۔ وہ بڑے انہماک سے سن رہی تھی۔ اس کا چہرہ سین کے تاثر سے پگھلا جا رہا تھا۔ ملگجی سی ساڑھی میں وہ بڑی ہی دکھی اور لاچار لگ رہی تھی۔ دھرم بڑے غور سے اس کے چہرے کے نازک لرزشیں دیکھ رہا تھا۔

رندھیر کسی کام سے باہر چلا گیا، مگر وہ اسی طرح کچلی ہوئی سین میں غرق بیٹھی

رہی۔ اس کی اس خود فراموشی پر دھرم بے چین ہو گیا۔ وہ اس کے قریب گیا، مگر وہ پتھر کی مورتی بنی رہی۔ اپنی عادت کے بالکل خلاف اس نے اس کی ٹھوڑی اوپر اٹھائی۔ وہ اب تک ایکٹنگ کر رہی تھی۔ اس نے نامراد آنکھیں اوپر اٹھائیں اور ایک آنسو موتی بن کر ٹپک پڑا۔

کہ یہ بھی سین میں تھا۔

مگر دھرم وہاں نہیں تھا۔ اس نے کندھے پکڑ کر اسے اٹھایا۔

زرینہ سسکی بھر کے اس کے سینے سے لگ گئی کہ یہ سین تھا۔

دھرم نے جھک کر اپنے ہونٹ اس کے کانپتے ہوئے ہونٹوں پر رکھ دیئے، کہ یہ سین میں نہیں تھا۔

وہ نہ گھبرائی نہ بگڑی، اس کی بانہیں دھرم کی گردن میں حمائل ہو گئیں۔ اس کی گردن میں منہ چھپا لیا۔ پھر اس کے کرتے کا بٹن دانتوں میں لے کر کھن سے ہنس دی۔

کسی کے قدموں کی چاپ سن کر وہ اچھل کر الگ ہو گیا اور رندھیر آیا تو بغلیں جھانکنے لگا، مگر زرینہ وہی شرمائی ہوئی مسکراہٹ لئے خلا میں کھوئی رہی۔

"شوٹ تیار ہے۔ چلو۔" وہ فائل اٹھا کر چل دیا۔ دھرم بھی لپک کر اس کے پیچھے بھاگا۔

"کتنا خوبصورت سین ہے۔" اس نے میک اپ مین سے کہا، جو اس کا میک اپ درست کر رہا تھا، وہ کچھ نہ سمجھا۔ جب زرینہ سیٹ پر آ گئی تو دھرم کی گھگی بندھی ہوئی تھی، اس کی طرف دیکھتے ہوئے جان نکل رہی تھی، کبھی بھول چوک کی بڑی قیمت بھگتنی پڑتی ہے احمق پروڈیوسر کو۔ اب سالی رعب گانٹھے گی۔ ایسی دلیر نظروں سے دیکھے گی کہ میک اپ روم والا سین سب پر طشت از بام ہو جائے گا۔ بس اٹھلانا، موقع بے موقع لگاوٹ شروع ہو جائے گی۔ بڑا دھمال مچے گا۔" منگلا چبا جائے گی۔ فلم رگڑے میں پڑ جائے گی۔

مگر وہ آئی تو اتنی ہی مودب اور مستعد جیسی پہلے دن تھی کہ دھرم کو شبہ

ہونے لگا کہ کہیں یہ اس کے دماغ کا وہمہ تو نہ تھا- کچھ ہوا بھی تھا یا نہیں! سین اس نے اتنا ڈوب کر کیا کہ خود دھرم بالکل سپاٹ ہو گیا- بار بار شوٹ لیا جاتا- زرینہ پہلے سے زیادہ بہتر ثابت ہوتی- دھرم اور بھی کوڑا ہو جاتا-

"کیا موڈ نہیں ہے؟" رندھیر نے آہستہ سے پوچھا اور دھرم کے اندر سہما ہوا فن کار دلیر ہو گیا اور پھر فلم کی گاڑی پٹریاں بدلنے لگی- دھرم نے سیدھی سڑک چھوڑ کر گھاٹیوں میں اترنا شروع کر دیا- رندھیر کی روح فنا ہونے لگی- مگر وہ جذباتی دھر پٹخ کے بعد جسمانی توڑ مروڑ پر اتر آیا' مگر زرینہ کاٹھ کی پتلی کی طرح تھی- جس سین کے بعد دھرم گھنٹوں بدحواس رہتا- برانڈی کی ضرورت پڑ جاتی زرینہ لوٹ پوٹ کر پھر وہی کی وہ 'صاف دل کھلنڈری' مودب!

"سب سنسر کاٹ دے گا-" رندھیر دل میں سوچتا' پر دھرم جی کا موڈ بنتا ہے تو سب چلتا ہے- فلم جتنی بنی ہے بے مثال ہے- ڈوبنے کا اب خطرہ نہیں ہے- بشرطیکہ زلزلہ نہ آجائے گو زلزلے کے تمام آثار ظاہر ہونے لگے تھے- دھرم کی وحشت بڑھتی جا رہی تھی- نیند بہت کم ہو گئی تھی- رندھیر کو جھونکے آنے لگتے وہ ڈرتا رہتا- اس کی عقل کام نہیں کر رہی تھی کہ کیا کرے- رات دیر تک گھر سے باہر رہنے پر دلو واویلا مچانے لگی تھی-

رندھیر کو غصہ آتا تھا منگلا پر کہ وہ دور ہی دور سے بو سونگھ کر چوکنی ہو جایا کرتی تھی- کیوں ڈھیل دے رہی تھی- دھرم کھلی کتاب کی طرح تھا جسے پڑھنا مشکل نہ تھا- ایک دن باتوں باتوں میں اس نے پوچھ ہی لیا- دھرم نے جھٹلایا نہیں بس خاموش ہو گیا- رندھیر نے دوسری ہی چال چلی-

"یار آج میں جلدی جاؤں گا کچھ دلو کی طبیعت خراب ہے-"

"ارے کیا ہو گیا؟"

"کچھ عورتوں کی تکلیف ہے-"

"تو تم کیا دائی ہو' تم کیا کرو گے- چلو ڈاکٹرنی کو لئے چلتے ہیں- آج وہیں بیٹھیں گے-"

"جی ہاں واہیں بیٹھیں گے۔ صاف بات سنو گے؟ میری عورت سنیاسی نہیں۔ جوان ہے اور اسے میری ضرورت ہے۔"

"یار تم تو کہہ رہے تھے کچھ عورتوں کی تکلیف...."

"تو کیا بس مردوں ہی کو ہوتی ہے عورتوں کو نہیں ہوتی؟ تمہارا اور بھابی کا نہ جانے بھائی کیا معاملہ ہے۔ میرے خیال میں اسی مارے تمہیں نیند آتی۔"

دھرم پھر خاموش ہو گیا۔

"کتنے دن ہو گئے؟"

"دھرم خاموش رہا۔

"بھئی کمال ہے' عجیب آدمی ہو۔"

اس دن اس نے منگلا کو فون کر دیا کہ کھانا نہ لائے وہ گھر آ کر کھائے گا۔

منگلا کا روم روم مگن ہو گیا۔ بڑے اہتمام کیے۔ بچوں کو جلدی سے سلا دیا۔ نہا دھو کر گیردار رنگ کی تیجوئی کی ساڑھی پہنی۔ گیلے بال دھرم کو بہت پسند تھے۔ اس نے یونہی کھلے چھوڑ دیئے۔ دھرم نہا دھو کے بیٹھا تو دور چلنے لگا۔ دھرم کچھ چپ چاپ سا تھا۔ ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔

"ہائے زرینہ کو کیسا سڑا سا رول دے دیا ہے جھمکدار کپڑوں کا ایک بھی تو سین نہیں۔ نریم سیکو مینس ڈال دو نا۔"

"اونھ کیا فرق پڑتا ہے پبلک تو پسند کرے گی۔"

"میں جو پسند نہیں کروں گا۔"

منگلا کی سمجھ میں نہ آیا کس موضوع پر بات کرے۔

"برمن دادا نے کہا تھا نئی ٹیون کے لئے' مجھے تو اچھی لگی...... تم نے سنی؟"

"ہٹاؤ پکچر کی باتیں دماغ خالی ہو رہا ہے۔" اس نے منگلا کے نم بالوں کی لٹ اپنے دانتوں میں پکڑ لی۔ منگلا نے اپنا چہرہ اس کی گردن میں چھپا لیا۔ دھرم نے ہاتھ بڑھا کر لیمپ بجھا دیا۔

"کتنا سندر سین لکھا ہے رندھیر نے" میرا تو پڑھ کر ہی تن کانپنے لگا۔" اس

نے سین کی یاد میں اس کے کرتے کا بٹن دانتوں میں دبا لیا اور ہنسنے لگی۔
دھرم کو ایسا معلوم ہوا کسی نے پچکاری سے ایک دم سارا خون اس کے جسم سے کھینچ لیا۔ اس نے آہستہ سے منگلا کو ہٹایا اور پیر لٹکا کر بیٹھ گیا۔
"کیا ہوا؟" منگلا نے کہنی کے بل ہو کر پوچھا۔
اس کے منہ سے ایک لفظ نہ نکلا صرف سر ہلاتا رہا۔ پھر وہ اٹھ کر غسل خانے کی طرف لپکا اور واش بیسن پر جھک گیا۔
"خالی پیٹ پینے سے یہی ہوتا ہے۔" وہ اس کے ماتھے پر یوڈی کلون چھڑکنے لگی۔
"سوری منگلا!" اس نے منگلا کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جلتی ہوئی آنکھوں پر رکھ لیا۔

جیسے ماں ہزار بچوں کے رونے کی آواز میں سے اپنے بچے کی آواز سن کر فوراً پہچان لیتی ہے۔ اسی طرح دھرم کا پورا اسٹاف اس کے رویئے سے فوراً اس کے ذہن کے پردوں میں چھپے ہوئے طوفان کو اچھی طرح پہچان رہا تھا۔ چھوٹے عملے نے تو ادھر ادھر پتوار کی تلاش میں ہاتھ پیر مارنے شروع کر دیئے تھے۔ اگر کوئی پروڈیوسر دیوالہ نکال کر غائب ہو جاتا تو اس کا اسٹاف سرکٹی مرغی کی طرح تڑپتا رہ جاتا۔ پروڈیوسر کی جا و بے جا طرفداریاں کر کے وہ ویسے یہ فلم انڈسٹری میں جگہ کھو چکے ہوتے ہیں۔

دھرم نے ہر شعبے میں تباہی برپا کر دیا۔ اچھی بھلی شوٹنگ رد کر دی۔ ادھورے سین چھوڑ کر ایک دم پھر "ناز" کی شوٹنگ شروع کر دی۔ ترویدی کو واپس بلا کر خوب اس سے الجھا۔

"اگر میں کوئی غلطی کرتا ہوں تو تم لوگ مجھے روکتے کیوں نہیں، کمپنی کا سارا منافع میری جیب میں تو نہیں جاتا۔ سب کو معلوم تھا کہ واقعی اتنا کمانے کے بعد اس کی جیبیں خالی تھیں۔ ادھر کا روپیہ ادھر ہو رہا تھا سب کا جی اچاٹ ہو رہا تھا۔

پھر اس نے ترویدی کو ٹال دیا اور اپنے دو کانٹرکٹ باہر کر لئے۔

"بھاڑ میں جائے یہ کمپنی۔" منگلا نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔ اسٹار کے مزے ہوتے ہیں۔ اسٹاف کا چھکڑا تو نہیں گھسیٹنا پڑتا۔

رندھیر چونکہ دھرم کا مرضی داں تھا، سب نے اسی کو گھیرا۔

دھرم کو تو کام مل گیا' لیکن دوسرے تو بے موت مر جائیں گے۔ کمپنی ڈوبنے کا سارا بوجھ انہیں بھگتنا پڑے گا۔

"آخر یار بات کیا ہے؟"

"دل آگیا ہے۔"

"ہشت۔" دھرم کا چہرہ گلابی ہو گیا۔

"ارے تو اس میں یوں قلابازیاں کھانے کی کیا بات ہے؟"

دھرم خاموش رہا۔

"تم تو یار بالکل لونڈوں کی طرح دم دیئے دے رہے ہو۔ دو پیسے کی لونڈیا کے پیچھے دس سال کی محنتوں پر پانی پھیر دیتے ہو۔"

"میرا دماغ خراب ہو جاتا ہے۔" دھرم نے دل کا بوجھ ہلکا کر ہی ڈالا۔ "اک آگ سی پھک رہی ہے۔"

"تو کون تمہارا گلا کاٹ رہا ہے۔ اماں یار محبت ہی تو ہے سالی ہو گئی تو قیامت تو نہیں آگئی۔"

"تم نہیں جانتے میں کس بلا میں گرفتار ہوں۔ جی چاہتا ہے یہ لائن ہی چھوڑ کر کہیں دور چلا جاؤں۔"

"اماں مرے کیوں جاتے ہو۔ خواہ مخواہ بات کا بتنگڑ بنا رہے ہو۔ تم میرے ساتھ چلو۔"

"کہاں؟"

"جہنم میں۔"

"بھابی۔" رندھیر نے منگلا کو فون کیا' دھرم کو ذرا میں اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ بڑی ٹیڑھی سچویشن پھنس گئی ہے' ہم لوگ رات بھر بیٹھیں گے۔"

"میں کھانا لے کر آؤں؟"

"نہیں بھابی دلو برا مان جائے گی۔ تم کیوں تکلیف کرتی ہو۔ اگر جلدی کام نمٹ گیا تو آپ کو فون کر دیں گے اور پھر کھانے کے بعد نیند آنے لگتی ہے۔"

"لو اب اٹھو۔" اس نے دھرم سے آنکھ مار کر کہا۔ اس کا منہ ذرا سا ہو رہا تھا۔ باہر نکل کر اس نے بڑی لاپرواہی سے کہا۔ "زرینہ جی کو لیتے ہوئے پہنچ جانا۔ بلدیو سے میں نے کہہ دیا ہے۔ وہ تمہیں کوالٹی کے سامنے ملے گا۔ اور وہاں سوڈا نہ بھولنا۔"

"یہ کیا کر رہے ہو۔"

"تمہارا سر۔"

"نہیں!" دھرم سر سے پیر تک لرز گیا۔

"ارے تو اس میں بات ہی کیا ہوئی۔ اگلا سین ڈسکس کرنا ہے نا۔"

"اوہ!" دھرم ٹھنڈا پڑ گیا۔

زرینہ جمال میک اپ سمیت ہی گھر چلی جایا کرتی تھی۔ وہی اسٹوڈیو کی میلی کچیلی ساڑھی پہنے چلی آئی نہ کچھ پوچھا نہ گچھا، خوشی خوشی آ گئی۔

رندھیر اور دھرم اندر بیٹھے پی رہے تھے۔ بچے اوپر کے حصے میں سونے جا چکے تھے۔ زرینہ صحن میں بیٹھی کتے کے پلوں سے کھیل رہی تھی۔ وہ اتنی بڑی اسٹار تو تھی نہیں کہ گھر والے اس کے آگے پیچھے پھرتے یا پڑوسیوں سے ملنے جاتے وقت اس کی اجازت طلب کرتے۔

"یار غل مچایا تو۔" دھرم کے ہاتھ نئی دلہن کی طرح سرد تھے۔

"تو سالی کا گلا دبا دینا۔"

مگر زرینہ نے غل نہیں مچایا۔

جب رندھیر اور دلو واپس لوٹے تو دھرم دیو برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھا سگریٹ پھونک رہا تھا۔ اس کا ہونق چہرہ دیکھ کر رندھیر کا دل ڈوبنے لگا۔ مگر جب غور سے دیکھا تو نئی دلہن نے مسکرا کر نظریں جھکا دیں۔

"جیو پیارے!" رندھیر نے...... اس کا کندھا تھپتھپا کر کہا اور وہیں پھسکڑا مار کر بیٹھ گیا۔

"میں بہت کمینہ ہوں۔" دھرم نے مری ہوئی آواز میں کہا۔

"کون سی نئی بات بتا رہے ہو۔ مرد کی ذات ہی کمینی ہوتی ہے۔" رندھیر نے فخریہ کہا۔ "یہی مرد کی شان ہے' کہ حرام کاری کرتا ہے مگر پچھتا لیتا ہے۔"

کمرے میں جھانک کر دیکھا تو زرینہ ساڑھی میں منہ چھپائے گڑی مڑی پڑی تھی۔

"اسے گھر بھجوا دو۔" دھرم نے سہم کر کہا اور خود غسل خانے میں چلا گیا۔

دلو نے زرینہ کا شانہ چھوا تو معلوم ہوا غافل سو رہی ہے۔

دوسرے دن سیٹ پر دھرم کے اوسان خطا تھے۔ رندھیر کو بھی اختلاج ہو رہا تھا۔ شوٹ تیار تھا اور ابھی تک زرینہ نہیں آئی تھی۔ ڈرائیور نے واپس آکر کہا۔ "وہاں کوئی نہیں ہے۔ گھنٹی بجاتے بجاتے تنگ آگیا۔"

"کسی سے پوچھا ہوتا۔"

"پوچھا' صاحب بمبئی میں کسی کو کچھ پتہ نہیں رہتا کہ پڑوس میں کیا ہو رہا ہے۔"

صبح سے دھرم بیٹھا سگریٹ پھونک رہا تھا۔ رندھیر کو بھی معلوم تھا کہ اب کمبخت آئے گی تو نخرے بگھارتی اٹھلاتی جیسے رات کے سودے میں سارے اسٹوڈیو کو خرید لیا۔ اسے پروڈیوسر کی منہ چڑھی عورتوں نے بڑے دکھ دیئے تھے۔ اپنی ذلت کا انتقام اسٹاف کے جوتیاں لگا کر لیتی ہیں۔ زرینہ نہ جانے کب سے اس دن کی تاک میں تھی' کمال ہے!

ساڑھے دس بج گئے تب تو اعصاب کا تناؤ چیخنے لگا۔

"رندھیر' کیسے معلوم ہوا کہ فلیٹ میں کوئی نہیں۔"

"ٹیلی فون کوئی نہیں اٹھاتا' نہ ڈرائیور...... ہیں؟ نہیں یار!" دھرم کا اڑا ہوا چہرہ دیکھ کر رندھیر کے بھی حواس جانے لگے۔ اگر ماں بیٹی نے کچھ کھا لیا...... اور چٹھی چھوڑ دی تو؟

"چلتے ہو' دفتر میں ایک چابی فلیٹ کی پڑی ہے۔"

جیسے ہی دونوں اٹھے' جیسے مشین گن کی باڑ چل پڑی۔

زرینہ اور منگلا موٹر میں سے اتریں اور تیز تیز ان کی طرف لپکیں۔

"یا پیر دستگیر----- یا مشکل کشا......" رندھیر کا حلق خشک ہو گیا۔ آج اڑیں گے پرزے!

"امینہ کے بیٹا ہوا ہے۔" منگلا نے چہک کر کہا۔ ساڑھے سات پونڈ یہ موٹا تگڑا۔" امینہ زرینہ کی بہن تھی۔

"ایں؟" دھرم لڑکھڑا کر کرسی سے الجھا۔

"میں نے ہسپتال سے فون کیا۔ انگیج ' انگیج 'کیا مصیبت ہے۔" زرینہ ڈرامائی انداز میں بولنے لگی۔ "میں نے ڈیڈی کو فون کیا۔"

" بیلو ضد کرنے لگا' ہم بھی چلیں گے۔ اتنے سویرے کیسے لے جاتی..." منگلا فر فر بولے جا رہی تھی۔ "اور وہاں یہ پگلی ڈر کے مارے دم دیئے دے رہی تھی کہ شوٹنگ پر دیر ہو جائے گی تو دھرم جی مار ڈالیں گے۔"

دھرم جی بڑے انہماک سے میز کی دراز میں کوئی نامعلوم سی چیز ڈھونڈ رہے تھے۔

آپ کے ہاں سے آئی تو آپا بیٹھی رو رہی تھی۔ مجھے کیا پتہ تھا' میں تو موٹر واپس کر چکی تھی۔ بڑی مشکلوں سے ٹیکسی آئی تب میں اور اماں......" زرینہ بکے جا رہی تھی۔ "بس دس منٹ میں ریڈی!" وہ میک اپ روم کی طرف بھاگی۔

رندھیر اپنے جوتے کے تسمے باندھ رہا تھا۔

"ایسی تیسی پکچر کی! دلالی میں بھی منہ کالا کرو۔" اس نے بوٹ کا تسمہ اتنی زور سے کسا کہ ٹوٹ کر ہاتھ میں آ گیا۔

دن بھر زرینہ نہایت مستعدی سے شوٹنگ کرتی رہی۔ بالکل معمول کی طرح رندھیر نے اسے مکالمے سمجھائے۔ جھوم جھوم اٹھی۔ دھرم نے سین کی وضاحت کرتے وقت آنکھوں میں کچھ ڈھونڈنے کی کوشش کی وہاں کچھ نہ تھا۔ سین سنتی گئی اور ہمیشہ کی طرح اس میں ڈوبتی گئی۔

لنچ بریک میں دھرم اور رندھیر کی آنکھیں چار ہوئیں۔

"خدا قسم بھابی کو دیکھ کر تو میری جان ہی نکل گئی تھی۔"

"میری تو ابھی تک نکلی ہوئی ہے۔"

"پیارے اب بھی بسور رہے ہو' سچ بتاؤ کچھ رات معاملہ پٹا بھی یا غچہ دے گئی۔"

"نہیں یار...... یہ سوچ رہا ہوں وہ کون ہو گا؟"

"کون؟"

"اس کا پہلا عاشق۔"

"لاحول ولا قوۃ! یار حد کرتے ہو۔ جی چاہتا ہے کہ......"

"تم...... میں تمہیں کیسے سمجھاؤں...... شاید وہ اسے چاہتی ہو گی۔"

"تم نے پوچھ لیا ہوتا۔"

"ٹال گئی' بس چپ ہو گئی۔ یار اتنی سی عمر میں......"

"سوکھی ماری ہے' اس لئے ذرا سی لگتی ہے۔ ایسی ننھی نہیں۔ خیر تمہارا جنون تو ٹھنڈا ہو گیا۔ یار ایک بات یاد رہے کہیں بھابی کے سامنے نہ اگل دینا' بڑے طنطنے والی عورت ہے۔ مگر ایک بات کہوں گا یار قسم سے بھابی معمولی عورت نہیں دیوی ہے۔ اس چڑیل سے کس پیار سے ملتی ہے۔"

دونوں منگلا کے گن گاتے سیٹ پر پہنچ گئے۔

یہ عام قاعدہ ہے کہ جب کوئی خواہش پوری ہو جائے تو گھر کی مرغی دال برابر ہو جاتی ہے۔ مگر زرینہ کو پا کر بھی دھرم کی پیاس نہ بجھی بلکہ دو آتشہ ہو گئی۔ اسے جیت کر بھی احساس ہار کا رہا۔ جسم ملا مگر روح ہاتھ نہ آئی۔ سب سونپ کر بھی وہ نہ جانے کون سی انجانی چیز اس سے بچا لے جاتی۔ ہر دم ساتھ رہ کر بھی وہ اچھوتی اور اجنبی ہی رہی۔ اس کے چہرے کی معصومیت اور کنوار پن قائم رہا۔ اس کے وجود کا اندرونی تقدس کسی غلاظت سے ملوث نہ ہو سکا۔ نہ اس کی شوخی اور الھڑپن میں کوئی فرق آیا۔ وہ اسے پگھلانے کے لئے سلگتے ہوئے جملے بولتا چلا جاتا۔ اس کے تلوے آنسوؤں سے تر کر دیتا۔ شدت جذبات سے اس کا دم گھٹنے لگتا۔ تب وہ کوئی

نہایت بچکانہ بات کی آڑ لے کر کھلکھلا کر ہنس پڑتی۔ وہ اس کی آغوش سے نکل کر جب سیٹ پر جاتی تو بالکل غیر ہوتی۔ جیسے ایک سیٹ سے دوسرے سیٹ پر! ایک سین سے دوسرے سین پر، وہی تحمل، خلوص جو بانہوں میں وہی سیٹ پر دھرم کبھی بڑے معنی خیز انداز میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتا تو اس کا دل بیٹھ جاتا۔ ان آنکھوں میں گزری ہوئی راتوں کا کوئی ذکر نہ ہوتا۔ تب وہ بے طرح خائف ہو جاتا۔ وہ مجھے نہیں جانتی، دھرم دیو ڈائریکٹر کو جانتی ہے۔ مجھے بھول چکی ہے۔ میں جو صرف ڈائریکٹر نہیں، میں ہوں۔

وہ اسے کسی بہانے سے سین سمجھانے کے لئے میک اپ روم یا دفتر میں لے جاتا۔

"کیا کچھ خفا ہو؟" وہ مجرموں کی طرح پوچھتا۔

"نہیں تو، کیوں؟" وہ بڑی سادگی سے پوچھتی۔

"کام کا موڈ نہیں......؟"

"نہیں نہیں، آج تو بہت موڈ ہے۔ بہت ہی خوبصورت سین ہے۔" وہ ڈر جاتی۔

"تھکی ہوئی ہو؟"

"نہیں، بالکل نہیں۔"

"اللہ قسم؟" دھرم نے زرینہ سے قسم کھانی سیکھ لی تھی۔

"اللہ قسم۔" وہ بڑی سنجیدگی سے کہتی۔

پھر وہ دونوں ہاتھ پھیلا دیتا اور وہ مورتی کی طرح تھرکتی اس کی بانہوں میں سما جاتی اور اس کے گردن کی دھڑکتی ہوئی رگ پر ہونٹ رکھ دیتی۔

دو سال سے فلم بن رہی تھی، مگر اس کے ٹرائیل دیکھنے والوں کا ایمان تھا کہ ہٹ ہو یا نہ ہو یہ دھرم کی سب سے شاندار فلم ثابت ہو گی۔ اسی لئے اس نے ابھی تک پوری بزنس نہیں کی تھی۔ ہر جگہ ایڈوانس پر دینے کا ارادہ تھا تاکہ ساری محنت اور خرچہ وصول ہو جائے۔

شوٹنگ کے زمانے میں اس کے اسٹاف نے زرینہ کے اور اس کے تعلقات کو کنواری کا بھید سمجھ کر چھپایا۔ کیشوان سب کا سرغنہ تھا۔ وہ دھرم کو اچھی طرح جانتا تھا۔ بغیر زرینہ کے وہ بے ٹائر کی موٹر کی طرح ٹھپ ہو جائے گا۔ گو آنکھوں کی سوئیں رہ گئی ہیں۔ وہ اب بھی پکچر کو خاک میں ملا سکتا تھا۔

مگر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ دھرم بغیر منگلا کے بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ جب وہ روٹھ جاتی ہے تو مفلوج سا ہو کر رہ جاتا ہے۔ جب تک ملاپ نہ ہو جائے سیٹ کھڑا رہے گا۔ دھرم اپنے پراسرار کمرے میں پیگ پر پیگ چڑھائے گا۔ پھر کہانی بدلنے کے منصوبے بناتا رہے گا۔ جب بات حد سے گزرنے لگتی تو اسٹاف کا ایک وفد منگلا کو سمجھانے جاتا۔ بال بچوں کا واسطہ کمپنی کے بال بچوں کا واسطہ۔ منگلا کو مجبوراً غصہ تھوک کر سوچنا پڑتا۔ تب وہ مزے دار کھانوں کا کٹورا دان لئے، گیروا بنگالی وضع کی دھوتی پہنے خوب سا سندور مانگ میں رچائے بچوں کا ہاتھ پکڑے روٹھے دیوتا کو منانے آتی۔ پھر تھوڑی دیر بعد دھرم دیو جھینپتا مسکراتا سیٹ پر آ جاتا۔ اور سب کے چہرے کھل اٹھتے۔ زرینہ کو نہ روٹھنا آتا نہ اسے منانے کی کسی کو ضرورت پڑی۔ نہ اسٹاف کے لوگوں پر اس نے رعب جھاڑا۔ سب کو دادا بھیا کاکا بنا لیا تھا نہ کسی کو مسکا لگانے کی فکر ہوتی تھی۔

گانوں کی ریکارڈنگ کے بعد منگلا بہت کم اسٹوڈیو جاتی تھی۔ نینی تال میں جو وہسکی چکھی تھی وہ تنہائی کا سہارا بن چکی تھی۔ دو چار دلچسپ قسم کی سہیلیاں جمع ہو جاتیں، تاش کھیلتیں دو دو شو انگریزی فلموں کے دیکھ ڈالتیں۔ کبھی دھرم کے ساتھ جاتی تو وہ اتنا تھکا ہوا ہوتا تھا کہ بیچ میں خراٹے لینے لگتا۔ یا گاڑی میں بیٹھا پیا کرتا۔ کبھی زرینہ اور اس کی بہن بھی ہوتیں۔ زرینہ کے ساتھ فلم دیکھنے میں بڑا مزہ آتا۔ بے حد ہنساتی۔ اگر دھرم کبھی رکھائی سے اس کی طرف دیکھ لیتا تو وہ زبان نکال کر کونے میں دبک جاتی۔

"یہاں بھی رعب جھاڑتے ہو جی۔" منگلا لڑ پڑتی۔ "خواہ مخواہ کی چڑ ہے بیچاری سے۔" اور دھرم اٹھ کر جلدی سے گاڑی میں جا بیٹھتا۔

کیشو کی ناکہ بندی کو پھلانگ کر افواہیں انڈسٹری کے چنڈو خانوں میں خوب پھیل رہی تھیں۔ منگلا سے کبھی انٹرویو میں کوئی منچلا جرنلسٹ یونہی اشارتاً" پوچھ لیتا تو وہ سب کی ٹانگ گھسیٹنے لگتی۔

"وہ تو میری سہیلی ہے۔ فلم والوں کے دماغ بڑے گندے ہوتے ہیں۔ بکواس کرتے ہیں۔"

لوگ اس کی حماقت پر پیٹھ پیچھے ہنستے۔

ریتا اور رمی کی شادی جس دھوم دھام سے ہوئی تھی ویسے ہی دم توڑ رہی تھی۔ ریتا کی سفارشوں سے اسے بھی کام ملنے لگا۔ ریتا تو بچے کی پیدائش میں پھول کر بھینسا ہو گئی۔ اس کی قسمت کا ستارہ چمک گیا اور اس نے بیوی کو بالکل گرہستن بنا کے بہت ٹھاٹ کے فلیٹ میں رکھ دیا خود فراٹے بھرنے لگا۔ ریتا نے بہت ادھم مچایا مگر کسی نے اس کی بکواس پر غور نہیں کیا۔ کیونکہ دھرم کی فلم کے بعد اس کی تمام فلمیں فلوپ ہو گئیں۔ اور انڈسٹری نے اسے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا۔ ہاں بطور رمی کی بیوی کے اب بھی اس کی ساکھ تھی۔

منگلا سے اس کی راہ و رسم بڑھنے لگی کیونکہ وہ بھی خوب پینے لگی تھی۔ اس نے زرینہ اور دھرم کے رشتے پر روشنی ڈالنی شروع کی۔ منگلا نے ہنس کر ٹال دیا۔

"ہم پر تو شبہ کیا' وہ تو بڑی دیوی ہے نا اسے کچھ نہیں کہتیں۔"

"ارے وہ بڑی سیدھی ہے۔ میں اسے جانتی ہوں۔" منگلا ہنس دی۔

"ارے تم کیا کھا کے اسے سمجھو گی' وہ پوری ایکٹریس ہے' دیکھنا ڈھول پھانکو گی۔"

"ارے چل ہٹ سب تیرے رمی جیسے نہیں۔"

"ارے کیا رمی کیا رمی کا باپ' سب سور دے پتر ہیں۔"

"اب تو ہمارا اتنا جھگڑا بھی نہیں ہوتا۔"

"ہنہ اسے فرصت نہیں ہے تجھ سے جھگڑنے کی یا پیار کرنے کی۔ سچ بتا منگو کتنے دن سے تجھے پیار کرنے کی فرصت نہیں ملی؟ کب کیا تھا اس نے تجھے آخری بار

پیار؟" وہ کافی چڑھائے ہوئے تھی۔

"اب کوئی مجھے یاد تھوڑی ہے۔" منگلا کچھ جز بز ہونے لگی۔

"یاد نہیں کہ تو نے کب پیار کیا تھا۔ کل؟ پرسوں؟ --- پچھلے ہفتہ؟......
اس سے پچھلے ہفتہ؟"

"ہٹاؤ بھی میرا خود جی نہیں کرتا۔"

"کیوں؟ سوچ منگلو آخر کیوں؟ تیرا پیار کیوں ٹھنڈا پڑ گیا ہے؟ تالی دو ہاتھ سے بجتی ہے۔"

"مگر میری طرف سے ہی ہوا...... بھلا دو بچے ہو گئے کیا نئے دلہن دولھا ہیں۔"

"تو اپنے جی کو بہلانے کے لئے کہتی ہے کہ تو نے ہی ٹال دیا مگر منگلو سچ بول۔ میرے سے نہیں اپنے من سے سچ بول۔ اور بھئی میں دھرم کو الزام نہیں دوں گی...... ہر گھڑی کا ساتھ ہو' رومینٹک سین ہوں تو کچھ ہوتا تو ہے......"

"تمہارے ساتھ تھا کچھ؟"

"اب تم سے چھپانے سے کیا فائدہ' اگر کچھ نہ تھا تو تم نے ننکچر کا ہے کو پیا تھا۔ خیر وہ تجھ پر مرتا تھا۔ مجھ سے تو بس یونہی چوما چاٹی چلتی تھی...... برا نہ ماننا منگلو تو نے پوچھا تو......"

"فلم ختم ہو گئی تو ختم ہو گیا۔ اس کا بھی یہی ہو گا۔"

"پانچ سال کا کانٹریکٹ ہے۔"

"تو کیا ہوا' ویسے اب اسے باہر بھی دو فلموں میں کام کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ اس دن ذکر ہو رہا تھا۔ تمہارے رمی کو لینے کا ارادہ ہے۔"

"زرینہ کے ساتھ؟"

"ہاں۔"

"گھاس کھا گئی ہو۔ میرا خصم تو اجگر ہے اجگر۔ دھرم خوب جانتا ہے کہ اس کی نازو کو سموچا نگل جائے گا اور ڈکار بھی نہ لے گا' مگر ایک بات کہے دیتی ہوں'

میں تیری طرح چپکی نہیں بیٹھنے کی۔"

"بک بک کیے جائے گی۔ سن اگلی فلم کا اسکرپٹ تیار ہے۔ ست نرائن ڈائرکٹ کر رہا ہے۔ کانٹریکٹ ہو گیا ہے۔ ٹیونیں کل ہی میں نے سنیں۔ وہ تو ایڈیٹنگ میں لگے ہوں گے۔ اسٹاف بیکار بیٹھ کر کھائے گا۔ اسی لئے جلدی سے شروع کر رہے ہیں۔"

"تو ٹھیک ہے۔"

"اری مجھے بڑی عقل سمجھا رہی ہے۔ تیرا خصم تو کھلے بندوں کرتا ہے اسے نہیں روکتی۔"

"ہے ہے' وہ تو بہتا دریا ہے میرے روکے بھلا رکے گا۔"

"چھوڑ موئے کو۔"

"ہائے رام کیوں چھوڑوں' ارے جس پر دنیا بھر کی عورتیں جان چھڑکتی ہیں وہ ہے تو میرا۔ پہلے میں بھی سوچتی تھی چھوڑ دوں' پھر میں نے سوچا ایسا گبرو جوان مجھے اور کہاں ملے گا۔"

"تجھے پیار جو نہیں کرتا۔"

"کیسے نہیں کرتا' بہنا میں کوئی سیتا جی تو ہوں نہیں کہ رام جی نے نکال دیا تو نکل گئیں میں تو حرام زادے کی چھاتی پر چڑھ کر لہو پی لوں گی۔ اور بھئی ہے اچھے گھرانے کا۔ اس کے خاندان میں کوئی جھٹم چھٹا کا دستور نہیں۔ بھگوان کا شکر ہے ابھی تو تھوڑا بہت لڑ جھگڑ بھی لیتا ہے۔"

ریتا چلی گئی تو منگلا کی شکی طبیعت پھر تاؤ میں آ گئی۔ وہ ایسی کچھ غافل بھی نہیں تھی۔ کچھ تو زرینہ کیطرف سے اسے اندیشہ نہیں تھا۔ ممکن ہے وہ واقعی پوری ایکٹریس ہو۔ دوسرے اگر کچھ ہوتا تو دھرم نئی فلم ست نرائن کو نہ دیتا اور ہیرو بھی خود ہی رہتا۔ پھر بھی جب شام کو دھرم دیو آیا تو وہ اسے بڑے غور سے دیکھتی رہی نہا دھو کر اسے پھر واپس جانا تھا کیونکہ ایڈیٹنگ ہو رہی تھی۔ دو چار کٹ بھی لگوانے تھے تاکہ ادھورے سین مکمل ہو جائیں۔

"مہورت کر رہے ہو "پورنیما" کی؟"
"ہاں کل کارڈ آ جائیں گے۔" دھرم آئینے کے سامنے جھکا کنگھی کر رہا تھا۔
"رمی سے کانٹریکٹ ہو گیا۔"
"ہو جائے گا۔"
"کب؟"
"بس کل پرسوں بات طے ہو جائے گی۔" اور وہ جلدی سے چلا گیا۔
"اسے جھگڑنے یا پیار کرنے کی فرصت کہاں۔" اسے ریتا کے بول یاد آنے لگے۔ نہ جانے کیا سوجھی جھٹ زرینہ کو فون کیا۔
"ریگل میں بڑی اچھی فلم ہے تم اور امینہ چلتی ہو؟"
"ہائے دیدی مجھے تو ڈائیلاگ ڈب کرنے جانا ہے اور امینہ آپا کا بچہ بیمار ہے۔ ہائے کیا کروں؟"
"کوئی بات نہیں۔" اس نے ایک تگڑا سا پیگ انڈیلا اور پلان بنانے لگی۔
جب دھرم اور زرینہ فلم کی باتیں کرتے ہوئے دفتر کے پچھلے کمرے میں داخل ہوئے تو منگلا انگڑائی لے کر اٹھ رہی تھی جیسے ابھی اس کی آنکھ کھلی ہو۔
"ارے دیدی!" زرینہ کھل اٹھی۔
"تم پکچر دیکھنے نہیں چلیں تو میں نے سوچا چلو اسٹوڈیو ہی چلیں، یہیں بیٹھی تو نیند آ گئی۔"
"ریکارڈنگ روم میں آ جاتیں۔ کیا حسین ڈائیلاگ لکھے ہیں رندھیر بھیا نے۔" وہ اس کے قریب پھسکڑا مار کر بیٹھ گئی۔ "دیدی کل میٹنی میں چلیں، کیوں؟ ہو جائے۔" وہ ابرو چلا کر بڑے مزے سے بولی۔
"صاحب سے تو پوچھ لو۔"
"کل رنجیت میں "چار کانٹے" کی شوٹنگ ہے میں صفا بھاگ آؤں گی۔"
"وہاں شوٹنگ میں دل نہیں لگتا؟" منگلا نے دھرم کی طرف ترچھی نظروں سے تاکا۔

"خاک نہیں لگتا- یہاں تو سب اپنے ہیں-"

"سب تو نہیں جو اصل میں اپنے ہیں ان کی بات کرو-" اس نے دل میں سوچا-

"میں چلوں؟" اس نے دھرم سے پوچھا-

"ہاں' یہ اسکرپٹ تو لیتی جاؤ- جو لینے آئی تھیں-" دھرم نے بڑے بھونڈے پن سے کہا-

"ہاں؟ ہاں-" زرینہ نے بات سنبھال لی اور فائیل لے کر جانے لگی-

"ٹھہرو میں بھی چلتی ہوں-" وہ ساڑھی اڑستی اٹھی-

"تم بیٹھو نا' ساتھ ہی چلیں گے-" دھرم نے کہا-

"نا بابا سب کہیں گے کہ میں کام نہیں کرنے دیتی ہوں- تم اپنی ایڈیٹنگ کرو-" اور وہ زرینہ کا ہاتھ پکڑے نکل گئی-

موٹر میں اس نے بڑی چابک دستی سے فائل کھولا اس میں ایکسٹرا اسپلائر کا حساب کتاب لکھا تھا-

"ارے!" زرینہ نے قہقہہ مارا- "یہ کیا پکڑا دیا دھرم جی نے-" اور وہ اٹک اٹک کر فہرست پڑھ پڑھ کر ہنسنے لگی-

"میں اس لڑکی سے نہیں جیت پاؤں گی-" منگلا کا دل بیٹھنے لگا مگر وہ اس کے ساتھ ہنستی رہی-

دوسرے دن اس نے فائیل لا کر میز پر رکھ دیا-

"میرے تو خاک پلے نہیں پڑا...... دیدی کہہ رہی تھیں بھولے میں دے دیا ہو گا- پر میں نے کہا نہیں وہ ایسی غلطی تھوڑی کرتے ہیں- غلطی تو مجھ سے ہو جاتی ہے کہ رنجیت میں نہ شوٹنگ نہ کچھ اور......"

دھرم نے گھڑی دیکھی اور مسکراتا ہوا اٹھا-

جب منگلا نے یہ تصدیق کرنے کے لئے کہ واقعی زرینہ رنجیت میں ہے یا نہیں اسے فون کیا تو بھاگی ہوئی آئی-

"کیا ہے دیدی؟" اس نے بڑے پیار سے پوچھا۔
"کچھ نہیں...... میں پوچھ رہی تھی کہ...... وہ تم چلوگی۔ میں سنار کے ہاں جا رہی ہوں۔" منگلا نے بات بنائی۔
"ہاں ضرور میں چھ بجے آ جاؤں گی۔ شوٹنگ تو نہیں ہو رہی ہے سیٹ گیلا ہے۔ ڈانس کی پریکٹس کرنا ہے۔"
منگلا اپنی ہوشیاری پر مسکراتی ہوئی صوفے پر لیٹ گئی اور گلاس سنبھال لیا۔
زرینہ واپس آئی تو رندھیر اور دھرم چپ ہو گئے۔
"ارے نئی پکچر کا وہ زوردار نام سوجھا ہے کہ کیا بتائیں۔"
"کچھ تو بتایئے۔" رندھیر نے زور دیا۔
"چوہے بھاگ بلی آئی۔" وہ قہقہہ لگا کر لوٹ گئی۔
"ٹھیک، سوفی صدی۔ ٹھیک بیٹھتا ہے۔" رندھیر نے کہا مگر دھرم کا موڈ ایک دم آف ہو گیا۔
"تو رمی سے کانٹریکٹ نہیں کر رہے ہو؟" منگلا کافی چڑھی ہوئی تھی۔
"مجھ سے اس کے نخرے نہیں سہے جائیں گے۔ پتہ ہے تمہیں، جو لوگ اسے لیتے ہیں انہیں تگنی کا ناچ نچاتا ہے۔ اس کے دماغ خراب کر دیئے ہیں۔ ان گھاتے کے پروڈیوسروں نے۔"
"تو پھر راجندر کو لے لو۔"
"اس کے پاس بارہ فلمیں ہیں۔ میری مانگ کے مطابق وقت دے سکے گا؟"
"یہ کیوں نہیں کہتے خود کرو گے!"
"تم آج میرے پیچھے کیوں پڑ رہی ہو۔ پروڈکشن میں تم نے کبھی دخل نہیں دیا۔ ایسی کیا فکر پڑی ہے تمہیں۔"
"کیوں کیا مجھے پوچھنے کا بھی ادھیکار نہیں۔ کمپنی تمہاری ہے پر میں تمہاری کچھ نہیں۔"
"تم سب کچھ ہو، کمپنی تمہاری میں بھی تمہارا۔"

"تو ہیروئن کے لئے نندا کو لو۔"

"کیوں؟ زرینہ کو جو کمپنی تین سال سے تنخواہ دے رہی ہے۔"

"یوں کیوں نہیں کہتے اس کے ساتھ خود کام کرنا چاہتے ہو۔" منگلا گرم ہو گئی۔

"پھر؟" دھرم بھی گرم ہو گیا۔

"یہ نہیں ہو گا۔"

"تم کہتی ہو اس لئے......"

"تم بھی کہہ چکے ہو۔ یاد ہے جب ریتا کے ساتھ تم نے کہا تھا پتی کا رول نہیں کرو گے...... "نیا" میں، تبھی میں نے اپنی مرضی دی تھی۔ "یورنیما" میں بھی پتی کا رول ہے اس لئے......"

"اُنھ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔"

"اپنے مطلب کی بات ہو تو کیسے پلٹ جاتے ہو۔" منگلا کا پارہ چڑھنے لگا۔ "اگر تمہارا یہی فیصلہ ہے کہ وہی تمہارے ساتھ کام کرے گی تو گانے پھر کسی اور سے لے لینا۔"

"لے لیں گے۔" دھرم کا بھی خون کھول گیا۔

"تو پھر یہ طے ہے کہ تمہیں میری ضرورت نہیں۔"

"یہ میں نے نہیں کہا۔"

"تو اس کے بنا فلم نہیں بن سکتی۔" پارہ اور کئی ڈگری اونچا ہوا۔

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔" دھرم اس سے بھی زیادہ گرم ہونے لگا۔

"میرے بغیر بن سکتی ہے۔"

"پتہ نہیں، بنا کر دیکھنا پڑے گا۔"

"وہ تمہیں بہت پیاری ہے۔"

دھرم چپ رہا۔

"جواب کیوں نہیں دیتے؟"

"کیا جواب دوں؟" دھرم نے منہ پھیر لیا۔

"تو میں چلی جاؤں؟"

"نہیں۔"

"تو اسے نکالو۔"

"پانچ سال کا کانٹریکٹ ہے......"

"میں اپنا زیور بیچ کر پیسہ بھروں گی......" وہ سر سے پیر تک لرز رہی تھی۔

وہ اپنا سر پکڑے خاموش بیٹھا رہا۔

"مجھے جھٹلاؤ...... کہو میں جھوٹ بول رہی ہوں' دھوکا ہوا۔" اس کے لہجے میں التجا ابھر آئی۔

اس نے سر نہ اٹھایا۔

"کیا سمجھا ہے تم نے' کیا میں تمہاری رنڈی ہوں' بولو......"

"آہستہ بولو۔" دفتر کی دیواریں محدود نہ تھیں۔

"کیوں آہستہ بولوں۔ میں تو ڈنکے کی چوٹ پر کہوں گی۔ وہ خانگی ہے۔ رنڈی ہے' میرے گھر کو آگ لگانے آئی ہے۔" وہ رونے لگی۔

"منگلو...... پلیز۔" اس کا دل کٹنے لگا۔

"دور رہو۔ خبردار جو مجھے ہاتھ لگایا۔"

"بزنس کو جذبات کے ساتھ گڈمڈ نہ کرو۔" اس نے رندھیر کا قول دہرایا۔

"انیل کا کانٹریکٹ توڑتے وقت یہ بات نہیں سوچی تھی۔"

دھرم پھر بغلیں جھانکنے لگا۔

"اس دن جو رنجیت اسٹوڈیو میں چار سو بیس کی تھی وہ مجھے سب معلوم ہے۔"

دھرم چپ رہا۔

تھوڑی دیر وہ سناٹے میں کھڑی رہی پھر باہر نکل گئی۔

دھرم سر تھامے بیٹھا رہا۔

"کیا قصہ ہے۔" رندھیر دبے پیروں داخل ہوا۔
"یار جی اکتا گیا ہے اس زندگی!"
"تو پھر لعنت بھیجو کمبخت پر۔"
"یہ کیا کہہ رہے ہو۔ وہ میری بیوی ہے' میرے بچوں کی ماں!" دھرم غرایا۔
"اماں یار حد ہو گئی۔ ارے میں بھابی کو نہیں کہہ رہا ہوں۔"
"ہوں!" دھرم کا دل چور پکڑے جانے پر بجھ گیا۔
"عقل سے کام لو پیارے۔ بات نہ بڑھاؤ۔"
"بات تو بڑھ چکی۔" دھرم نے دم گھونٹ کر سر جھکا دیا۔
"اماں گھاس کھا گئے ہو۔ ایک دو پیسے کی لونڈیا کے پیچھے اپنا گھر خاک میں ملاؤ گے۔"
"میں کیا کروں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔"
"تمہاری سمجھ پر تو پڑ گئے ہیں پتھر۔ ورما جی بننے کا ارادہ ہے۔"
گھر پہنچا تو منگلا کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ سامان بندھ رہا تھا۔
دھرم نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور مجرموں کی طرح اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔
"ایک دن یہی ہونا تھا۔" وہ سسکی لے کر سوٹ کیس پر جھک گئی۔
"منگلو' میں تیرے بنا زندہ نہیں رہ سکتا۔" دھرم نے اس کے پیروں پر سر پٹخ دیا۔ منگلا نے سسک کر اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔
اور دوسرے دن یہی الفاظ' وہ زرینہ سے کہہ رہا تھا۔ اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہ تھا۔
"توبہ توبہ...... کیوں گناہ گار کرتے ہیں۔" زرینہ نے اپنے پیر سکیڑ لئے۔
انسان کے دل میں کتنے خانے ہوتے ہیں۔ ایک خانے میں ماں باپ کا پیار' دوسرے میں بچوں کی ممتا۔ پھر بیوی کے لئے الگ خانہ' محبوبہ کے لئے پھر بھی گنجائش! منگلا روٹھی تو دنیا روٹھی۔ زرینہ کو ایک دن نہ دیکھا تو نزع کی سی کیفیت

طاری ہو گئی!

فلم ریلیز ہوئی تو دنیا کی کوئی بات یاد نہ رہی۔ دھرم کو اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا گیا۔

زرینہ کی ماں کی طبیعت خراب تھی' اس لئے ہر جگہ ریلیز پر میاں بیوی گئے۔ ٹوٹے ہوئے تار جوڑ دیئے گئے۔ دعوتوں اور پارٹیوں کا سلسلہ ختم ہی نہ ہونے میں آتا تھا۔

اور جب یہ گھن گرج اور چمک ختم ہوئی تو دھرم پر پھر گھٹن اور اکیلے پن کے احساس نے حملہ کر دیا۔ وہ ٹھس بیٹھا پیا کرتا۔ منگلا اس کا بھرپور ساتھ دیتی۔ اتنے دن شادی کو گزر جائیں تو پیار ٹھنڈا پڑ ہی جاتا ہے۔ نشہ میں دھت ہو کر نیند بھی جلدی آ جاتی۔

مگر منگلا اس کے پہلو میں پڑی کروٹیں لیا کرتی۔ جب تک بہت بڑا نیٹ گلاس نہ چڑھاتی۔ نیند آنکھ چراتی رہتی۔ سونے کی گولیاں بھی ماند پڑنے لگی تھیں۔ خیر کچھ بھی تھا' وہ بخیریت اس کے پہلو میں تو تھا۔

ست نرائن نے فلم شروع کرنے پر زور دینا شروع کر دیا۔ اسٹاف بھی اکتا رہا تھا۔ فلم شروع کرنا ہی تھی۔ ہیرو کی تلاش اوپری دل سے جاری تھی۔ روز نئے لڑکوں کے ٹیسٹ لئے جاتے۔ فرید جو ایک مشہور پرانے زمانے کے اسسٹنٹ ہیرو کا لڑکا تھا بالکل چن ہی لیا گیا تھا۔ دھرم نے تو کانٹریکٹ کی اجازت دے دی تھی۔ کیشو ذرا ہچکچا رہا تھا۔ ذرا کام چل نکلے پھر ہو جائے گا کانٹریکٹ۔ دھرم کے ساتھ کام کرنے کے لئے سب کام ہی کی اہمیت تھی' معاہدہ کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔

ان ہی دنوں رنجیت میں زرینہ کی شوٹنگ چل رہی تھی۔ اس کی بزنس کیشو ہی سنبھالتا تھا کیونکہ وہ ابھی تک دھرم دیو فلم کی نوکر تھی' آدھی رقم کمپنی وصول کرتی تھی۔ گو ابھی کمپنی نے اپنا حصہ لگانا شروع نہیں کیا تھا کیونکہ زرینہ نے نیا فلیٹ اور موٹر لے لی تھی۔ قسطیں ادھر کٹ رہی تھیں۔

نہ جانے کس کام کے سلسلے میں دھرم ادھر نکل گیا۔ بڑا تام جھام سیٹ کھڑا

تھا۔ زرینہ بے انتہا زرنگار کپڑے پہنے بھوندو سے ہیرو کے ساتھ انتہائی ستے قسم کا رومانس لڑا رہی تھی۔ اسے یوں تھرکتے آنکھیں مٹکاتے دیکھ کر دھرم کا خون کھول گیا۔

"یہ ایکٹنگ ہے؟" اس نے بریک میں زرینہ کو گھیر کر ڈانٹا۔ "بندریا کی طرح اچھل رہی ہو۔" دھرم غصہ سے بے قابو ہو گیا۔

"ایسا ہی رول ہے۔"

"خاک رول ہے، اتنی آنکھیں کیوں مٹکاتی ہو اور گلا پھاڑ کر چیختی ہو۔ دھیمے سے نہیں بولا جاتا؟"

"اب جیسے ڈائریکٹر کہے کرنا پڑتا ہے۔"

"کیوں کرنا پڑتا ہے۔" ساری ایکٹنگ بھول گئیں۔ یہ تھرڈ کلاس ایکٹراؤں کی طرح منہ چڑاؤ گی تو "پورنما" کا رول بھی گوڑ کر کے رکھ دو گی۔"

"واہ وہاں کاہے کو گوڑ کروں گی۔ آپ کی چھی جو سوار ہو گی۔"

"ست نرائن ڈائریکٹ کریں گے۔" دھرم نے ٹھنڈی سانس کھینچی۔

"مگر آپ تو ہوں گے، پھر......"

"فرید کو سائین کیا ہے، میں اپنی شوٹنگ کے سلسلے میں مدراس رہوں گا زیادہ تر۔"

"ہائے اللہ، آپ نہیں کر رہے ہیں اس میں کام۔"

"نہیں......"

"تو...... پھر نند کو لے لیجئے۔" زرینہ گڑگڑائی۔

"نہیں، رندھیر کہتا ہے اس نے رول تمہیں سامنے رکھ کر لکھا ہے۔"

زرینہ نے میک اپ بگڑ جانے کے ڈر سے آنسو پی لئے، لیکن آنسوؤں کے بغیر بھی طوفان اٹھائے جا سکتے ہیں۔

"بہت اچھا رول ہے۔ تم ہی کرو گی۔"

"جو حکم سرکار۔" زرینہ نے ٹھنڈی سانس بھری۔ "اللہ کرے مرے

فرید۔"

"اس میں تمہارا پتی ہے' ودھوا ہو جاؤ گی۔" دھرم ہنسا۔

"اچھی' میں کیوں ہوتی ودھوا۔ تھوا ہے بالکل۔"

"تمہیں پسند نہیں؟"

"واہ جی مجھے کیوں پسند ہوتا منحوس۔" زرینہ بگڑ گئی۔

"لوگوں کا خیال ہے ریتا اور رمی کی طرح تمہاری اور فرید کی جوڑی بھی......"

"دیکھئے میں شام کی گاڑی سے جا رہی ہوں۔"

"کہاں؟"

"بجواڑہ۔"

"اور یہ سارے کانٹریکٹ؟"

"چولھے میں۔"

"پانچ سال کا جو ہمارا کانٹریکٹ ہے۔" "وہ بھاڑ میں۔"

"پورنما کا رول۔"

"مجھے نہیں کرنا رول پھول ہنہ۔"

"جانتی ہو کانٹریکٹ توڑو گی تو کیا ہو گا۔"

"پھانسی۔ اس سے زیادہ تو نہیں۔"

اتنے میں شوٹ تیار ہو گیا' مگر دھرم نے دیکھا وہ تنتناتی میک اپ روم میں چلی گئی۔ نہ جانے کیوں زرینہ کو غصہ کر کے اسے بڑا لطف آ رہا تھا۔ سیٹ پر دوبارہ جا کر جی جلانے کی ضرورت محسوس نہ کی اس نے رندھیر کو پکارا۔

موٹر بیک کر کے پھاٹک میں سے نکل ہی رہے تھے کہ زرینہ بھاگی ہوئی آئی' اس نے میک اپ اتار دیا تھا اور گھر کے کپڑے پہنے ہوئے تھی۔

"میری کار سروس کے لئے گئی ہے۔ ذرا مجھے ٹیکسی کے اڈے پر اتار دیجئے۔" وہ پیچھے بیٹھ گئی۔ رندھیر نے دھرم سے آنکھ ملانا چاہی مگر وہ سیدھ میں

نظریں جمائے رہا۔ اس کے چہرے کے عضلات پر سکون تھے اور آنکھیں پر اسرار۔
"روکئے نا کار۔" اس نے نکڑ پر کہا۔ مگر دھرم خاموش ڈرائیو کرتا رہا۔
اسٹوڈیو پہنچ کر وہ جلدی سے اتری اور احاطے میں کھڑی ٹیکسی لے کر چل دی۔
"کیوں بھائی یہ کیا لفڑا ہے۔ رندھیر نے پوچھا' دھرم کے ہونٹ مسکراہٹ ضبط کرنے کی کوشش میں لرز رہے تھے۔
"چلو پاپ کٹا۔" رندھیر نے سب قصہ سن کر اطمینان کا سانس لیا۔ حالانکہ دل اس اطمینان میں سو فیصدی شریک نہ تھا۔
"کہو تو جا کے روکوں چڑیل کو۔" پھر اس نے مجبوراً" پوچھا۔
"کیا ضرورت ہے؟ پاپ کٹا۔" دھرم نے قہقہہ لگایا۔ رندھیر کا منہ ذرا سا نکل آیا۔ اس نے دو چار گالیاں ہوا میں اچھالیں اور ٹیلی فون کرنے لگا۔ جواب ندارد۔
"کیوں وقت ضائع کر رہے ہو۔" دھرم دیو ہنسا۔ ٹرین چھوٹے پاؤ گھنٹہ ہو گیا۔"
وہ ہنس رہا تھا۔ مگر رندھیر بے چین ہوتا جا رہا تھا۔ وہ اس کی رگ رگ سے واقف تھا۔ اس نے یہ ہنسی آخری مرتبہ نینی تال کی آؤٹ ڈور شوٹنگ پر سنی تھی۔
"سالی جا بھی رہی ہے یا کوئی چال چل رہی ہے۔" اس نے سوچا۔
"میں گھر جا رہا ہوں۔" وہ بھڑک کر کھڑا ہو گیا۔
"چلتے ہیں۔ جلدی کیا ہے۔" وہ بڑے اطمینان سے اٹھا۔ سگریٹ کیس میں پانچ سو پچپن بھرا اور ایک سلگا لیا۔
"کیا ڈانڈا چل رہے ہو۔" رندھیر نے پوچھا۔
"اوہنگ۔"
"جمبور؟ واں راج کے پاس؟"
"نہیں۔" دھرم کی آنکھیں شوخی سے ناچ رہی تھیں۔

"اماں یار۔ مجھے اتار دو، میں پاگل ہو جاؤں گا۔ تمہارے ساتھ کیشو ہے تا۔" دھرم نے گھڑی دیکھی اور موٹر کی رفتار بڑھا دی۔ "افوہ کتنی بکواس کرتا ہے۔"

جب وہ اگت پوری کے اسٹیشن پر پہنچے تو سگنل ڈاؤن تھا۔ ٹرین آ رہی تھی۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔" زرینہ نے منہ پھلا کر پوچھا۔

"بک بک نہ کرو، آیئے ماں جی۔" رندھیر نے ماں کو رسانیت سے اتارا، امینہ کے بچے کو گود میں لیا۔

"چلو ذرا تمہاری کیسی خبر لی جاتی ہے باہر مشین گن تانے بیٹھے ہیں۔" اس نے چپکے سے زرینہ کے کان میں کہا۔

"آپ بھی اس پگلی کی باتوں میں آ گئیں۔" رندھیر نے امینہ سے کہا۔

"کیا طوفان مچایا ہے۔ توبہ میں اکیلی چلی جاؤں گی۔ ریل کے نیچے کٹ جاؤں گی۔"

اسٹیشن کے شیڈ پر چڑھی ہوئی بیل میں سے زرینہ نے ایک پتلی سی چھڑی توڑی۔ پتے سونتتی ہوئی وہ موٹر کے پاس گئی۔ دھرم بے تعلق بیٹھا دھواں اڑا رہا تھا۔ اس نے چھڑی لی اور زرینہ کی پھیلی ہوئی ہتھیلی پر سڑاک سے کس کر دی۔

زرینہ کا منہ سفید ہو گیا۔

"اور ایک۔ ایڈوانس۔" وہ مسکرائی۔

دھرم نے اور بھی زور سے چھڑی لگائی۔ احتیاط سے چھڑی قریب رکھ لی۔ رندھیر جو اماں اور امینہ کو اسٹیشن ویگن میں بٹھا کر لوٹ رہا تھا پیشانی پر سے پسینہ پونچھنے لگا۔ دھرم نے ایک جھٹکے سے موٹر بڑھائی۔ زرینہ دھول اور پٹرول کے غبار میں بڑے ٹھسے سے مسکرا رہی تھی۔

"مجھے پہلے گھر اتار دو۔" رندھیر اتر کر سیدھا بھاگا۔ دلو کو جھنجھوڑ کر جگایا اور اپنے سینے سے لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

"پورنما" کی شوٹنگ بڑی گھن گرج سے شروع ہوئی۔ گانوں کی ریہرسل ہو رہی تھی۔ منگلا بڑی دھن سے لگی ہوئی تھی۔ بس یہی دن تو اس کی اصل اہمیت کے ہوتے تھے جب وہ منگلا ہوتی تھی، صرف دھرم دیو کی پتنی ہی نہیں۔ ایک عظیم فن کار جس کی آواز کا جادو دھرم کی ہٹ فلموں کی جان تھا۔ ان میں سے دو چار تو شاید بغیر گانوں کے سسک کر دم توڑ دیتیں۔

"آنٹی، دھرم نے کچھ میرے بارے میں طے کیا؟" جب وہ بیاہی گئی تھی تو فرید بارہ تیرہ برس کا لڑکا تھا۔ پڑوس کے ناطے آنٹی ہی کہتا تھا۔ دفتر میں دھرم کو انکل کہنا چھوڑ دیا تھا مگر وہ تو آنٹی تھی۔

"کیوں کیا ابھی کانٹریکٹ نہیں سائین کیا؟"

"مجھے کانٹریکٹ کی پرواہ نہیں، میں کاسٹیوم کی ناپ کے لئے روز آتا ہوں۔ کیشو جی روز ٹال دیتے ہیں، نہ وگ کا ٹرائیل ہوا۔ کیا دھرم جی بھی اس میں کوئی رول کر رہے ہیں۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا اسے ٹال کر سیٹ دیکھنے چلی گئی۔ حویلی کا سیٹ لگ ہا تھا۔ ہیروئن کا ایک دکھ بھرا گانا ہوتا تھا۔ ٹرائیل ریکارڈنگ ہو چکی تھی۔ دھرم اس سے مطمئن نہ تھا۔ دو دن سے اسی گانے میں کلی پھندانے لگوا رہا تھا۔

"فرید کا کانٹریکٹ کب ہو گا؟" اس نے کیشو سے پوچھا۔

"اس سیٹ پر ہیرو کا کام نہیں۔"

"برات تو آتی ہے نا۔"

"دولھا کا منہ پھولوں سے ڈھکا ہو گا' کوئی ایکسٹرا بٹھا دیں گے۔"

"اور فرید؟"

"بالکل کچرا ہے۔ اس قدر ڈائیلاگ بھولتا ہے۔ پڑا ہو جائے گا۔ رول اس کے بس کا نہیں۔ رحمان سے آج بات کرنے جا رہا ہوں۔"

"ہیرو کے لئے؟"

"نہیں بھوت کے رول کے لئے' بہت اچھا رہے گا۔ اپنے یونٹ کے ساتھ اس کی اچھی نبھتی ہے۔"

منگلا خاموشی سے اٹھی اور موٹر میں بیٹھنے لگی۔

"آپ کو روشن صاحب بلا رہے ہیں۔ شام کو ٹیک ہے گانوں کا۔"

"چلو۔" اس نے ڈرائیور کو حکم دیا۔ اسسٹنٹ ڈھول پھانکتا رہ گیا۔ بھاگا کیشو کے پاس گیا۔

"اچھا جاؤ دفتر میں چائے بھجوا دو۔"

دروازے بند کر کے مسکوٹ ہوئی۔ دھرم الگ تھلگ پھولا ہوا بیٹھا تھا۔ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔ منگلا کی اکڑ سب کو کھل رہی تھی۔ سیٹ تیار ہو رہا تھا۔ اب اگر اڑچن پڑ گئی تو پھر فلم شروع ہونے کے آثار نظر نہیں آتے۔ منگلا کو فون کیا تو معلوم ہوا نہیں ہیں۔ حالانکہ وہ دروازہ بند کئے دوپہر سے گھر میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ فلش کھیل رہی تھی۔

دھرم نے صاف کہہ دیا کہ وہ ناک رگڑنے نہیں جائے گا۔ پکچر نہیں بنتی ہے نا بنے۔ زرینہ ناچ کے توڑے سیکھ رہی تھی۔ بیچ بیچ میں کپڑے پہن کر سارے میں دکھاتی پھر رہی تھی۔

پہلے تو کیشو اور رندھیر کو ٹالنا چاہا مگر اڑ ہی گئے تو منگلا بھنا کر نکلی اور خواہ مخواہ برسنے لگی۔

"شریفوں جیسی باتیں کرتے ہو یا دلالی کا پیسہ کھاتے ہو۔"

"بھابی۔" رندھیر نے ضبط کر کے بات سنبھالی۔

"تھو" مجھ بھابی نہ کہو۔ اپنی ماں بہنوں کو گھیر گھیر کر صاحب کا بستر گرماتے ہو۔ تم ہی لوگ اور انہیں ورغلاتے ہو۔ وہ کلموہی تو جا رہی تھی تم ہی اسے اگٹ پوری سے لوٹا لائے۔ اب جاؤ اسی سے گانے بھی گواؤ۔" وہ اپنے آپے میں نہیں تھی، وہسکی کے بھبکے چھوٹ رہے تھے۔ ریتا اسے گھسیٹ کر اندر لے جانا چاہ رہی تھی مگر وہ بری طرح برس رہی تھی۔

"مجھے سب معلوم ہے جیسے تمہاری اپنی ٹکھیائی سب جھیل لیتی ہے، مجھے بھی ایسا ہی سمجھ رکھا ہے۔ وہ ہی جھیلے گی جس نے فارس روڈ بھگتایا ہو۔ گھر کو سرکار کے عیش کا اڈا بنا رکھا ہو۔ مجھے سب خبریں ملتی ہیں۔ مجھے کاٹ کے اپنی جات برادری والی کو بھرنا چاہتے ہو۔"

اگر اس کی جگہ کوئی دوسری گانے والی ہوتی تو رندھیر اس کا منہ توڑ دیتا۔ وہ اور کیشو چپ چاپ جھپٹ کر نکلے اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔

"اب عقل ٹھکانے ہوئی؟" دھرم نے طعنہ دیا۔ "بڑے گن گاتے ہو ستونتی کے۔"

"بھاڑ میں جائے ستونتی۔ خدا قسم تمہارا لحاظ نہ ہوتا تو......" رندھیر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"پھر اب کیا رائے ہے۔" دھرم نے اسے سلگانے کو پوچھا۔

"-------" رندھیر نے نہایت غلیظ مشورہ دیا۔ دھرم ہنسی نہ روک سکا۔

"لتا کو فون کرو۔ اس نے کیشو سے کہا۔ "وہ بہت جلدی دھن پکڑ لیتی ہے۔ جب تک سین لو، ست نرائن سے کہو، گانے بعد میں لیں گے۔"

جب گھر پہنچا تو نوکر سیڑھی پر اجاڑ سا بیٹھا ہوا تھا۔ اس دن پہلی مرتبہ دھرم کو ڈھنڈار گھر بڑا ہی پر سکون معلوم ہوا۔ نہا دھو کر چھوٹا سا پیگ بنایا اور فائیل کھول کر سین دیکھنے لگا۔ اس کی نظر پاس پڑے ہوئے تکیہ پر گئی جہاں منگلا کا سر ہوا کرتا تھا۔ اس نے تکیہ اٹھا کر بھنا کے دور پھینک دیا اور اپنا تکیہ پلنگ کے بیچوں بیچ

رکھ کے بڑے اطمینان سے پھیل کر لیٹ گیا۔۔۔۔ اور اسکرپٹ دیکھنے لگا۔
جب وہ لتا کے گھر پہنچی تو وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔
"ارے دیدی تم نے کیوں تکلیف کی۔ بس میں آ ہی رہی تھی۔ کیسا ہے یہ گیت جو میری ضرورت پڑی۔ ذرا بیٹھو میں ساڑھی بدل کر چلتی ہوں۔" پھر جب اس نے منگلا کا ستا ہوا چہرہ اور ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں دیکھیں تو اسے بیڈ روم میں لے جا کر دروازہ بند کر لیا۔
"دیدی" اس نے پاس بیٹھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا' منگلا اس کے کندھے پر سر رکھ کر پھوٹ پڑی۔
یہ پہلا موقع نہیں تھا۔ جو شوہر کی ستائی ہوئی بیوی اس کے پاس اپنا دکھ لے کر آئی تھی۔ فلم لائن میں ہی نہیں' زندگی کے ہر شعبے میں اس قسم کے پھڈے پڑ جاتے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ فلم لائن میں کھبڑی پٹتی ہے۔ ان دنوں بس جگہ جگہ دھرم' منگلا اور زرینہ کا ترشول گڑا ہوا تھا۔ اخباروں میں ڈھکے چھپے اشارے چل رہے تھے۔"
پرانے زمانوں کی اور بات تھی۔ بھلی بیویاں خصم کی رنڈی کے تلوے چاٹتی تھیں۔ روٹی کپڑے کا سوال تھا نا۔
مرد کی شان تو اسی میں ہے کہ بھنورا بن کے کلی کلی کا مزہ چکھتا پھرے۔ سب ہی پروڈیوسر ڈائریکٹر سگی بیویوں کے علاوہ فلمی بیویاں رکھا کرتے ہیں۔ مگر یہ نئے زمانے کی بیوی بڑا ونڈ مچاتی ہے۔ خاص طور پر منگلا جیسی فن کار جو خود اپنی ایک واضح حیثیت رکھتی ہے' تختی پکڑ لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب دوسری بیویوں یا داشتاؤں کا فیشن بھی فلم لائن میں بہت کم ہوتا جا رہا ہے۔ زور دار بیوی ہو تو کمزور رقیب کو مار بھگاتی ہے۔
عموماً" جب اس قسم کا تکون بن جاتا ہے تو انڈسٹری بڑے سوچ بچار کے بعد فیصلہ کرتی ہے۔ اگر وہ دوسری عورت کوئی تیسرے درجے کی ایکسٹرا ہو تو یار دوست دباؤ ڈالتے ہیں' ڈسٹری بیوٹر اور فنانسر بھی اسے اپنی بزنس کے لئے اہم نہیں

ان کا اثر بھی چلتا ہے' لیکن زرینہ بڑی تیزی سے ابھری تھی- اس کی بڑی مانگ تھی- دھرم اسی بات پر پھولا ہوا تھا کہ زرینہ پر بہت سی پارٹیوں کا داؤ لگا ہوا ہے اسے مار بھگانے میں کوئی دلچسپی نہ لے گا-

مگر اسے خود دار مرہٹن سے پالا نہیں پڑا تھا- اس نے منگلا کے آنسو پونچھے اسی وقت میوزیشین کی ایسوسی ایشن کو فون کر کے ارجنٹ میٹنگ طلب کی- لتا نے الٹی میٹم دے دیا کہ اگر کسی نے دھرم کے ساتھ کوآپریشن کیا تو پھر اس سے وہ کوئی واسطہ نہیں رکھے گی- کوئی بھی سازندہ یا گلوکار منگلا کی حق تلفی نہیں ہونے دے گا- یہی نہیں' لتا نے بالکل ایک جال سا بن ڈالا- وہ آرٹسٹ' ٹیکنیشن' لیبارٹری' ڈسٹری بیوٹر جو دھرم کا کام کریں گے وہ ان کے ساتھ کبھی اور کسی صورت میں واسطہ نہیں رکھے گی-

لتا کی انڈسٹری میں جو پوزیشن ہے اسے دیکھتے ہوئے کون ایسا تھا جو دھرم' صرف ایک اکیلے پروڈیوسر کی خاطر لتا سے بیر پالتا- اگر اسے چھینک آ جاتی تو پروڈیوسروں کے ہاتھ پیر پھول جاتے- پھر وہ حق پر تھی ایک عورت کے جائز حق کے لئے جنگ پر آمادہ تھی- سب نے اس کی رائے پر فوراً صاد کر دیا-

دھرم کو الٹی میٹم دے دیا گیا کہ وہ زرینہ کو اپنی دونوں فلموں میں سے الگ کر دے- دھرم نے وہ الٹی میٹم اٹھا کر ردی کی ٹوکری میں ڈالا اور ٹوکری اٹھا کر کھڑکی سے باہر الٹ دی-

"میں بغیر میوزک کے فلم بناؤں گا-"

"اور لیبارٹری کا کیا ہو گا- آرٹسٹ' اسٹوڈیو کا اسٹاف......"

"جہنم میں جائیں میں فلم لائن چھوڑ دوں گا-" دھرم کی آنکھوں میں شیطان ناچ رہا تھا-

وہ ہارے ہوئے جواری کی طرح تلملا کر رہ گیا- چاروں طرف سے اس کا گلا دبنے لگا- منگلا جیت گئی وہ ہار گیا- دھرم دیو جس کے نام کی لوگ قسمیں کھایا کرتے تھے- بیوی کے ایک طمانچہ پر منہ کے بل آ رہا- لوگ شرطیں لگانے لگے-

"دھرم گھٹنے ٹیک دے گا۔"

"وہ زرینہ کو نہیں چھوڑے گا۔"

"زرینہ کی بات نہیں، مرد کی آن کی بات ہے۔"

"اب وہ فلم نہیں بنا سکے گا۔" اس پر رشک کرنے والوں کے ہاں گھی کے چراغ جل اٹھے۔

"ارے سب ٹھیک ہو جائے گا، یہ فلم انڈسٹری کے چکنے گھڑے ہیں ان پر بوند نہیں ٹھہرتی۔" کسی دل جلے نے کہا۔

مگر سب ٹھیک نہ ہو سکا۔

دھرم نے اس رات دفتر کے پیچھے والے کمرے میں خواب آور گولیوں کی پوری شیشی حلق میں انڈیل لی۔

رندھیر کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ یا خدایا کیسی زندگی ہے، کسی بات کا بھروسہ ہی نہیں۔ یہاں کوئی کھری بات نہیں کرتا۔ اس کی کہانی اور ساتھ میں ڈائریکشن کی بات چل رہی تھی، کل تک رام لال اس کے آگے پیچھے لگا رہتا تھا۔ آج گھاس نہیں ڈال رہا ہے۔ اٹھتے کے پیروں میں سب لٹک جاتے ہیں، جو اوندھے منہ گرے تو اس پر سے کچلتے ہوئے نکلے چلے جاتے ہیں۔ رام لال اس لئے مسکا مار رہا تھا کہ دھرم کے ہاں سے سہارا ہے ہی۔ دھرم آسانی سے کو آپریشن دے سکتا ہے۔ قسطوں پر بننے والی فلمیں مستقل کو آپریشن پر ہی جی سکتی ہیں۔ اب دھرم کا تختہ لوٹ گیا تو رندھیر رعایت نہ اگر پائے گا۔ پہلے رندھیر کو منگلا پر طیش آ رہا تھا۔ اب دھرم پر غصہ آ رہا تھا۔ سوچا چلو اس کا ہی جی جلائیں وہاں وہ کمبخت موت کا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ اسی وقت بھاگ دوڑ شروع ہو گئی۔ ایمبولینس آئی تو منگلا ننگے پیر بال کھولے موٹر سے بدحواس اتری اور اس کے سرد پیروں سے آنکھیں مل کر اپنی قسمت کو رونے لگی۔ صبح تک دھرم کو ہوش نہیں آیا۔ موت ٹل گئی۔

منگلا اس کے پیروں پر سر رکھے سسکیاں بھرتی رہی۔ ہائے اس نے اپنے پتی کو اپنے ہاتھوں سے مار ڈالا۔ اپنی جیت اس کے گلے میں ویسے ہی پھانسی جیسی لگ

رہی تھی۔ کچھ خالی خالی سی بیٹھی تھی کہ فون پہنچا۔ اس کا کلیجہ پھٹ گیا۔ ہائے اس کا دھرم' اس کے ببلو اور چنٹو کا بابا۔ وہ جس کے ساتھ بمبئی ٹاکیز کے احاطے والے املی کے درخت کے نیچے آنکھوں میں رس بھر کے سپنے دیکھے تھے جس کی موتیوں والی نشہ آور مسکراہٹ اب بھی جی کو ڈانواں ڈول کر دیتی ہے۔ وہ بیاہ کے پہلے ہفتہ والا رنگین مزاج دیوتا' بھرپور عاشق جس نے نینی تال کی ٹھنڈی راتوں میں انگ انگ میں آگ بھڑکا دی تھی۔ آج موت کی چاہ میں سب کچھ تج کر جا رہا ہے۔

جب وہ کچھ بھی نہیں تھا ایک معمولی اسسٹنٹ تھا تو ایک ڈائریکٹر نے اسے بے بات جھڑک دیا تھا تو منگلا کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ وہ اسے کوس کوس کر آنسو بہاتی رہتی تھی۔

"اس نے تمہاری ذلت کی' بس چلے تو اس کا خون پی جاؤں۔"

پر آج وہ خود راکشسنی بنی اس کا لہو پی رہی تھی۔

"اگر وہ دوسری پر لٹو ہے تو اس کی سزا موت تو نہیں۔ وہ کسی کا بھی ہو کر رہے زندہ تو رہے۔"

"منگلو!" دھرم نے اسے پیروں کے پاس بیٹھے دیکھا تو بے چین ہو گیا۔

"ادھر آؤ۔" وہ سسکیاں بھرتی ہوئی اس کے سینے سے لگ گئی۔

"مجھے معاف کر دے منگلو......" دھرم نے اس کے آنسو چوم کر کہا۔

"نہیں' سارا دوش میرا ہی تھا۔ تم......"

"میں نے کمینہ پن کیا منگلو' میں بڑا نیچ ہوں۔"

"نہیں تم بھولے ہو' میرے کان بڑے کچے ہیں۔ ریتا چڑیل نے بہکا دیا۔" منگلا نے اپنے بچاؤ کا راستہ ڈھونڈا۔ "مجھ پر بھوت سوار ہو گیا تھا۔ تم جو بھی کرو میں بیچ میں نہیں بولوں گی۔ نہ جانے مجھے کیا ہو گیا تھا۔"

"خواب آور گولیوں کا معاملہ دبا دیا گیا۔ بدہضمی کے سر بات گئی۔ زرینہ ڈھیروں پھول لے کر آئی۔ بالکل مسکراتی ہوئی۔ اس کی اماں نے صدقہ بھیجا۔ امینہ

بازو پر ایک تعویذ باندھ گئی۔ منگلا اس وقت رندھیر کے سامنے ہاتھ جوڑے رو رہی تھی، "بھیا اگر تم نے مجھے معاف نہ کیا تو میں مر جاؤں گی۔ آگ لگے میری زبان کو نہ جانے غصہ میں ایسی بے قابو کیوں ہو جاتی ہے۔" وہ سر جھکائے روتی رہی۔

"ارے بھابی، رشتے میں تو چھوٹا ہوں سو جوتے مار لو تو بھی چوں نہیں کروں گا۔" رندھیر نے اپنی کوئی آنے والی ہٹ کہانی کے لئے یہ مکالمہ یادداشت کی ڈبیہ میں محفوظ کر لیا۔ "مگر دیکھو ایک بات صاف ہونی چاہیئے۔ دھرم جی کی بہت کرکری ہوئی ہے۔اب اگر وہ اس چڑیل کو نکالتے ہیں تو ساری انڈسٹری ٹھٹھہ اڑائے گی اور وہ کہیں سر اوپر نہ اٹھا سکیں گے۔ آرٹسٹ کی خود داری بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔ سیٹ پر ان کی کیا پوزیشن رہ جائے گی۔ اب اس بات کو دبانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ وہ ہیرو، چڑیل ہیروئن اور گانے آپ کے۔ تب ہی انڈسٹری کے منہ پر طمانچہ لگے گا۔ کام بالکل ایسے ہی ہو جیسے پچھلی فلموں میں ہوا کرتا تھا۔

منگلا خاموش رہی۔

"ایک بات اور، آپ نے بالکل دلچسپی لینا چھوڑ دی ہے۔ اسٹوڈیو آنا بند ہی کر دیا ہے۔ آپ اسی پابندی سے آیئے۔ آپ رہیں گی تو سانپ کو پھن اٹھانے کا موقع نہیں ملے گا۔ وعدہ کیجئے کہ آپ بلاناغہ آئیں گی۔"

"آؤں گی۔" منگلا نے وعدہ کیا۔

"بات بہت بڑھ گئی۔ ورنہ ایسی کوئی وہ کوہ قاف کی پری نہیں۔ دھرم بہت ضدی ہے۔ یہ آپ سے بہتر کون جانتا ہے۔ آپ نے اس پر بلاوجہ شبہ کیا۔ ہم ساتھ کے اٹھنے بیٹھنے والے ہیں۔ ہنسنے بولنے میں ایسی کیا خرابی ہے۔ سیٹ پر کوئی منہ پر تالا ڈال کر نہیں بیٹھتا۔ اور بھابی سچ کہتا ہوں آپ کے سامنے وہ ہے کیا۔ دھرم کا ٹیسٹ اتنا گرا ہوا نہیں۔" بغیر ارادہ ایک کے بعد دوسرا جھوٹ اس کے منہ سے نکلتا ہی چلا گیا اور منگلا جو ویسے ہی بجھی ہی تھی یقین مان گئی کہ دھرم پر اس نے بہتان لگایا ہوے۔ ہو سکتا ہے کہ دلچسپی ہو مگر معاملہ اتنا تو نہیں بڑھ گیا جتنا ریتا نے پہاڑ بنا کے اسے ڈرا دیا۔ شام کو اس نے دو بنارسی ساڑھیاں اور ایک فیروزے

کا سیٹ دلو کو بھجوا دیا۔

جب وہ گھر پہنچی تو امینہ ڈرائنگ روم میں بیٹھی تھی۔

"بیٹھو!" اس نے چنٹو کی آیا سے کہا بچوں کو اوپر لے جائے۔ "اماں تو اچھی ہیں؟"

"جی ہاں۔" امینہ کی آواز بجھی ہوئی سی تھی۔ "ہم لوگ جا رہے ہیں۔"

"کہاں...... کیوں؟"

"حیدر آباد...... پھر وہاں سے بیجواڑہ۔ واں سے یہ آکر فلیٹ اور کار کا کچھ کریں گے۔"

"کیا کہہ رہی ہیں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے اور زرینہ......" منگلا نے مجرموں کی طرح پوچھا۔

"ہاں یہ دیکھئے تین ٹکٹ ابھی سیدھی لے کر آ رہی ہوں۔ سونے کی سیٹ ایک ہی ملی' اماں کے لئے' ہم تو ویسے بیٹھ کر بھی رات گزار دیں گے۔" امینہ نے تھرڈ کلاس کے ٹکٹ بٹوے سے نکال کر دکھائے۔

"دیکھوں؟" منگلا نے ٹکٹ لے لئے۔ "تو کام نہیں کرنا۔"

"دیدی' دھرم جی کے اور آپ کے ہم پر جو احسان ہیں ہم چاہیں بھی تو ان کا بدلا نہیں چکا سکتے۔ مگر اب انڈسٹری میں جو گند اچھل رہی ہے اس کو جھیلنا بھی ممکن نہیں۔ دھرم جی جیسے شریف انسان کو بھی نہ چھوڑا۔ آپ تو اتنی سمجھ دار ہیں دھرم جی پر اعتبار ہے' باہر جہاں کام کرے گی وہاں کون سمجھے گا اور ہم بے یارو مددگار عورتیں کس کس کا منہ بند کریں گی۔ آج آپ کا دل صاف ہے۔ کل آپ کے ہی کوئی کان بھر دے' ہم آپ ہی لوگوں کے بھروسے پر آئے تھے۔ کوئی ماموں' چچا بھائی ہی ہوتا تو بھی غنیمت تھا' مگر ذرا سوچئے ہمیں زندہ چھوڑے گی یہ انڈسٹری۔"

"ارے خاک ڈالو انڈسٹری پر۔" آئی گئی سب انڈسٹری پر تھوپی جانے لگی۔

"بکنے دو بکنے والوں کو۔"

"میرے خیال میں تو چلے جانا ہی اچھا ہے۔ بڑا ڈر لگتا ہے۔ کوئی گلا کٹوا دے تو......"

"ارے ہٹو، مجال ہے کسی کی جو گلا کٹوا دے۔ تمہارے پتی ہیں نا پھر کاہے کا ڈر۔"

"وہ تو تنتناتے بھاگے۔ مجھ سے یہ گند نہیں سمیٹا جائے گا۔ کہتے ہیں طلاق دے دوں گا۔ آپ بتائیے کیا بیمار ماں کو چھوڑ دوں۔" امینہ نے آنسو پونچھ کر کہا۔

منگلا کا بھی جی بھر آیا۔ اپنی حماقت پر خود کو کوسنے لگی۔

"کوئی جانے کی ضرورت نہیں۔" اس نے ٹکٹ پھاڑ کر پھینک دیئے۔

"سیٹ اتنے دن سے کھڑا ہوا ہے۔ پانچ سال کا کانٹریکٹ توڑ کے بھاگو گی، دماغ چل گیا ہے۔"

ٹکٹ پھاڑنے کی خبر انڈسٹری نے ہاتھوں ہاتھ لپک لی۔

"چکنے گھڑے۔" پاگل بولا۔

دھرم اچھا ہو کر گھر آ گیا۔ برآمدے میں چنٹو کی گاڑی اور منے منے جوتے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس نے جوتے اٹھا لئے۔ ڈرائنگ روم کی اجلی دیوار پر ببلو کے میلے ہاتھ کے نشان پر اس کی نگاہیں جم گئیں۔

ہاتھ میں چنٹو کے جوتے لئے وہ دروازے کے بیچ میں کھڑا رہا۔ منگلا تکیہ پر اجلا غلاف چڑھا رہی تھی۔ دو بچوں کی پیدائش کے بعد بھی آج دونوں اجنبی تھے۔ بڑی عمر ہو چنٹو کی وہ بری طرح چنگھاڑتا ہوا داخل ہوا۔ دونوں ایک ساتھ لپکے اور بچوں کو اٹھاتے اٹھاتے دونوں ایک دوسرے کی آغوش میں سما گئے۔ سانسیں الجھ گئیں اور ہاتھ پیر بے قابو ہو گئے۔ چنٹو اس نئے ڈرامے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے لگا۔ آیا ببلو کو بھی لے آئی۔ منگلا نے چنٹو کو سمیٹ لیا اور اسے دودھ پلانے ساڑھی اوڑھ کر کروٹ سے لیٹ گئی۔ رات کو ایک وقت وہ اسے اب بھی اپنا ہی دودھ دیتی تھی۔ دھرم نے ببلو کے اونگھتے ہوئے سر کو کندھے سے لگا لیا۔ اور ٹہلنے لگا۔ موت کے ادھ کھلے دروازے سے جھانک کر جو کچھ دیکھا وہ دھرم کو ہلا دینے کے لیے کافی تھا۔

دھرم نے سوئے ہوئے ببلو کو اس کے پلنگ پر سلا دیا اور آ کر منگلا کے پاس بیٹھ گیا۔ آنچل اٹھا کر اس نے بھوکے چنٹو کے مشتاق ہونٹوں کی جنبش دیکھی اور مسکرا اٹھا۔ منگلا نے سسکی بھری اور دھرم کا ہاتھ پکڑ کر اپنی آنکھوں پر رکھ لیا۔ دھرم نے جھک کر بیٹے کے ہونٹ چوم لئے۔

کبھی پشیمان بیوی محبوبہ کا غم بھلانے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔

دھرم اچھا ہو کر گھر آگیا۔ برآمدے میں چنٹو کی گاڑی اور منے منے جوتے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس نے جوتے اٹھا لئے۔ ڈرائنگ روم کی اجلی دیوار پر ببلو کے میلے ہاتھ کے نشان پر اس کی نگاہیں جم گئیں۔

ہاتھ میں چنٹو کے جوتے لئے وہ دروازے کے بیچ میں کھڑا رہا۔ منگلا تکیہ پر اجلا غلاف چڑھا رہی تھی۔ دو بچوں کی پیدائش کے بعد بھی آج دونوں اجنبی تھے۔ بڑی عمر ہو چنٹو کی وہ بری طرح چنگھاڑتا ہوا داخل ہوا۔ دونوں ایک ساتھ لپکے اور بچوں کو اٹھاتے اٹھاتے دونوں ایک دوسرے کی آغوش میں سما گئے۔ سانسیں الجھ گئیں اور ہاتھ پیر بے قابو ہو گئے۔ چنٹو اس نئے ڈرامے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے لگا۔ آیا ببلو کو بھی لے آئی۔ منگلا نے چنٹو کو سمیٹ لیا اور اسے دودھ پلانے ساڑھی اوڑھ کر کروٹ سے لیٹ گئی۔ رات کو ایک وقت وہ اسے اب بھی اپنا ہی دودھ دیتی تھی۔ دھرم نے ببلو کے اونگھتے ہوئے سر کو کندھے سے لگا لیا۔ اور ٹہلنے لگا۔ موت کے ادھ کھلے دروازے سے جھانک کر جو کچھ دیکھا وہ دھرم کو ہلا دینے کے لیے کافی تھا۔

دھرم نے سوئے ہوئے ببلو کو اس کے پلنگ پر سلا دیا اور آکر منگلا کے پاس بیٹھ گیا۔ آنچل اٹھا کر اس نے بھوکے چنٹو کے مشتاق ہونٹوں کی جنبش دیکھی اور مسکرا اٹھا۔ منگلا نے سسکی بھری اور دھرم کا ہاتھ پکڑ کر اپنی آنکھوں پر رکھ لیا۔ دھرم نے جھک کر بیٹے کے ہونٹ چوم لئے۔

کبھی پشیمان بیوی محبوبہ کا غم بھلانے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔

"پورنما" جب شباب پر آئی تو سوئے ہوئے سانپ نے پھر پھن اٹھایا۔ اس پہرے داری سے شاید آگ بجھی ہی نہیں بھول بنتی رہی۔ دھرم کی ویرانی بڑھنے لگی، بڑے معرکے کے سین ہوئے۔ بھوبل میں دبی چنگاری چیخنے لگی، شعلے کی آنچ سے پھر بدن گرما کر سلگنے لگا۔ دماغ پگھلنے لگا، گھٹن اور پابندیوں نے تیل کا کام کیا، دھرم بالکل پکچر ہیرو کی طرح رومنٹک چھوکرا بن گیا۔ سیٹ سے زیادہ دفتر یا منگلا کی آغوش میں۔ آہیں سینے میں ابھرتیں، لوہے کے دروازوں سے سر پھوڑتیں۔

عجب وحشت ہوئی جسے ختم کرنے کیلئے دھرم نے ایک دم "جھوٹے خواب" پر کام شروع کر دیا پہلے بھی یہ کہانی بنانے کا کئی دفعہ ارادہ کیا مگر ترک کر دیا تھا۔ سب نے بہت سمجھایا مگر اس نے ایک نہ سنی۔ خیر "پورنما" کی رپورٹ اچھی تھی۔ بزنس اچھی ہو رہی تھی۔ اور اسے روک بھی کون سکتا تھا۔ منگلا نے بھی حمایت کی کہ شاید خود ڈائریکشن نہ کرنے کی وجہ سے اتنی وحشت ہے۔ بلا سے اس سے تو نجات ملے گی۔ بجلی کی سرعت سے فلم بننے لگی۔

"جھوٹے خواب" کی کہانی بالکل دھرم کی اپنی زندگی کی کہانی تھی۔ ایک کامیاب فلم ڈائریکٹر کی کہانی تھی جو اپنی زندگی کی یکسانیت سے اکتایا ہوا تھا۔ اسے ایک معمولی سی لڑکی مل جاتی ہے۔ وہ اسے کامیاب ہیروئن بنا دیتا ہے۔ اس کی بیوی درمیان میں آ جاتی ہے۔ اور وہ لڑکی سب کو چھوڑ کر چلی جاتی ہے۔ ڈائریکٹر ذہنی طور پر مفلوج ہو جاتا ہے۔ لوگ اسے بھول جاتے ہیں، مگر وہ کھوئے کھوئے خواب ڈھونڈنے اسٹوڈیو میں آتا ہے۔ کوئی اسے نہیں پہچانتا اور دھکے دے کر نکال دیا جاتا ہے۔ وہ چھپ کر اسٹوڈیو میں گھس جاتا ہے۔ جبکہ وہاں کوئی نہیں، گزری ہوئی زندگی یاد آتی ہے۔ اور وہ اوپر سے گر کر مر جاتا ہے۔ اور ایک پرانا مزدور اسے پہچانتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کا بہت عظیم ڈائریکٹر تھا۔

فلم چند مہینوں میں مکمل ہو گئی۔ سوائے دھرم کے اس میں کسی کو کچھ نظر نہ آیا اور فلم ہر جگہ بہت بری طرح ناکام ہوئی۔

ناکامی ہی دھرم کو اصل کامیابی معلوم ہوئی۔ اس کردار میں وہ ایسا ڈوبا کہ ابھر

نہ سکا- بالکل اس بدنصیب ڈائریکٹر کی طرح مردہ اور مفلوج ہو گیا- اس کے مداح اسے جھنجھوڑ کر یاد دلانا چاہتے تھے کہ وہ زندہ ہے مگر اس کا یقین ختم ہو چکا تھا- وہ ان زنجیروں کو توڑ کر زرینہ تک نہیں پہنچ سکا تھا- گو وہ اب اس کی تمنا کو بھی دفن کر چکا تھا-

اسے جگانے کیلئے سب ہی ٹونے ٹوٹکے کئے- رندھیر نے اس کی ملاقات ایک ایسی عورت سے کروائی جس کے بارے میں سنا تھا کہ مردوں میں جان ڈال دیتی تھی- کتنی لڑکیاں ہر سال فلم کے چکر میں بمبئی آتی ہیں- آسمان کی بلندیوں کو چھونے کے بجائے اٹھائی گیروں کے ہتھے چڑھ کر یون پل کی رونق کا سامان بن جاتی ہیں- پدما بھی ان ہی میں سے ایک تھی- اب وہ فلمی طوائف کہلاتی تھی- نام کو فلموں میں کام کرتی تھی- میل جول بھی انہیں سے تھا- سیٹھ لوگوں کو پھانسنے کیلئے بطور بیٹھکی استعمال کی جاتی تھی- ذرا عمر آ جائے گی تو اپنی "چھوٹی بہن" کو بلا لے گی- ویسے بھی اس کے یہاں اس قدر مجمع رہتا ہے کہ وہ اپنی سہیلیوں کو اپنی مدد کے لئے بلاتی رہتی ہے- مہورت یا ریلیز پر جشن منانے عموماً" لوگ اسی کے ہاں جمع ہوتے ہیں-

پدما نسوانیت کا انبار ہے' اس کے کئی عاشقوں نے اسے فلم میں ڈالا مگر اس کا چہرہ کوئی کیمرہ قابل قبول نہیں دکھا پاتا اور اس کے دلچسپ اور بھڑکدار زاویوں پر سنسر کی قینچی چل جاتی ہے- دھرم دیو پدما کے فلیٹ کی دھما چوکری دیکھ کر جی اٹھا اس نے ساری پھپوند کھرچ کر پھینک دی- وہ اس کے فلیٹ میں دین دنیا کا غم بھلائے ہفتوں پڑا رہا- وہسکی بے دم سی لگنے لگی تھی- مگر پدما کی زنبیل میں اور بھی معجزے پوشیدہ تھے' کبھی بھنگ' کبھی چرس' افیون بھی کچھ دن چلی' زندگی مسلسل چٹکارہ بن گئی- دھرم کو عام فلم کے لوگوں کی طرح بے خوابی کی تکلیف تھی' مگر پدما نے ثابت کر دیا کہ یہ بیماری نہیں نعمت ہے' سونا اور مرنا برابر- جاگتے وجود کا ہر لمحہ سمیٹ کر پی جاؤ' کہ یہ زندگی ہے- باقی موت!

منگلا جو زرینہ پر پہرا ڈال کر مطمئن تھی اس کے فرشتوں کو بھی اس وقت

پدما اور اس کی سہیلیوں یعنی چرس اور بھنگ کا پتہ نہ تھا۔ وہ تو اپنی دانست میں پتی دیو کو نرک سے نکال لائی تھی۔

ڈبل پیگ میں خواب آور گولیوں کی لت بھی اسے پدما کے حضور میں لگی۔

زرینہ سے وہ بے توجہ تھا یا بنا دیا گیا تھا۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ جنون سے نجات مل گئی تھی۔ بیدار پر پہرہ تھا مگر خوابوں پر روک ٹوک نہیں تھی کہ یہ خواب ہی اس کی زندگی کا ماحصل تھے۔ اگر زرینہ اس کے خوابوں سے کنارہ کشی کرتی تب ہی تو اس کی بے وفائی کا گلہ ہوتا۔ پدما کے میل جول کی خبر منگلا تک پہنچی۔ دھرم کی غیر حاضریوں سے تھک کر پھر اس نے پینا شروع کر دیا۔

"کیوں جاتے ہو اس گندی بیسوا کے ہاں۔"

"بس وقت گزر جاتا ہے۔"

"یہاں جی نہیں لگتا' وہاں لگ جاتا ہے۔"

"نہیں وہاں بھی نہیں لگتا' ہنگامے میں کچھ پتہ نہیں پڑتا۔"

"آخر جی کیوں گھبراتا ہے؟"

"پتہ نہیں۔" وہ احمقوں کی طرح مسکرانے لگا۔ اسے وہسکی میں خواب آور گولیاں استعمال کرتے دیکھ کر منگلا نے یہ نسخہ آزمایا۔ کچھ دن بڑی شاندار نیند آئی پھر ان کا اثر بھی دھیما ہونے لگا۔

"پورنما" سے اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ست نرائن پرانا چاپلوس ڈائریکٹر اس مزے سے سین جما رہا تھا کہ پروگرام میں کوئی ہلچل نہ ہو۔ حتی الامکان دونوں کا علیحدہ کام بڑی تیزی سے ختم کر دیا۔ ایک دن پدما کے ہاں شکیلہ بانو کی قوالی تھی۔ محفل پورے شباب پر تھی۔ پدما بے حیائی کا مرقع بنی اونگھتے ہوئے جذبات کو جھنجھوڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔ دھرم باوجود اس ہنگامے کے اکتایا ہوا بیٹھا تھا۔ وہسکی پانی ہو چکی تھی۔ اس نے جیب سے خواب آور گولیوں کی شیشی نکالی۔ ہاتھ ہلا اور چند گولیاں ضرورت سے زیادہ پڑ گئیں۔ دھرم نے انگلی سے پکڑنے کی کوشش کی۔ وہ گھل گئیں' اونہہ کیا فرق پڑتا ہے۔

پدما اور اس کی سہیلیوں یعنی چرس اور بھنگ کا پتہ نہ تھا۔ وہ تو اپنی دانست میں پتی دیو کو نرک سے نکال لائی تھی۔

ڈبل پیگ میں خواب آور گولیوں کی لت بھی اسے پدما کے حضور میں لگی۔

زرینہ سے وہ بے توجہ تھا یا بنا دیا گیا تھا۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ جنون سے نجات مل گئی تھی۔ بیدار پر پہرہ تھا مگر خوابوں پر روک ٹوک نہیں تھی کہ یہ خواب ہی اس کی زندگی کا ماحصل تھے۔ اگر زرینہ اس کے خوابوں سے کنارہ کشی کرتی تب ہی تو اس کی بے وفائی کا گلہ ہوتا۔ پدما کے میل جول کی خبر منگلا تک پہنچی۔ دھرم کی غیر حاضریوں سے تھک کر پھر اس نے پینا شروع کر دیا۔

"کیوں جاتے ہو اس گندی بیسوا کے ہاں۔"

"بس وقت گزر جاتا ہے۔"

"یہاں جی نہیں لگتا، وہاں لگ جاتا ہے۔"

"نہیں وہاں بھی نہیں لگتا، ہنگامے میں کچھ پتہ نہیں پڑتا۔"

"آخر جی کیوں گھبراتا ہے؟"

"پتہ نہیں۔" وہ احمقوں کی طرح مسکرانے لگا۔ اسے وہسکی میں خواب آور گولیاں استعمال کرتے دیکھ کر منگلا نے یہ نسخہ آزمایا۔ کچھ دن بڑی شاندار نیند آئی پھر ان کا اثر بھی دھیما ہونے لگا۔

"پورنما" سے اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ست نرائن پرانا چاپلوس ڈائریکٹر اس مزے سے سین جما رہا تھا کہ پروگرام میں کوئی ہلچل نہ ہو۔ حتی الامکان دونوں کا علیحدہ کام بڑی تیزی سے ختم کر دیا۔ ایک دن پدما کے ہاں شکیلہ بانو کی قوالی تھی۔ محفل پورے شباب پر تھی۔ پدما بے حیائی کا مرقع بنی اونگھتے ہوئے جذبات کو جھنجھوڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔ دھرم باوجود اس ہنگامے کے اکتایا ہوا بیٹھا تھا۔ وہسکی پانی ہو چکی تھی۔ اس نے جیب سے خواب آور گولیوں کی شیشی نکالی۔ ہاتھ ہلا اور چند گولیاں ضرورت سے زیادہ پڑ گئیں۔ دھرم نے انگلی سے پکڑنے کی کوشش کی۔ وہ گھل گئیں، اونہہ کیا فرق پڑتا ہے۔

مفلوج ہونے لگا- بے قراری سے وہ میک اپ روم میں ٹہلنے لگا- بڑی مشکل سے جی ٹھہرا-

سیٹ پر آج سناٹا سا لگ رہا تھا- روز ایکسٹرا بھرے رہتے تھے-

"یہ پھول کیسے ہیں، کیا کوئی سالگرہ کا سین ہے-" دھرم نے پھولوں کی ٹوکری کو پیر سے ٹھکرا کر پوچھا-

"جی یہ سہرا ہے-" ست نرائن بولے-

"سہرا؟"

"جی، آج حضور کی سہاگ رات ہے، میٹھی رات-" سب ہنسنے لگے-

دھرم کچھ شرما کر ہنس دیا- بڑے مزے کی بات تھی کہ آج وہ پہلی دفعہ فلم میں دولہا بن رہا تھا- "ارے یہ گھوڑے کو پہناؤ گے یا دولہا کو-" اس نے بوجھل سہرا اٹھا کر ہاتھ میں تولا-

"بے چارے گھوڑے کے یہ کہاں نصیب-" سب نے پھر قہقہہ مارا.....

بڑا معرکے کا سین تھا- رندھیرا سے بار بار سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا- دھرم کو موڈ ہی نہیں آ رہا تھا-

وہ سیٹ پر پہنچا تو زرینہ سر میں کرلر لگائے چائے کی سڑکیاں لگا رہی تھی- پاس انیل بیٹھا تھا- دھرم کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا-

"اوہو ہو انیل، کہو کیسے ہو-" دھرم بڑے تپاک سے ملا-

"آپ کی دعا ہے، آج تو آپ خوب جچ رہے ہیں- دھرم سرخ ہو گیا-

"بھئی کمال ہے دلہن سے زیادہ تو دولہا شرما رہا ہے-" انیل ہنسا-

"کیا یہ شوٹ ضروری ہے، ست نرائن جی، یہ سہرے کی بڑی چکلس ہے-"

"سہرا باندھنا نہیں ہے، اینٹری کے وقت اتار دیں گی- ادھر صوفے پر ڈال دیا جائے گا-"

"اور پگڑی؟" زرینہ نے پگڑی اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی، "میں پہن لوں ست نرائن جی؟" وہ ہنسی-

"مار کھانے کا ارادہ ہے۔ کھل جائے گی، رکھ دے۔"

دھرم رندھیر کے پاس چائے پینے چلا گیا۔

"شوٹ تیار ہے ریہرسل اور ٹیک۔" ست نرائن آج فل چارج لئے ہوئے تھے۔

پھولوں کی سیج پر زرینہ شرم سے سر جھکائے بیٹھی تھی۔ دھرم کا کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ باریک شفان کے سنہرے جال کے دوپٹہ میں اس کی حیا سے بوجھل آنکھیں اور لرزاں ہونٹ ہوش و حواس پر بجلی گرانے لگے۔ یہ ایک فلم کا شوٹ تھا یا اس کے بے رحم خوابوں کا دھندلا سا عکس۔ وہ بار بار بھول جاتا کہ وہ ایکٹنگ کر رہا ہے۔ ست نرائن کا چلاتے چلاتے حلق خشک ہو گیا۔ لائٹس اون--- لائٹس اوف.... ری ٹیک.... کیا قیامت ہے، کوئی مشکل بات نہیں، بس دلہن کا گھونگھٹ اٹھا کر دولہا کو کہنا ہے۔

"آنکھیں تو کھولو میری جان!" لائٹس اون---- لائٹس آف!

"جان تو کھو۔" کٹ کٹ۔

"گھونگھٹ تو آنکھیں ۔" کٹ۔

"جان تو گھونگھٹ--- کٹ کٹ۔

"ست نرائن جی یہ..... یہ جان بدل دیجئے۔" دھرم نے چڑھ کر کہا۔

"مطلب جان نکال دوں؟ ارے بھائی رندھیر کدھر اونگھ رہے ہو یہ جان نکالو۔" ایک قہقہہ پڑا۔

"بھئی وزیٹر کو چلتا کرو۔" دھرم نے چپکے سے کیشو سے کہا۔

"اور کوئی نہیں انیل اور ان کے منیجر سریش ادھر بیٹھے ہیں۔ زرینہ کے کانٹریکٹ کے لئے آئے تھے۔"

"ان سے کہہ دو ہو جائے گا۔" کیشو لپک کر آیا۔ "ٹھیک ہے، ہو جائے گا۔"

"تھینکس۔" انیل نے اس کا ہاتھ بڑے خلوص سے دبایا۔

"بس اب اطمینان رکھو، ہو جائے گا۔" کیشو نے اسے باہر کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو کیشو صاحب، بہت بہت شکریہ۔ ڈیٹس کی جلدی نہیں..... مجھے تو بزنس کیلئے بس پکا کرنا تھا۔"

انیل کے جانے کے بعد ذرا حواس درست ہوئے تو کیمرہ نخرے کرنے لگا۔ انیل سے کانٹریکٹ کے پکے وعدے سے زرینہ کا جی کھل اٹھا تھا۔ دھرم کو پلنگ کے پاس آتا دیکھ کر اٹھنے لگی۔

"بیٹھو بیٹھو۔" وہ تکیہ گھسیٹ کر نیم دراز ہو گیا۔ "کیا شوٹ اڑا ہے۔"

زرینہ مسکرا کر اپنی چوٹی سے کھیلنے لگی۔

"اتنا سا ڈائیلاگ ہے، زبان پر نہیں چڑھتا۔"

"کیوں؟" زرینہ نے کچھ نہ کہنے کو پا کر کہہ دیا۔

"اس لئے کہ جو دل میں ہوتا ہے ہونٹوں پر آتے ہوئے لرزتا ہے۔"

زرینہ نے نئی دلہنوں کی طرح چور نظروں سے دیکھا اور مسکرا کر سر جھکا لیا۔

"اے..... ادھر دیکھو!" دھرم نے اس کی ٹھوڑی دو انگلیوں سے اوپر اٹھائی۔

زرینہ نے منہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔ دھرم نے ہاتھ ہٹایا تو ایک آنسو ڈھلک کر رخسار پر بہنے لگا۔ دھرم نے ایک دلدوز آہ کھینچی اور زرینہ کا ہاتھ اتنے زور سے پکڑ کر اس کی انگلیاں کڑکڑا گئیں۔

"چاند.... چاند...." دھرم نے اس کا چھوٹا سا سرد ہاتھ اپنے اچھلتے ہوئے دل پر رکھ لیا۔

"بیوٹی فل۔" ست نرائن اچھل پڑے۔ دھرم جلدی سے سنبھل گیا۔ ارے رندھیر پیارے گولی مارو سالے ڈائیلاگ کو بھی، ہم تو ہو گئے بوڑھے جو نوجوانوں کو سوجھتی ہے۔ سالی اپنی سہاگ رات تو یاد بھی نہیں رہی۔ کیوں رندھیر، یہ کیسا پوز رہے گا۔ دولہا آتا ہے، کچھ جان وان نہیں بولتا۔ یوں لیٹ جاتا ہے۔"

انہوں نے دھرم کو لٹاتے ہوئے کہا۔

پھر لائٹس بدلی گئیں۔ وہ فی البدیہہ سین جو اس دن ہوا دیکھنے والوں پر نشہ چھا گیا۔ وہ رکے رکے سے جملے بار بار لکھے گئے۔ پھر بدلے گئے۔ ست نرائن جی کی باچھیں یہاں سے وہاں تک پھیلی ہوئی تھیں۔

دوسرے دن سین کی دھاک ساری انڈسٹری میں پھیل گئی۔ دونوں نے اپنا کلیجہ نکال کر رکھ دیا۔

صبح کے دھندلکے میں جب پیک اپ ہو رہا تھا تو دھرم نے میک اپ روم کی طرف جاتی ہوئی زرینہ کا ہاتھ چھوا۔ وہ انہیں کپڑوں میں مڑ کر سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

دھرم اسے اوپر جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر رات بھر کا مرجھایا ہوا سہرا اٹھا کر تھکی ماندی آنکھوں میں پیار کی شمعیں جلا کر اپنے پرائیویٹ کمرے میں داخل ہوا تو اندھیر گپ تھا۔

"چاند..... چاند۔" اس نے بھرے ہوئے گلے سے پکارا۔ دیوان کے پاس کا لیمپ ایک دم جل اٹھا۔ منگلا اس کا ڈریسنگ گاؤن پہنے اسی وقت جاگی تھی۔ وہ جھجک کر پیچھے ہٹا تو کسی سخت چیز پر پیر پڑا۔ جھک کر اٹھا تو دلہن کی کاسٹیوم کا جھمکا چکنا چور پڑا تھا۔

اگر چینی کا برتن چٹک جائے تو صاف بال نظر آتا ہے۔ مگر جب انسان کا وجود کچے گھڑے کی طرح بیٹھ جائے تو مادی نظروں کو کچھ فرق نظر نہیں آتا۔ دھرم کے وجود کے تین ٹکڑے ہو چکے تھے۔

ایک تو وہ دھرم دیو تھا جو فلم انڈسٹری کا کامیاب فرد تھا، جس کے نام کا ڈنکہ بج رہا تھا۔ اپنی چہیتی بیوی کا محبت کرنے والا شوہر، بچوں پر جان چھڑکنے والا باپ، یاروں کا یار، ماتحتوں کا غم خوار۔

دوسرا وہ دھرم تھا جو "پورنما" کے سیٹ پر پھولوں کی رانی کا دولہا تھا۔ ایسے دہکتے ہوئے عشق و محبت کے سین فلمائے جاتے یا کم از کم ریہرسل ہی ہوتی۔ کہ دیکھنے والوں کو پسینے آ جاتے۔ کسی مہمان کو سیٹ پر آنے کی اجازت نہ تھی۔ وہ سین اگر پردہ سیمیں پر دکھا دیئے جاتے تو شعلے بھڑکنے لگتے۔

اور تیسرا دھرم دیو وہ تھا "پورنما" کے سیٹ پر سلگائی ہوئی آگ پدما کی بانہوں میں ڈوب کر بجھاتا تھا۔ وہ کسی گرہستن کی سیج کے لائق نہیں رہ گیا تھا۔ پدما اس کے ہتھل پتھل وجود کو سمیٹ کر کلیجے سے لگا لیتی کہ اس کے قبیلے کی عورتیں کانچ کے دھار دار ٹکڑے ہتھیلیوں میں چھپا لینے کا فن جانتی ہیں۔

اس کا دل زرینہ کے قدموں میں تھا۔ دماغ اپنے مقدس گھر میں اور ناپاک جسم پدما کی بانہوں میں۔ اگر کبھی یہ تینوں وجود گڈمڈ ہو جاتے تو وہ کہیں دور خلاؤں میں قلابازیاں کھانے لگتا۔

مگر یہ کرب، یہ لذتیں اس کی زندگی کا ماحصل بن چکی تھیں، خود کو روندنے

اور مٹانے میں اسے ساری الجھنوں کا جواب مل جاتا۔ اس نے ایک بار پھر افیون کی بھاری مقدار کھا کر موت سے رشتہ جوڑنا چاہا مگر موت نے بھی منہ پھیر لیا۔ گھر پر ہی تین چار دن علاج ہوتا رہا اور وہ پھر زندگی سے بیزار خود اپنی تلاش میں ویران پھرنے لگا۔ کوئی معقول وجہ نہیں تھی اس لئے کوئی ہنگامہ نہ ہوا۔

منگلا کچھ بے دست و پا ہو چکی تھی۔ اب پہرے داری مسخرہ پن لگنے لگی تھی۔ اس کے آنے کی خبر سیٹ پر آتے ہی کچھ کوڈ لینگویج میں ہر شخص کو اطلاع پہنچ جاتی اور جب وہ جاتی تو سطح بالکل ہموار نظر آتی۔ دھرم یا زرینہ کا کوئی کلوز اپ یا لانگ شوٹ لگا ہوا ہوتا۔ سب نہایت اونگھی ہوئی شکلیں بنائے اس کی آمد پر جاگ پڑنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے آؤ بھگت کیلئے لپکتے۔ زرینہ نہایت شوخ جملے بڑے پیار سے اس کی طرف اچھالتی۔ وہ مزاج کی شکی تھی۔ مگر یہ سمجھنے لگی تھی اس کا مقابلہ ایک دو سے نہیں پورے اسٹاف سے ہے۔ کوئی بات چھیڑنا اپنا مذاق بنوانا ہے۔ کیونکہ اس کی ہر بات غلط ثابت کر دی جائے گی۔ اس نے پھر دل کا سکون ڈھونڈنے کیلئے سہارے تلاش کر لئے۔ چاہے شوٹنگ ہو یا نہ ہو زرینہ کو روزانہ اسٹوڈیو حاضری دینا پڑتی تھی۔ اس نکتے پر ہنگامہ کھڑا کرنا ہی حماقت تھی۔ انیل کو ڈیٹ دینے کے ذکر پر ہی دھرم بھڑکنے لگتا۔

"میری "پورنما" سنسر ہو جائے گی تب دیکھا جائے گا۔ وہ بڑی رکھائی سے ٹال دیتا۔

"اب تو ختم ہونے والی ہے' اور اس سیٹ پر تو میرا کام نہیں' جانی کا اور آپ کا ہے۔" زرینہ نے ہمت کر کے کہہ ہی دیا۔

"تم کو کیسے معلوم کہاں تمہارا کام ہے اور کہاں نہیں۔" وہ غرایا۔ "اب ڈائریکشن بھی سنبھالنے کا ارادہ ہے۔" ایک دم وہ اسے سب کے سامنے ایسی بری طرح ڈانٹ دیتا تھا کہ زرینہ سکتے میں رہ جاتی۔ یہ بھی کوئی عاشقی کی ادا تھی۔ کچھ اپنایت کی دھونس تھی۔ پھر وہ الٹا روٹھ جاتا۔ بے طرح اسے نظر انداز کرتا۔ دوسری لڑکیوں کو بڑے زور شور سے ہدایات دینے لگتا۔ زرینہ لرز جاتی۔ اس نے

سنا تھا بلکہ آزما چکی تھی، کہ اپنی سی کرنے پر آجائے تو وہ پوری فلم کو آگ لگا دے گا۔ اور اس کی عنایات کا مرکز بننے کے بعد اس برتاؤ سے اس کا کلیجہ کٹنے لگتا۔ وہ موقع پا کر کوئی ایسا چھوٹا سا ادھورا سا جملہ کہہ دیتی کہ وہ بچوں کی طرح ریشہ خطمی ہو جاتا۔ گلزار کی طرح لہلہا اٹھتا، اسٹاف پر عنایات کی بارش ہونے لگتی، سارے جگ کے لئے پیار جگ اٹھتا۔

انڈسٹری جسے اپنے سونگھ لینے کی طاقت پر بڑا ناز ہے، اس بار ہوکہ کھا گئی۔ دھرم اور منگلا کے ظاہری ملاپ سے سب مرعوب نظر آتے تھے۔ بجائے اس کی حماقتوں پر ہنسنے کے اس کی دور اندیشی کی داد دیتے تھے۔ فلمی بیویوں کا سہاگ تو سوئی کی نوک پر ٹکا رہتا ہے۔ وہ منگلا کی اس جیت کو اپنی ذاتی فتح سمجھتیں کہ کوئی تو ستی ساوتری نکلی جو بجائے ماتم کرنے کے یم دوت سے بھڑ گئی۔ اور اپنے پیارے پتی کو صحیح و سالم نکال لائی۔

چوٹ بھر جاتی ہے، پر نشان نہیں مٹتا۔ جیت تو ہوئی مگر چہرے پر سے وہ بے ساختہ اطمینان اور بھروسے کی چمک اڑ گئی۔ اس میں کوئی کمی تھی جب ہی دھرم کے پیر لڑکھڑائے۔ انڈسٹری میں کوئی کسی قتالہ عالم کا شکار بنتا اس کے زخم ہرے ہونے لگتے کہ دوسرے کے آئینے میں اپنے دکھ زیادہ صاف دکھائی دیتے ہیں۔ کچھ ایسے جلے بھنے جملے کہتی کہ دھرم اور زرینہ پر شبہ پڑنے لگتی۔

ستمبر میں فلم کی زور سے ریکارڈنگ ہونے لگی۔ دیوالی پر "پورنما" ایک دم سارے بڑے شہروں میں ریلیز کرنے کا پروگرام تھا۔ زرینہ اسی پابندی سے آ رہی تھی۔ دھرم نے ابھی کہانی کے بارے میں فیصلہ نہیں کیا تھا۔ مگر یہ طے ہو چکا تھا کہ وہی "پورنما" کی کامیاب جوڑی ہو گی، لیکن خاص کردار مینا کماری کا تھا۔

کاپیاں تیار ہو ہو کر جا رہی تھیں۔ زرینہ دفتر میں بیٹھی اسکرپٹ پڑھا کرتی۔ انیل کو ڈیٹ دینے کی بات دھرم نے ان سنی کر دی تھی۔

"انیل کے فلم کی مہورت ہے چلو گے نہیں" منگلا نے تیار ہو کر پوچھا۔ بیچارا خود آیا تھا بڑی منت سے کہہ گیا ہے چیف منسٹر آ رہے ہیں مہورت کرنے۔"

"مجھے کاپیاں بھجوانا ہیں' پبلسٹی کا سامان بھجوانا ہے' تم جا رہی ہو۔"

"ہاں' گانے برمن دادا نے کہا مجھ کو ہی دینا ہوں گے۔"

"تم گانے دے رہی ہو؟"

"ارے بھول گئے۔ خود مجھے کیشو سے کانٹریکٹ بھجوایا۔ اور۔" وہ دھرم کا رنگ دیکھ کر چپکی ہو گئی۔ ٹال کر اس نے پکارا۔ "چلو ببلو چنٹو...... یہ دیکھو ان کے لئے الگ کارد دے گیا ہے۔ تم بھی چلو نا خوش ہو جائے گا بیچارا۔"

"سارا کنبہ تو جا رہا ہے۔ ایک میرے نہ جانے سے کیا فرق پڑے گا۔ میری طرف سے عذر کر دینا۔"

وہ جانتی تھی دھرم ہٹ دھرم کر رہا ہے۔ "یہ سارے کام اس نے آج تک نہیں کیئے۔ سب کیشو کرتا ہے۔ وہ لاڈلی کوئی ریہرسل کرنے آ رہی ہوں گی۔" مگر وہ بڑے چین سے دونوں بچوں کا ہاتھ پکڑ کر روانہ ہو گئی۔

وہاں زرینہ کو دیکھ کر اسے اتنی خوشی ہوئی کہ سچ مچ گلے لگا لیا۔

"ہاں بھائی "پور نماشی" کے چندا کو اب دیدی کے ہاں آنے کی فرصت کہاں۔" اس نے پیار سے طعنہ دیا۔

"ہائے دیدی طعنہ مارو گی تو اللہ قسم رو دوں گی۔موئے اسٹوڈیو سے فرصت ہی نہیں ملتی۔"

"ہائے میرے سہاگ کو مُوا کہہ رہی ہے۔" اس کا جی چاہا ڈانٹے مگر اس کا جی کھل رہا تھا۔ دھرم ہی تو اصل اسٹوڈیو ہے۔

مہورت بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ انیل کی بیوی کچھ بجھی بجھی سی لگ رہی تھی۔

میرا بھوت اتر کے اب اس نگوڑی پر چڑھے گا۔ وہ دل ہی دل میں مسکرائی۔ انیل کی بیوی یاسمین نے شادی کے بعد فلم میں کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ زرینہ کے قصے سن کر لرز رہی تھی' وہ اس میدان میں نئی نہیں تھی۔ سنا تھا کہ انیل سے بہت جھگڑا ہوا زرینہ کو لینے پر' مگر وہ نہیں مانا۔

"وہ کس کی اجازت سے مہورت میں گئی۔" کیشو پر دھرم نے گولہ باری شروع کی۔

"پرسوں ذکر تو ہوا تھا سب کے سامنے۔"

"سب کے سامنے سے یہ مطلب نہیں کہ میں نے اجازت دے دی تھی۔"

"انیل جب کارڈ لے کر آئے تو آپ فون پر تھے۔ وہ دستخطوں کے لئے کانٹریکٹ دے گئے ہیں۔

"یہ کانٹریکٹ نہیں ہو گا۔"

"مگر تم نے تو کہہ دیا تھا انیل سے کہ ہو جائے گا اسی لئے تو اس نے نام دے دیا۔"

"میں نے کہا تھا ہو جائے گا۔ بس اب میں ہی کہتا ہوں نہیں ہو گا۔"

"مگر......"

"میرا دماغ نہ چاٹو" وہ دھڑ دھڑ فائل پٹخنے لگا۔

بڑی شاندار مہورت ہوئی چیف منسٹر کے ساتھ زرینہ اور انیل کی تصویریں کھنچیں، ترویدی کی باچھیں کھلی جا رہی تھیں، پہلی فلم تھی انیل مہمانوں کی خاطر میں بچھا جا رہا تھا۔ دھرم نہیں آیا، اسے کلیپر دینا تھا۔ انیل نے منگلا سے درخواست کی، بے حد جھینپتی ہوئی وہ تیار ہو گئی۔ انیل نے کانٹریکٹ کی یاد دہانی کی۔

"ہو جائے گا، آپ فکر نہ کیجئے۔" امینہ نے کہا۔

"مجھے اپنی فکر نہیں، میں تو تمہاری تسلی کے لئے کہہ رہا تھا۔ مجھے کیا فکر دھرم جی نے کہہ دیا جانو کانٹریکٹ ہو گیا۔"

جب زرینہ اسٹوڈیو پہنچی تو دھرم فرعون بے سامان بنا بیٹھا تھا۔

"مجھے کیا معلوم، امینہ آپا سے کہئے۔"

"کیا کہوں امینہ سے؟ امینہ کمپنی کی نوکر نہیں ہے۔"

"انہوں نے کہہ دیا تھا ہم لوگ ضرور آئیں گے۔" آنسو چھلکنے لگے۔

"تو وہ چلی جاتیں۔"

"معاف کر دیجئے دھرم جی- وہ بات یہ ہوئی کہ غلطی میری تھی-" امینہ بولی-

"میں دو ایک ساتھ شروع کر رہا ہوں- میں ڈیٹ کہاں سے دے سکوں گا- دھرم نرمی سے بولا- "تم لوگوں کو میری پریشانی کا ذرا بھی خیال نہیں-"

دھرم کے شرکت نہ کرنے سے انیل کچھ شبہے میں پڑ گیا تھا- اس نے یوں ہی ٹٹولنے کے لئے دھرم کو فون کیا-

"ہلو..... دھرم جی، میں انیل بول رہا ہوں-"

"اوہ بھئی مجھے بڑا افسوس ہے- ڈیٹ کا تو سوال ہی نہیں اٹھتا' دونوں فلمیں سیٹ پر جا رہی ہیں- آپ کو بھی خواہ مخواہ تکلیف ہو گی-"

"جی؟ میں سمجھا نہیں-" وہ واقعی نہیں سمجھا-

"آپ وجنتی مالا کو لے لیجئے- زرینہ کے پاس بالکل وقت نہیں-"

"مگر میں تو مر جاؤں گا- دھرم جی میں نے تو بزنس بھی کر لی-"

"سوری، میں نے آپ سے کہا تھا-" دھرم لاجواب ہونے لگا-

"آپ نے کہا تھا ہو جائے گا- پکی بات ہے...... اب......"

"سوری انیل...... میرے پاس بالکل وقت نہیں-" اس نے بڑی نرمی سے کہا اور فون رکھ دیا-

انیل سناٹے میں ریسیور دیکھتا رہا- پھر رکھ دیا-

"مجھے معلوم تھا-" ترویدی نے تلخی سے مسکرا کر کہا- "میں نے کہا تھا مگر-"

"مگر ترویدی صاحب انہوں نے مجھ سے کہا......"

"پیارے یہ فلم لائن ہے- یہاں ہاں اور نہیں' کوئی معنی نہیں رکھتے-"

"یہ خوب رہی کامیابی نصیب ہو تو ہماری آپ کی...... اور باقی رہا الزام وہ انڈسٹری کے ماتھے- دھرم جی بات سے پھر جائیں- اس میں انڈسٹری کو کیوں داغ لگے- خوب' واہ-" اتنے میں پھر گھنٹی بجی-

"ہلو۔" انیل نے مری ہوئی آواز میں کہا۔
"ذرا انیل صاحب کو بلا دیجئے۔"
"کون امینہ آپا..... کہئے میں بول رہا ہوں۔"
"دیکھئے بات آگے نہیں جانی چاہئے۔ آپ بے فکر رہئے.... سب ہو جائے گا۔"

"مگر میں تو پندرہ اکتوبر سے آؤٹ ڈور پر جا رہا ہوں۔ جی...... اچھا اچھا۔"
"ہاں نئی لڑکی کی تلاش ہے یا اور ایسا ہی کوئی بہانہ۔" امینہ دھیمی آواز میں بولی۔

"ہاں ہاں وہ میں سب ٹھیک کر لوں گا...... شکریہ شکریہ....." انیل کا چہرہ جگمگا اٹھا..... "ہاں ترویدی صاحب آپ کہہ دیجئے یہ تو میں جانتا تھا۔" اس نے ترویدی کو امینہ نے جو کچھ کہا تھا بتا کر چڑایا۔
"نہیں پیارے یہ تو میں بالکل نہیں جانتا تھا۔ یار یہ عورتیں بڑی تگڑم باز ہوتی ہیں۔"
اپنی بات رکھنے کیلئے بے کہانی طے کئے دھرم نے سیٹ لگوانا شروع کر دیا۔ رندھیر کو مدراس سے ایک بہت بڑا آفر آیا۔ مگر دھرم نے کہا اتنا بڑا کام وہ کیسے سنبھالے گا۔ کیونکہ مینا کماری والی فلم اسے ہی ڈائریکٹ کرنا ہو گی۔ دوسری پھرست نرائن کو دے دی جائے یا ترویدی۔
"ترویدی انیل کے ساتھ پارٹنر شپ میں ہے۔"
دھرم کچھ چڑھ سا گیا۔ مہورت کے موقع پر جو اس نے پبلسٹی کی تھی وہ بھی دھرم کو بہت چھچھوری معلوم ہوئی۔ اس میں منگلا کے فن پر بہت ہی شاعرانہ روشنی ڈالی گئی تھی، حالات زندگی میں اسے اس قدر مہان ہستی ظاہر کیا تھا کہ معلوم ہوتا تھا دھرم اسی کی محنت اور قربانیوں سے اتنا کامیاب پروڈیوسر بنا ہے۔ دھرم کو کبھی لوگوں کی طرح کسی کی غیبت کرنے کی نہ عادت تھی اور نہ مہلت اس کی اپنی زندگی اتنی بھرپور رہی تھی کہ کسی پر رشک کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ مگر اس

وقت انیل پر چھینٹے کسنے لگا۔ چھچھورا ہے، بہت پھد کتا ہے۔
"یار خود جو لگائی کے سہارے اوپر چڑھا ہے اس لیے۔" رندھیر نے بھی ایڑھ لگائی۔
زرینہ کا کوئی ذکر نہ تھا۔ بس یہ کہ نئی ہیروئن کی تلاش ہے۔ رول نئی لڑکی مانگتا ہے۔
"انگور کھٹے۔"
زرینہ بیٹھی اپنے بھانجے کا سوئیٹر بن رہی تھی۔ امینہ اون کا گولہ بنا رہی تھی۔ امداد رنگے ہاتھوں ایک ایکسٹرا سے دلچسپی لیتا پکڑا گیا۔ اس لیے وہ ناراض ہو کر چلا گیا۔ اب امینہ ہی زرینہ کے ساتھ چپکی رہتی تھی۔ رندھیر سے چھیڑ چھاڑ چلتی رہتی تھی۔ زیادہ تر چاروں ساتھ ہی رہتے تھے۔
رندھیر کا ایک سیٹ ہو چکا تھا، مینا کماری مدراس گئی ہوئی تھی، اس لیے زرینہ اور دھرم کے ہی کچھ سین ہوئے تھے۔ مینا کماری کے لیے منگلا آواز دے رہی تھی، اس لیے زرینہ کیلئے آشا کو لینا تھا۔ لتا کے نام سے دھرم کا خون کھولنے لگتا تھا۔ میاں بیوی کے جھگڑے کو اس نے سیاسی رنگ دے کر بات اتنی اچھلوائی۔
سیٹ ختم ہوئے تین چار دن گزرے ہوں گے۔ ابھی دوسرے سیٹ کا کچھ طے نہیں ہوا تھا۔ کہانی پر ابھی بہت کام کرنا تھا۔
"یار بوریت ہو گئی۔ چلو مہا بلیشور چلتے ہیں۔ وہاں ذرا ٹھیک رہے گا۔" دھرم نے اکتا کر کہا۔
"ہاں، میں بھی اپنی گاڑی لے لوں گا، دلو اور بچے دہلی بھی نہ چل سکے.... بھابی تو چلیں گی ہی۔"
"وہ تو مدراس گئی ہوئی ہیں۔ دامن کی فلم کیلئے ریکارڈنگ کرنے۔"
"اچھا، کب؟"
"آج ہی صبح ---"
"ارے یار تو پھر کیا پوچھتے ہو۔"

"امینہ---"

"اس کی طرف سے تم نسچنت رہو پیارے....." رندھیر نے آنکھ ماری "اور ہاں بوتلیں اپنی لے چلیں گے وہاں کچرا ملتا ہے۔"

"ذرا بھیجو تو-----" دھرم نے کیشو کو داخل ہوتے دیکھ کر کہا۔ ایک دم سے اس میں جان پڑ گئی۔

"نہیں ابھی تک آئی ہی نہیں۔"

"ساڑھے گیارہ بجے ہیں اور ابھی تک نہیں آئیں' فون کرو۔" بوتل نکال کر دونوں نے شغل شروع کر دیا۔

"کیا' کوئی اٹھاتا ہی نہیں۔ ایکسچینج سے بولا' مگر لائن تو ٹھیک ہے۔"

"اچھا آئیں تو کہنا آج ڈانس ریہرسل نہیں۔ اور کیشو ڈیرک سے بولو ایک کیس چاہئے' ایک دم ولائیتی' سالے نے کچھ گول مول کیا تو بڑے جوتے لگیں گے۔"

بارہ بجے معلوم ہوا نہیں آئیں۔ دھرم کچھ زیادہ ہی تیزی سے گلاس پر گلاس خالی کر رہا تھا۔

"میں جاؤں؟"

"ہوں ٹھہرو---" دھرم خود فون کرنے لگا۔ کسی نے اٹھایا فون---- "یہ کیا قصہ ہے...... ایں......"

"میم صاحب نہیں ہے۔" کوئی آیا بول رہی تھی۔

"نہیں ہیں؟ کہاں گئیں۔"

"ہم کو مالوم نئیں صاحب۔"

بار بار فون کرنے کے بعد خدا خدا کر کے امینہ ملی۔

"ارے کہاں چلی گئی تھیں' میں سمجھا کوئی ایکسی ڈینٹ تو نہیں ہو گیا۔"

"نہیں' ٹھیک ہے سب۔" امینہ ہنسی۔

"یہاں ڈانش ڈائریکٹر سوکھ رہا ہے۔ انتظار میں۔ ریہرسل کے لئے نہیں

آتا۔"

"ارے زرینہ نے تو صبح ہی فون کر کے پرکاش سے پوچھا۔ اس نے کہا کوئی ریہرسل نہیں' اس لیے۔"

"اچھا چھوڑو' گئی کہاں تھیں۔"

"وہ...... انیل..... کچھ کپڑے وغیرہ۔"

"کپڑے؟"

"جی' پکچر کے کاسٹیوم کے ٹرائل پر گئی ہیں۔"

"یہ کیا بکواس لگا رکھی ہے' بغیر اجازت کیوں گئیں۔"

"پوچھ تو لیا تھا میں نے۔" امینہ نے بات کاٹی۔

"کس سے پوچھ لیا تھا۔"

"زرینہ سے' اس نے کہا اس کی شوٹنگ تو اب کہیں دسمبر جنوری میں...."

آپے سے باہر ہو کر دھرم مغلظات پر اتر آیا۔ ادھر سے فون رکھ دیا گیا۔

"حرام زادیاں' کیا سمجھتی ہیں' الو کی پٹھی..... ہوش بھلا دوں گا۔" وہ لال پیلا ہو کر اٹھا۔

"اماں کیوں رنڈیوں کے منہ لگ کے اوقات گنواتے ہو..... بیٹھو۔"

"نہیں" دو تین مسلسل گالیاں دے کر دھرم ننگے پیر موٹر میں بیٹھنے لگا۔

"تم نہیں جاؤ گے۔"

"کیوں؟"

"ارے وہ ذلیل ہیں' تمہاری پوزیشن خراب ہوتی ہے۔ ہٹو' میں جاتا ہوں۔" رندھیر اسے سمجھا بجھا کر خود روانہ ہو گیا۔ دھرم بوتل پر غصہ اتارنے لگا۔ وہ اس کی پتنی تو نہ تھی اور نہ محبوبہ تھی جو اس کے نخرے سہتی' پلٹ کر اسی کو ڈسنے لگی۔ بے قرار ہو کر وہ کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ یہ سب اسی کمینی کتیا امینہ نے اسے ورغلایا ہے۔ اس میں اتنا دم نہیں.... وہ تو خود اتنی سیدھی ہے۔ اتنی معصوم۔ یہ جونکیں اس کی جان کو لگ گئی ہیں' ماں غریب ٹھیک تھی' یہ تو بلائیں ہیں۔ رندھیر

کو گئے ڈیڑھ گھنٹہ ہو گیا۔

جی نہ مانا فون کیا رندھیر نے ہی اٹھایا۔

"ارے بھئی کیا کر رہے ہو آتے کیوں نہیں؟"

"آ رہا ہوں۔" رندھیر کی آواز مری ہوئی سی ہو رہی تھی۔

"تو آؤ نا' دن ہی دن میں روانہ ہو جائیں گے' پھر رات ہو گئی تو گھاٹ چڑھنے میں مصیبت ہو گی۔ اور ہاں زرینہ سے کہنا چوڑی دار ساتھ لے چلے' چلنے پھرنے میں مزہ رہے گا۔۔۔۔ جلدی آؤ۔"

"اچھا" رندھیر بجھی ہوئی آواز میں بولا۔

دو گھنٹے بعد رندھیر آیا تو معلوم ہوتا تھا کسی نے عرق نچوڑ لیا ہے۔

"اتنی دیر لگا دی جا کر بیٹھ ہی رہے۔" وہ دروازے کی طرف زرینہ کو ڈھونڈنے لگا۔ "کہاں ہے' سامان وغیرہ۔" وہ بے تابی سے بولا۔

"بتاتا ہوں۔" رندھیر ماتھے کا پسینہ پونچھتا بیٹھ گیا۔

"نہیں آئی۔" دھرم کا چہرہ سرخ انگارہ ہو گیا۔

رندھیر نے صرف موٹی سی گالی دی۔ "اماں کچھ بسنت کی بھی خبر ہے؟"

"کیا بک رہے ہو؟"

"کیشو..... ابے کیشو....." کیشو آنکھیں جھکائے اندر آیا۔ باہر انتظار میں کھڑا تھا۔

"انہوں۔" دھرم چڑھ گیا۔ "ہم پوچھتے ہیں ساتھ کیوں نہیں لیتے آئے۔"

"اماں یار بات تو کرنے دو۔" رندھیر نے چڑ کر کہا۔ "پانچ اکتوبر کا کانٹریکٹ ختم ہو گیا۔"

"ہاں' اور۔"

"نیا کانٹریکٹ سائن نہیں ہوا؟"

"کہاں سائن ہوا' دو مہینہ سے کہہ رہا ہوں' میری کوئی سنتا ہے۔" ہو جائے گا۔ کیا جلدی ہے۔ "اب پتہ چلا وہ بھی ٹال رہی تھی۔"

"کیا بتاؤں دھرم' عورت ذات پر ہاتھ نہیں اٹھا۔" حالانکہ وہ دلو کو اکثر چار چوٹ کی مار دیا کرتا تھا۔ "بس جی چاہتا تھا منہ توڑ دوں سالی کا۔"

"زرینہ!" دھرم ہانپا۔

"وہ تو نکلی ہی نہیں۔" امینہ نے کہا نیا کانٹریکٹ ہو گا تب۔"

"نیا کانٹریکٹ...... میں کانٹریکٹ نہیں کروں گا۔" دھرم نے لات مار کر بوتل دور پھینکی۔

"تو یہ پکچر......"

"گولی مارو سالی پکچر کو..... شیلف کرو' ہاں' شیلف۔ ہاں۔" وہ کھڑا ہو کر جھومنے لگا۔

"نہیں' ہم کوئی دوسری لڑکی......" رندھیر بولا۔

"نہیں...... کوئی دوسری تیسری نہیں' بس۔" اس نے گلاس زور سے دیوار پر مارا۔

"اور بینا جی کا کانٹریکٹ' رحمٰن..... ہیلن..... سب ہی کے کانٹریکٹ ہو گئے ہیں' کئی دفعہ کہا ٹال گئی۔

"اپنی کمپنی ہے کانٹریکٹ کی کیا ضرورت ہے۔" دھرم جی کا حکم..... ہنہ حکم کی بچی۔"

"نہیں کرنا ہے اس کے ساتھ کام سور کے بچے۔" وہ کیشو پر برس پڑا اس نے فائل کے پرزنے کر ڈالے اور میز پر سر رکھ کر ہچکیوں سے رونے لگا۔ نشہ میں آنسو بے قابو ہو جاتے ہیں۔ اور جس بات کی دھن سوار ہو جائے بس سوار رہتی ہے۔

"نہیں' نہیں' نہیں۔" وہ رات دھرم پر قیامت کی گزری۔ محبت اور نفرت میں بال برابر کا بھی فاصلہ نہیں۔ کہاں محبت ختم ہو کر نفرت شروع ہو جاتی ہے۔ کچھ پتہ نہیں چلتا۔ محبت کی چوٹ جتنی گہری ہوتی ہے۔ اتنی ہی شدت نفرت میں ہوتی ہے کہ نفرت کرنے والا بھسم ہو جاتا ہے۔ نہ الفت پر کسی کا زور نہ نفرت پر۔

رندھیر نے اسے ایک پل کو تنہا نہ چھوڑا' آج یہ پی پی کر دم توڑ دے گا۔ ساری رات ماہی بے آب کی طرح تڑپتا رہا' سسکتا رہا۔ پل بھر کو آنکھ تو لگ جاتی مگر آہیں نہ رکتیں۔ ذرا ہوش آتا اور پھر وہ اس ہوش کو شراب میں ڈبونے لگتا۔

"تم جھوٹے ہو' مجھے ستانے کو جھوٹ بول رہے ہو۔ تمہاری نیت اس کی طرف سے خراب ہے۔ تم ہمیشہ مجھ سے جلتے رہے۔ اسے میرے خلاف بھڑکاتے رہے۔"

رندھیر نے اپنی دونوں بیویوں کی اولاد کی قسمیں کھا کر اپنی بے گناہی کا ثبوت دیا۔

"میں نے اسے بری نظر سے دیکھا ہو تو بی اماں پر ہی بد نگاہ ڈالی ہو" اس کی ماں کو مرے ہوئے چودہ سال ہو گئے تھی۔" اپنی بہن کے ساتھ بد فعلی کی ہو۔" اس کی آپا کا سر سفید ہو چکا تھا مگر اس پر بھی شراب چڑھی بیٹھی تھی۔

"امینہ نے اسے کمرے میں قید کر دیا ہے۔" وہ زرینہ کو بے قصور ثابت کرنا چاہتا تھا۔ اس طرح اس کی کچلی ہوئی انا کو تقویت پہنچتی تھی۔ زرینہ لاچار ہے مجبور ہے۔ ظالم دنیا اس کے ٹینٹوے پر سوار ہے۔ وہ بے بس ہے بے وفا نہیں۔ اس نے ٹھکرایا نہیں۔

جب منگلا نے یہ روداد سنی' اپنے ریزہ ریزہ پتی دیو کو پیار بھری بانہوں میں سمیٹنے نہیں آئی۔ اس کی ساری ذلتوں کا بدلہ مل گیا۔ اب دھرم دیو محفوظ ہو گیا۔ خطرہ آپ ہی اسے ٹھکرا کر چلا گیا۔ چوری کا کھٹکا ختم' جیتا رہے سکون دل و دماغ کو لوٹنے والا۔ سب ہی اس پر ہنس رہے تھے۔ جو کل تک اس پر رشک کر رہے تھے آج بغلیں بجا رہے تھے۔ ایک بیوی بچے والے عاشق کا دل ٹوٹا خوب ہوا۔

منگلا کی نگاہوں کے طعنے جھیلنے کی اس میں سکت نہ تھی۔ وہ پدما کی بانہوں میں جا چھپا۔ پدما جو اس بھنور سے دور غیر جانبدار کھڑی تھی۔ اسے نہ منگلا سے ہمدردی تھی نہ زرینہ سے کوئی گلہ۔ اس کا کام تھا گرتوں کو سنبھالنا' ٹوٹے ہوئے ذروں کو جوڑنا' مگر دھرم کے ذرات جوڑے جانے کی حدوں کو پار کر کے خاردار

کرچیاں بن گئے تھے۔

جیسے کسی مال دار رنڈوے کو پیغام آنے لگتے ہیں۔ اسی طرح فلم اسٹار بننے کی امیدوار پریاں اس پر ٹوٹ پڑیں۔ زرینہ کے عیب اور اس کے گنوں کی تفصیل سن سن کر اس کے کان پھوڑا ہو گئے۔ اس کے کانوں نے ترویدی کے بھونڈے ڈائریکشن اور انیل کے سیٹ پر زرینہ کی پھس پھسی اداکاری کے چرچے بھی سنے۔ نہ جانے کیا سمائی، کون سی آس بندھی کہ شری ساؤنڈ اسٹوڈیو پہنچ گیا۔

اسے یقین تھا کہ جب وہ اسے ہاتھ لگائے تو اس کا بدن جھنجھنا اٹھے گا اور وہ خزاں رسیدہ پتے کی طرح کانپ کر اس کی آغوش میں ٹپک جائے گی۔ تب وہ سینہ تان کر ان چھچھورے لونڈوں پر ایک قہقہہ لگائے گا اور اپنے چاند کو سب کے سامنے سمیٹ کر لے آئے گا۔

مگر جب اس نے زرینہ کے شانے پر ہاتھ رکھا تو وہ یوں اجنبیوں جیسی دھلی ہوئی آنکھوں سے دیکھنے لگی جیسے پوچھتی ہو "کون ہیں جی آپ؟"

"چاندنی، چلو......" اس نے پیار کا نام لے کر ماضی کو جگانا چاہا۔

"شوٹنگ کر رہی ہوں۔" اس نے رکھائی سے کندھا جھٹک دیا اور مڑ کر میک اپ درست کرنے لگی۔

"چاند......" دھرم نے سسکی بھری۔

زرینہ ادھر ادھر دیکھنے لگی کہ کسی نے یہ احمقانہ خطاب سنا تو نہیں۔ سب دوسری طرف متوجہ ہو گئے۔

"چلو، میں تمہیں لینے آیا ہوں۔"

زرینہ نے نہیں سنا۔ آئینہ میک اپ مین کو پکڑا آیا اور مقررہ جگہ چاک کے نشان پر کھڑی ہو گئی۔

"ریڈی---" اس نے موتیوں کی لڑی بکھیر دی۔ انیل بڑی تمغنیت سے مسکرایا۔

"آن لائٹس!" ترویدی نے آواز دی جیسے دھرم کسی کو نظر نہ آ رہا ہو۔

دھرم کے دماغ میں ایک دم شعلہ سا لپکا اس نے زرینہ کا ہاتھ مروڑ کر گھسیٹا۔

"آہ!" زرینہ دوہری ہو گئی۔

اور پھر طوفان پھٹ پڑا۔ انیل نے پیچھے سے دھرم کی گردن میں کہنی اڑا کر پیٹھ میں گھٹنا مارا۔ وہ اوندھے منہ گرا مگر پھر تڑپ کر اٹھا۔ ہزاروں ہاتھوں نے اسے دبوچ لیا۔ ننھے سے بچے کی طرح ہاتھ پاؤں چلاتا وہ دروازے کے باہر لے جایا گیا۔ وہ پھر ہاتھوں کی گرفت سے نکل کر اچھلا مگر ہاتھوں کی تعداد اوچوگنی ہو گئی۔ اسے ایک دفتر میں بند کر کے لوگ جگہ جگہ فون کرنے دوڑے۔

دھرم نے دفتر کا سارا سامان چور چور کر ڈالا۔ رندھیر اور کیشو ڈاکٹر کو لئے آئے۔ کیونکہ انہیں اطلاع ملی کہ طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر نے پکڑ دھکڑ کر اسے انجکشن دیا اور وہ بے بس ہو گیا۔

جب اسے موٹر میں ڈال کر لے جا رہے تھے تو زرینہ چاک کے نشان پر کھڑی پوچھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے نا ترویدی جی؟"

جب انجکشن کا اثر دور ہو کر دھرم کو ہوش آیا تو اس نے آخری بار خود کشی کی ناکام کوشش کی۔ سب چوکنے تھے۔ اس لیے کوشش خاک میں مل گئی۔ اس کے چند عزیز دوست ہمزاد کی طرح دن رات اس کے ساتھ لگے رہتے۔ منگلا نے نہایت بے حسی سے اس کی تیمار داری کی۔

"کیا سب دکھاوا کانٹریکٹ کی وجہ سے تھا۔" اسے کسی طرح یقین نہ آتا۔ کاش اس جنم میں وہ صرف ایک بار اسے مل جائے۔

"چاندنی!" وہ اس کی ٹھوڑی اٹھا کر پوچھے گا اور اس کی آنکھوں میں اپنا جواب پالے گا پھر عمر بھر وہ اس سے ملنے کی تمنا نہیں کرے گا۔ وہ اس جواب کو اپنی زندگی کا سرمایہ بنالے گا۔

اسے معلوم بھی نہ تھا منگلا تیسری بار ماں بننے والی تھی۔ ایک دم نئی جان کے تصور سے اس کے مردہ جسم میں جان آگئی۔ وہ خلاء سے واپس لوٹ کر دنیا میں پہنچ گیا۔ اس بار حمل بڑا تکلیف دہ تھا۔ اوپر سے میاں بیوی کے درمیان جو اجنبیت حائل ہو گئی تھی، بڑی دم گھوٹنے والی تھی۔

بد دل اور بیمار منگلا سے پھر آنکھیں چار کرنا قیامت خیز تھا۔ مگر دھرم بلا کا ضدی تھا اس نے ایک دم شراب چھوڑ دی۔ معافیاں مانگنے کا وقت گزر چکا تھا۔

مینا کماری مدراس سے واپس آئی تو سیٹ تیار تھا۔ جب ڈرامائی سین شروع ہوئے تو دھرم کے اجاڑ دل میں پھر فن کار جاگ اٹھا۔ فلم اور منگلا کے سوا وہ سب کچھ بھول کر ایک بار پھر پرانا دھرم دیو بن گیا۔ اس کے چاہنے والے کچے گھڑے کی

طرح اس کی حفاظت کرتے۔ زرینہ کی تمام تصویریں اتار کر چھپا دیں۔ اس کا نام لینا بھی جرم بن گیا۔

رندھیر کو اپنے پہلے ڈائریکشن کی بڑی فکر لگی ہوئی تھی۔ نئی لڑکی کی تلاش جاری تھی۔ تاکہ زرینہ کی جاگہ سائن کر لیا جائے۔ اس نے دھرم کو دو چار تصویریں دکھا کر رائے لی۔

"کس رول کے لئے؟"

"ونتی کے لئے۔"

"مگر وہ تو زرینہ کرے گی۔" دھرم نے بڑی سادگی سے کہا مگر رندھیر کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ اسے احمقوں کی طرح تکنے لگا۔ اس کے چہرے پر کوئی وحشت کے آثار نہ تھے۔

"یار لفڑا ہے..... میرے خیال میں تو۔"

"اتنی شوٹنگ ہو چکی ہے۔ میرے خیال میں تو اب زیادہ کام نہیں۔ مینا جی کے نئے سین رکھے گئے تو پھر ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"مگر۔" اسے اتنی سمجھ داری کی باتیں کرتے دیکھ کر رندھیر کے اوسان خطا ہوئے جا رہے تھے۔

"اوہ۔" دھرم بڑی صحت مند ہنسی ہنسا۔ "اچھا رندھیر بتاؤ تو کیا میں تمہیں سچ مچ پاگل لگتا ہوں۔"

"یار پاگلوں کے اور کیا سینگ ہوتے ہیں۔"

ہیں، بس اس دن سے راتوں کی نیند حرام ہو گئی ہے۔ ڈر کے مارے رات کو اپنے گھر میں بھی نہیں سوتے۔"

"ڈر کس بات کا۔"

"رندھیر جی یہ فلم انڈسٹری ہے یہاں کیا نہیں ہوتا؟ اس دن جو حرکت انہوں نے کی....."

"وہ تو خیر نشے میں تھے تم تو ہوش میں تھیں، تم نے جو کمینہ پن کیا۔ جب تک

کانٹریکٹ تھا بندھی مار کھاتی رہیں۔ اور جیسے ہی موقع ملا پیر پھیلانے لگیں۔ دھرم جی کے احسانوں کا یہی بدلہ ہے؟"

"احسان؟"

"اور نہیں تو کیا' وہ نہ لاتے تو انڈسٹری میں نہ دھنسنے بھی نہ پاتیں۔"

"اچھا ہو ہوتا' مگر دھرم جی کے احسانوں کا بدلہ شاید اس جنم میں تو اتر نہیں سکتا۔ مگر کبھی آپ نے یہ سوچا ہے کہ زرینہ نے پانچ سال بے چون و چرا بندھی تنخواہ پر کام کیا ہے۔ لوگوں نے بہت شہ دی مگر ہم نے کہا نہیں' ہم ناشکرے نہیں جو کانٹریکٹ ہے وہ نبھائیں گی۔ پھر بھی جو کام اسے باہر ملا اس میں آدھا کمپنی کا۔ کمپنی نے زرینہ سے کتنا روپیہ کمایا اور پھر بھی احسان سر پر سوار رہا۔ انیل کی پکچر کیلئے پہلے کہہ دیا پھر صاف مکر گئے۔" امینہ کی آواز بھرا گئی رندھیر قائل ہو کر بغلیں جھانکنے لگا۔

"وہ بے زبان ہے۔ ناتجربہ کار تھی۔ آپ لوگ اس کے سر پر چڑھ بیٹھے' قسم سے کہئے رندھیر جی' کیا اس نے ہیروئن بننے کی پوری قیمت ادا نہیں کی' ابھی کچھ اور باقی ہے۔" امینہ دھاروں دھار رونے لگی۔

"بھئی محبت میں انسان اندھا ہو جاتا ہے۔"

"یار بہت پی رہا تھا ان دنوں' اس نے بدتمیزی کی۔ بس نہ جانے کیا ہو گیا۔"

"ڈر لگتا ہے یار۔"

"ہیں وہی ڈر تو نکالنا چاہتا ہوں۔"

"اور جو وہ انکار کر دے تو۔"

"آدھے سے زیادہ کام کر کے انکار نہیں کر سکتی۔ میری پکچر پوری کرنا ہی پڑے گی۔ ورنہ وہ کہیں کام نہ کر سکے گی۔"

"یہ تو ٹھیک ہے..... مگر بھابی سے تو پوچھنا چاہیے۔"

"نہیں میں اس سے اجازت نہیں لوں گا۔ نہ کوئی وعدے وعید کروں گا۔

رندھیر بڑی باریک سی بات ہے شاید سمجھا نہ سکوں' مجھے اپنے اطمینان کے لیے....
اس ٹیسٹ سے گزرنا ہو گا- ورنہ میں دنیا میں کبھی کچھ نہ کر سکوں گا-"

"میں سمجھتا ہوں دوست' خدا تمہیں نظرِ بد سے بچائے اور......" اس کا جی بھر آیا-

پھر بھی رندھیر نے منگلا سے رائے لینا ضروری سمجھا-

"ٹھیک ہے-" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا-

"میں نے بہت کہا کیوں بات کو پھر سے اٹھایا جائے-"

"اب وہ بات نہ ہو گی-" منگلا پژمردگی سے مسکرائی- "میں اس چوکیداری سے اوب گئی ہوں- کوئی فرق نہیں پڑتا- میں کہاں تک ان کے پیروں کی بیڑی بنی رہوں' دل پتھر ہو گیا ہے- کسی بات کی پرواہ نہیں ہوتی-"

اس کے بعد رندھیر امینہ کے پاس گیا' وہ چپ ہو گئی-

"کیا سوچ رہی ہو؟"

"یہی سوچ رہی ہوں کہ کیا سوچوں؟ اماں تھیں تو اور بات تھی- ہم دو بہنیں محبت ہے منگلا سے' زرینہ سے یا پدما سے؟"

رندھیر لاجواب ہو گیا-

"صاف کیوں نہیں کہتے نواب ہیں طبیعت کے پوری حرم سجانا چاہتے ہیں- گھر میں ستی ساوتری' اندھیرے اجالے کوئی بے کس لاچار' ہو حق کیلئے رنڈی کا کوٹھا-"

"تم تو وکیلوں کے بھی کان کترتی ہو- کانٹریکٹ تھا تو پھونک سرکی ہوئی تھی-"

"بندھا مار کھاتا ہے' آزاد ہو کر کسی کو بیڑیاں ڈالنے کا شوق نہیں ہوتا-"

"ایسی عزت پیاری تھی تو فلم لائن میں کیوں آئی تھیں گھر میں بیٹھی ہوتیں- رندھیر جل گیا-"

"آپ کو معلوم نہیں کہ انسان جو کچھ کرتا ہے وہ کیوں کرتا ہے- ابا کے

انتقال کے بعد ہم لاوارث رہ گئے۔ اماں نے ہم تین کی تو جلدی جلدی شادیاں کر دیں۔ یہ سب سے چھوٹی رہ گئی۔ ابا نے بڑے چاؤ سے اسے ناچ سکھوایا تھا۔ پانچ برس کی عمر سے اسے اسٹیج پر چانس ملنے لگا۔ ابا کے بعد اس کی کمائی پر ہم دال روٹی چلاتے رہے۔ تیلیگو فلم میں کام ملا تو ذرا اور سہارا ہوا۔ جب دھرم جی نے آفر دیا تو ہم اسے خوش قسمتی سمجھے کہ اس کمپنی میں کوئی فکر کی بات نہیں۔ سب ہی شریف لوگ ہیں۔ مگر آپ تو جانتے ہیں جیسی شرافت کا ثبوت دیا ہے وہ..... " غصہ سے اس کی آواز گھٹ گئی۔ "خیر جو نصیب میں تھا وہ تو بھگتا اب یہ بتایئے کیا ایسی کوئی صورت نہیں نکل سکتی کہ بغیر زرینہ کے کام چل جائے' کچھ کاٹ چھانٹ کر کے۔"

"بھئی واہ کیا کہنے ہیں وہ دن بھول گئیں جب رول بڑھانے کیلئے مسکا لگایا جاتا تھا' آج رول کاٹنے کا مطالبہ ہے۔"

"وقت وقت کی بات ہے۔" امینہ ہنسی۔

بڑی جھک جھک کے بعد طے ہوا کہ رول کاٹنے کی کوشش کی جائے گی' امینہ بہن کی پہرے داری کرے گی۔ سیٹ پر جائے گی۔ کام کر کے لوٹ آئے گی۔

"مگر ایک شرط ہے۔" رندھیر نے کہا۔

"وہ کیا؟"

"زرینہ کو دھرم جی سے معافی مانگنی پڑے گی۔" یہ شرط رندھیر نے لگائی۔

"خوب' الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔" امینہ تلخی سے ہنسی۔

"امینہ۔"

"فرمایئے؟"

"کیا تم قسم کھا کر کہہ سکتی ہو کہ سارا قصور دھرم جی کا ہے۔"

"مگر دھرم جی معصوم تو نہ تھے۔"

"اور تمہاری بہن معصوم تھی' کیوں الو بنانے کی کوشش کرتی ہو۔"

"اوہ" امینہ بے چین ہو گئی۔ رندھیر کو اپنی جیت پر بڑی مسرت ہوئی۔ "رندھیر جی...... جب یہ ناچ سیکھا کرتی تھی اور کوئی نو دس برس کی تھی تب وہ ملعون

ماسٹر کافی ادھیڑ عمر کا اس کی نادانی سے ناجائز فائدہ اٹھاتا تھا۔ یہ نگوڑی اسے بھی کلا کا ایک حصہ ہی سمجھتی تھی۔ اف سوچتی ہوں تو کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ رندھیر جی یہ سوکھی ہوئی چوہیا' جب تھکی ہاری بسورتی ہوئی لوٹتی تھی تو الٹی اسے ڈانٹ پڑتی تھی' وہ تو ایک ذرا سمجھدار لڑکی نے فیل مچا دیا اور ساری لڑکیاں چپ چاپ گھر بیٹھ رہیں۔ ایسی بات منہ سے نکال کر خود نکو بن جاتے۔ یہ ہمیشہ کی ایسی ہی سہمی ہوئی گم سم سی ہے۔ اس نے ایکٹنگ کا ایک حصہ سمجھ کر ہی کبھی کسی سے ذکر نہیں کیا۔ وہ تو جب ساری انڈسٹری میں بات پھیلی تب راز کھلا۔" امینہ کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ رندھیر کا سر بھنا گیا۔ وہ آنکھیں بند کئے خاموش بیٹھا رہا۔

"امینہ...... تم چاہو تو صاف انکار کر سکتی ہو۔ مجھے کوئی شکایت نہ ہو گی۔"

"شکریہ رندھیر جی جو ہونا تھا وہ ہو گیا اور اب وہ مٹ نہیں سکتا۔ اب تھوڑے سے کام کیلئے بگاڑ کرنے سے کیا فائدہ۔ بس اتنا خیال رہے کہ بات بد سے بدتر صورت نہ اختیار کرنے پائے' کام جلدی نمٹ جائے اور پاپ کٹے۔"

"میں پوری کوشش کروں گا۔ رندھیر اٹھنے لگا۔ "ایک بات پوچھوں امینہ"

"پوچھئے۔" امینہ نے ذرا تکلف سے کہا۔

"کیا زرینہ کی طرف سے بس ایکٹنگ ہی تھی یا..... کچھ اور بھی تھا۔"

"ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی' وہ میری سگی بہن ہے مگر بخدا مجھے اس کے دل کا حال معلوم نہیں۔ وہ ایک معمہ ہے جو میری موٹی عقل حل نہیں کر پائی۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے بس کوئی رول ادا کرتی ہے۔ جب وہ چھوٹی سی تھی' اور کوئی ضد کر بیٹھی تھی تو نہ روتی تھی نہ مچلتی تھی مگر ہم سب کو اس کے سامنے ہار مان لینا پڑتی تھی۔ کھانے پر روٹھ جاتی۔ اماں زبردستی اس کے منہ میں نوالہ دیتیں' وہ بیٹھی منہ چلاتی رہتی' لاکھ دھمکانے پر بھی نہ نگلتی۔ تب ہم سمجھتے تھے اس کے سر پر کسی جن کا سایہ ہے۔" امینہ اسے دروازے تک چھوڑنے آئی۔

سیٹ پر بڑا شاندار ملاپ ہوا۔ زرینہ نے سر پر پلو رکھ کر دھرم کے پیر چھوئے' انہوں نے بڑی شفقت سے سر پر ہاتھ رکھ کر معاف کیا۔ ہمیشہ زرینہ اور

دھرم کے سیٹ سے ملاقاتی بھگائے جاتے تھے۔ جرنلسٹ ٹرخادیئے جاتے تھے۔ آج ہر خاص و عام کو اجازت تھی۔ کیمرے آنکھیں مار رہے تھے۔ بینا کماری کی شوٹنگ نہیں تھی مگر فضا کو خوش گوار بنانے کیلئے موجود تھی۔

رندھیر دونوں کو ایکشن بتا رہا تھا۔ اور دھرم بڑی بے تکلفی سے زرینہ سے ادھر ادھر کی چھوٹی چھوٹی باتیں کر رہا تھا۔ منگلا کو پورے دن تھے مگر وہ بھی لنچ لے کر آئی۔ مسکرا مسکرا کر سب کو تلی ہوئی مچھلی اور رائتہ کھلایا۔ دھرم زیادہ تر بینا سے باتیں کر رہا تھا۔ مگر زرینہ کو قطعی نظرانداز نہیں کر رہا تھا۔ زرینہ کا کام بہت جلدی ختم ہو گیا۔ چند شوٹ رہ گئے وہ کبھی بھی لے لئے جائیں گے۔

دھرم امتحان میں پورا اترا' جب زرینہ اور انیل کی آوٹ ڈور شوٹنگ کے انڈسٹری میں چرچے ہوئے تو بھی وہ قطعی متاثر نہ ہوا۔ بڑے کھلے دل سے ان کے فلمی رومان اور انیل کی بیوی کی واویلا واویلا پر چٹکلے چھوڑتا بلکہ کچھ زیادہ ہی دلچسپی لیتا کہ اکثر لوگوں کے چہروں پر ہنسی میکانکی ہو جاتی۔

منگلا نے بیٹی جو جنم دیا تو وہ خوشی سے ناچ اٹھا' پورے اسٹاف کو تین مہینے کا بونس دیا۔ بیٹی پر وہ بے طرح عاشق ہو گیا۔ اس نے جوہو پر جو نیا بنگلہ خریدا اس میں ہی ایک حصہ دفتر کے لئے سجا دیا گیا۔ اب وہ زیادہ تر گھر پر ہی کام کرتا۔ صبح اٹھ کر پھلوں کا رس پیتا پھر یوگا کے آسنوں کی مشق کرتا یا بیڈ منٹن اور ٹینس کی پریکٹس کرتا۔ جس کیلئے باقاعدہ ایک کھلاڑی نوکر رکھا گیا۔ صحت اچھی رہے تو دماغ بھی چوکس رہتا ہے۔ رندھیر کی فلم "کلپنا" بہت ٹھنڈی گئی مگر کلاس مانی گئی۔ زرینہ کی بے وجہ غیر حاضری بے طرح کھٹکتی تھی۔ مدراس کا معاملہ ڈائریکشن کیلئے نہیں پٹا۔ وہ منظرنامہ اور مکالمے لکھ رہا تھا۔ دھرم ہی ان فلموں کا ہیرو تھا۔ اس نے مدراس کا کام اسی شرط پر لیا تھا کہ رندھیر لکھے گا۔ ساتھ میں وہ اپنی بھی تیاری کر رہا تھا۔ وہ جہاں جاتا لوگ کہانیاں لے کر ٹوٹ پڑتے دھڑا دھڑ کہانیاں خریدی جانے لگیں۔

بات پر اڑ جانے کی عادت تو بہت پرانی تھی۔ اور یہی شاید اس کی کامیابی کا راز تھا کہ وہ ایک بات طے کر لیتا' پھر خواہ کتنی بھی ناممکن کیوں نہ ہو وہ اسے عملی

جامہ پہنا کر دم لیتا۔ اب وہ اس بات پر اڑ گیا کہ کوئی بات طے نہیں کرے گا۔ اتنی بے تکی غلطیاں کرنے کے بعد اسے اپنے فیصلے پر بھروسہ نہیں رہ گیا تھا۔ روز نئی کہانیاں پاس ہوتیں اور رد کر دی جاتیں۔ اکثر تو معاہدہ ہو جاتا پھر اسے اپنی غلطی کا احساس ہوتا اور پورا معاوضہ دینا پڑتا۔ ہر نیا چرب زبان کہانی کار منتخب کی ہوئی کہانی کی دھجیاں اڑاتا۔ اپنی کہانی کے جھنڈے گاڑتا اور ایڈوانس لے کر کام شروع کر دیتا۔ پھر لوگوں نے اس کے سر وہ کہانیاں بھی منڈھ دیں جو پہلے کہیں بچ چکے تھے۔ یا بن رہی تھیں۔ کیونکہ یہ تو معلوم تھا دو چار روز بعد رد کر دی جائے گی۔ ایڈوانس ہی ہاتھ آئے گا۔

رات گئے تک دھرم کے کمرے میں لوگ جمع رہتے تھے۔ دوسرے لولیتا چھوٹی تھی۔ اس لیے منگلا کا بیڈ روم بچوں کی نرسری سے ملا ہوا بالائی منزل پر تھا۔ کبھی وہ دھرم کے کمرے کا چکر لگا جاتی کہ شاید کسی کو کچھ ضرورت ہو، کبھی دوستوں سے جلدی چھٹکارا مل جاتا یا سب کے سب کسی مفت کی پارٹی میں چلے جاتے اور وہ اکیلا رہ جاتا۔ کیونکہ وہ پینے پلانے کی محفلوں سے دور رہنا چاہتا تھا تو وہ منگلا کے کمرے میں چلا جاتا، اگر وہ سوتی ہوئی کو جگانا نامناسب سمجھ کر لوٹ آتا۔ یا وہ ہی کچھ موڈ میں نہ ہوتی اور ٹال دیتی۔ وہ فرماں بردار شوہر کی طرح ٹل جاتا۔

اجنبیت بڑھتی گئی۔ ضرورت گھٹتی گئی۔

عورت سو کنیوں کا پانی پی کے پھرسے ستونتی بننا چاہے تو نہیں بن سکتی۔ مگر مرد کا کچھ نہیں بگڑتا۔ وہ تو دیوتا ہے۔ بیوی پھر اس کی پوجا پاٹ شروع کر دیتی ہے۔ شاید پوجا کرنے لگتی ہو۔ مگر ویسی والہانہ محبت کی موت ہو جاتی ہے۔

مگر چونکہ وہ محکوم ہوتی ہے، شوہر اسے روٹی کپڑا دیتا ہے، اسلئے پتی ورتا بن جاتی ہے۔ عجیب خصلت ہے عورت کی۔ جب اس کا پتی اسے چھوڑ کر دوسری کا ہو رہتا ہے۔ پتہ نہیں یہ وہ اس کی چاہ میں کرتی ہے یا اس کا سرور بھگ کرنے کیلئے اودھم جوتتی ہے۔

اتنا ضرور ہوتا ہے کہ وہ دل سے اسے کبھی معاف نہیں کرتی۔ اگر وہ دوسری

عورت کو چھوڑ کر واپس آ جائے تو وہ اسے اس کا فرض سمجھتی ہے۔ اور اگر عورت ٹھکرا دے تو پھر وہ اسے قطعی ناکارہ اور فضول انسان سمجھنے لگتی ہے۔ اس کی ناک چوٹی تو کاٹ نہیں سکتی کہ مردان جھمیلوں سے آزاد ہوتا ہے' بس اس کی وقت بے وقت کرکری کرنے پر تلی رہتی ہے۔

منگلا بھی ہنسی ہنسی میں اسے چھوٹے چھوٹے نشتر چبھایا کرتی۔ جان بوجھ کر انیل کی شکل و صورت اور ذہانت کی تعریفیں کرتی۔ اس کی کم عمری پہ جھگڑنے لگتی۔ اسے زرینہ کیلئے ہر لحاظ سے موزوں ثابت کرتی۔

انیل کتنا سمجھدار ہے' کتنا بھولا ہے۔ منگلا کی کتنی عزت کرتا ہے۔ اس کا ایک ایک ریکارڈ جمع کر کے رکھ چھوڑا ہے۔

یہ بات نہیں تھی کہ دھرم کو رشک آتا تھا' وہ برابر منگلا کی ہاں میں ہاں ملاتا۔

"کیا فٹا فٹ شوٹنگ ہوتی ہے بھئی۔ نہیں کہ مہینوں ریہرسل چل رہے ہیں۔" وہ بڑے معنی خیز انداز میں مسکراتی۔ فضا مکدر ہونے لگتی۔

"زرینہ کی ساری ہیکڑی ختم' انیل بالکل لفٹ نہیں دیتا۔ وہی مسکہ لگائے جاتی ہے انیل کے۔ وہ بیچارا مجھے بہت ہی مانتا ہے' بس اتنا سا منہ نکل آتا ہے۔ مجھے تو آنچل پھیلا پھیلا کر کوستی ہو گی۔ میری وجہ سے ہر جگہ کھنڈت پڑتی ہے۔" دھرم کھسیانی ہنسی سے سب جھیلتا رہتا۔ اس پر وہ اور سلگ اٹھتی۔ لوگ کوئی عذر کر کے سرکنا شروع کر دیتے' آخری ملاقاتی کے ساتھ وہ بھی اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی جاتی۔ کبھی تو دھرم کو ایسا معلوم ہوتا وہ صرف اس کے ملاقاتیوں کو تتر بتر کرنے آئی تھی۔ جب یقین ہو گیا کہ سب جا رہے ہیں تو چل دی.... تاکہ وہ تنہا رہ جائے۔

مدراس میں فلم شروع ہوئی تو دھرم کی جان میں جان آئی۔ وہاں بمبئی کا ہر قابل ذکر فن کار کوئی نہ کوئی طریقہ نکال کر پہنچ جاتا۔ مدراس کی فلمیں جو جنوبی اداکاروں کو لے کر بنائی گئی تھیں۔ دو تین تو کامیاب ہوئیں پھر متواتر فلاپ ہونے لگیں۔ لہٰذا انہوں نے نہایت بے رحمی سے جنوبی اداکاروں کو نظر انداز کر کے

بمبئی کے، فلم اسٹار اور میوزک ڈائریکٹر منہ مانگے داموں پر لے کر ہٹ فلمیں بنانی شروع کر دیں۔ بس پھر کیا تھا ہر آرٹسٹ مدراس کی طرف مڑ گیا۔ دھرم نے بھی دو کانٹریکٹ کر لیے تھے، کیونکہ مدراس سے معاوضہ زیادہ اور وقت پر ملتا تھا۔ بمبئی کی طرح قسطوں پر فلمیں نہیں بنتیں۔ بمبئی میں چند پروڈیوسروں کو چھوڑ کر زیادہ تر ڈسٹری بیوٹر کی دی ہوئی قسطوں سے فلمیں بناتے ہیں اور اکثر فل کو آپریش مانگتے ہیں۔ یعنی پیسے فلم کی ریلز پر ملیں گے۔ اگر مدراس کے پروڈیوسر نہ میدان میں آ جاتے تو بمبئی کے فلم اسٹار بھوکے مر جاتے۔ جیسے زیادہ تر پروڈیوسر کڑکے ہو چکے تھے یہی حال ان کا ہوتا۔

کم از کم دھرم کو تو پھر سے مدراس نے زندگی بخش دی۔ یار لوگ وہاں اندر کا اکھاڑا جما کر جی بھر کے داد عیش دیتے ہیں۔ بیویوں اور داشتاؤں کی روک ٹوک سے وقتی طور پر جان بچ جاتی ہے۔ منگلا نے اپنی نخوت کے نشے میں چور ہو کر اسے نکما بنا ڈالا تھا۔ وہاں پھر سے شراب شروع ہو گئی۔ بے حیا قسم کی لڑکیوں نے اس کا کھویا ہوا اعتماد واپس بخش دیا۔ وہ اس کے پیسے ہی کی نہیں مردانگی کی بھی قائل ہو گئیں۔

دھرم اگر چاہتا تو دوسرے اداکاروں کی طرح اپنی ایکٹنگ کی آمدنی پر ہی عیش کر سکتا تھا۔ بڑے فلم اسٹار کی مدراس میں بھی خاصی حکومت چلتی ہے۔ وہ اپنی مرضی کی ہیروئن، میوزک ڈائریکٹر، گیت نگار اور لیکھک کی فرمائش کر سکتا ہے۔ چاہے تو اپنی ہی پسند کے دوسرے آرٹسٹ بھی لے لے۔ جیسے وہ بمبئی میں ڈکٹیٹر کے حقوق رکھتا ہے اور انہیں عملی جامہ پہناتا ہے، اسی طرح ایک حد تک اس کی پوزیشن کے مطابق وہاں بھی اس کی چلتی ہے۔ مگر دھرم کو اپنے اسٹاف سے بڑا لگاؤ تھا۔ بمبئی کی اس افراتفری زندگی میں دھرم جیسے پروڈیوسر کا وجود نہ جانے کتنے خاندانوں کا سہارا ہے۔ مدراس میں فلمیں لے کر وہ اپنے اسٹاف کو اسی طرح جمائے رہا۔ اپنے پروڈکشن کیلئے فلم بنانا اشد ضروری تھا۔

مدراس سے وہ متواتر بمبئی آتا رہتا۔ یہاں پھر ایک فلم شروع کر دی۔ اس

دفعہ اس نے گھر سے دفتر بھی واپس اسٹوڈیو میں منتقل کر دیا کیونکہ اب منگلا نے اس کے وجود کو قطعی نظر انداز کرنا شروع کر دیا تھا۔ کئی کئی دن اسے منگلا کی صورت بھی نہ نظر آتی۔ پدما کی محفلیں دوبارہ جمنے لگیں۔

ادھر منگلا کچھ ضرورت سے زیادہ پینے لگی۔ ریتا اور رمی کا رشتہ بس روپے کا رہ گیا تھا۔ اس نے الگ فلیٹ لے لیا تھا۔ جہاں وہ آزادی سے داد عیش دیتا تھا۔ ریتا اور دونوں بچے منگلا کے قریب ہی الگ رہتے تھے۔ کبھی منگلا کی کسی اوٹ پٹانگ قسم کے دوست سے بہت پینگیں بڑھنے لگتیں تو منگلا اکیلی پڑی بوتل سے جی بہلایا کرتی۔ لتا اور محمد رفیع کی کچھ ان بن سی تھی۔ اس لیے بہت سے دو گانے اسے رفیع کے ساتھ ملے۔ ریکارڈنگ ریہرسل میں ذرا زندگی کا کچھ مصرف نظر آنے لگا۔ دھرم سے اجازت لینے یا صلاح لینے کی نہ اب ضرورت محسوس ہوتی تھی اور نہ موقع ہی ملتا تھا۔ محمد رفیع سے اس کا کافی میل جول بڑھا' لیکن انڈسٹری نے ان کے بارے میں کوئی فضول قسم کی افواہ نہیں اڑائی۔ دھرم خود آوارہ منش تھا مگر اس نے بھی کبھی کوئی خیال نہیں کیا۔

مگر قسمت میاں بیوی کے بچے کھچے رشتے کو بھی ختم کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ انہیں دنوں اپنی نئی فلم کے گانے دھرم نے بجائے رفیع کے مہندر کپور سے لے لئے۔ یہ بات منگلا کو بھی ناگوار گزری۔ حسب عادت اس نے مہندر کپور کے ساتھ گانے سے انکار کر دیا۔ دھرم نے چپ چاپ گانے آشا سے لے لئے منگلا نے بھی کوئی پرواہ نہ کی۔

رندھیر کی فلم کلپنا فلمی میلے میں جرمنی بھیجی گئی۔ اس کے سلسلے میں دھرم اور رندھیر کو بھی بلاوا آیا۔ چونکہ زرینہ بھی جا رہی تھی۔ اسلئے اس نے دھرم سے کہا کہ منگلا کو بھی لے جانا چاہئے۔ دھرم گانوں کے معاملے میں زیادتی کر چکا تھا۔ اس لیے منگلا سے کہا کہ تم بھی چلو۔ رندھیر نے بھی بہت زور دیا کہ وہ دلو کو بھی لے جائے گا' لیکن اگر وہ نہ گئی تو دلو اپنی حماقتوں سے اس کی وہاں ناک کٹوا دے گی۔

''بھابی ذرا دس بارہ اچھی ساڑھیاں بھی خرید وا دو۔'' اس نے بڑی خوشامد

سے کہا- منگلا بھی راضی ہو گئی- کیونکہ ارادہ تھا کہ وہاں سے انگلینڈ اور یورپ بھی جائیں گے- ایسے موقعے روز روز کہاں آتے ہیں- منگلا نے سب کچھ بھول بھال تیاریاں شروع کر دیں- شام کو محمد رفیع نے فون کیا کہ ہفتے کو ناگ پور جانا ہے- پرائم منسٹر فنڈ کیلئے روپیہ جمع کرنا ہے- منگلا نے کہہ دیا اس کا جرمنی جانا بہت ضروری ہے- بڑے زور شور سے تیاریاں ہو رہی تھیں-

ان دنوں گورنمنٹ نے باہر جانے پر سخت پابندی لگا رکھی تھی اور چونکہ بلاوا صرف دھرم اور رندھیر کا تھا' اسلئے منگلا اور دلو نہیں جا سکتی تھیں- بڑی دوڑ دھوپ کی مگر وقت نہیں تھا- دھرم نے کہا وہ بھی نہیں جائے گا' تو رندھیر نے کہا وہ اکیلا چنا کیا بھاڑ پھوڑے گا-

"نہیں بھئی اپنی فلم جاری ہے- آپ لوگوں کا جانا بہت ضروری ہے-" کیشو نے رائے دی-

"نہیں منگلا نہیں جا سکتی اس لیے میں نہیں جاؤں گا-"

"ارے تو کیا ہوا' تم چلے جاؤ- ولایت بھاگا تھوڑی جاتا ہے پھر چلے جائیں گے-" منگلا نے اصرار کیا' اس کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ زرینہ اور امینہ انگلینڈ گئی ہوئی ہیں- وہاں سے وہ بھی جرمنی جائیں گی- بینا کو اس کے پتی دیو نے نہیں جانے دیا- کیونکہ ان کا بھی بلاوہ نہیں تھا- بیچاری رو پیٹ کے چپ ہو گئی-

ریتا کے نئے دوست سے اسی دن لڑائی ہوئی تھی جس روز یہ لوگ جرمنی روانہ ہوئے- وہ اپنا غم دل سنانے منگلا کے پاس آئی- دونوں دل جلی رات گئے تک پیتی رہیں- ایک دوسرے کو اپنی دکھی داستان سناتی رہیں- پھر سے زخم تازہ ہوئے اور کوئی مرہم نہ تھا انہیں بھرنے کیلئے- ریتا نے آیا کو فون کر دیا کہ وہ صبح آئے گی- اور وہیں سوئے گی- دراصل جانے کا دم بھی نہ تھا صبح سر میں ایسا درد تھا کہ پھٹا جا رہا تھا- دونوں نے پھر تھوڑی سی سہارے کیلئے پی اور پیتی ہی گئیں-

بات بگڑنے پر تلی ہوئی تھی- کسی پھرتیلے فوٹو گرافر نے دوسرے ہی دن اخباروں کے لئے وہاں کھنچی ہوئی تصویریں بھیج دیں- اور جب وہ تصویریں چھپیں تو

منگلا پر جیسے بجلی گر پڑی۔ ریتا کو تو اس کا دوست سمیٹ کر لے گیا تھا۔ بچے پارک میں کھیلنے گئے ہوئے تھے۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے تصویریں دیکھتی رہی۔ ہر تصویر میں دھرم اور زرینہ ساتھ تھے۔ چالاک فوٹوگرافر نے امینہ اور رندھیر کو اس چالاکی سے کاٹا تھا کہ ان کے وجود کا شبہ بھی نہ ہوتا تھا۔ اور کچھ اشارے کنائے میں چھینٹے بھی کسے تھے۔ پرانی کشیدگی کا بھی ذکر تھا۔ منگلا کی غیر موجودگی کا حوالہ بھی دیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا دھرم قصداً" اسے نہیں لے گیا تاکہ وہاں دونوں گلچھرے اڑا سکیں۔ کئی بار جی چاہا گلاس میں ساری کی ساری خواب آور گولیاں انڈیل کر اس کرب اس جانکنی کی حالت کا خاتمہ کر ڈالے کہ پیچھا چھوٹے۔

مگر پھر سوچا' یہ تو وہ دونوں چاہتے ہی ہیں۔ نہیں اس جنم میں تو انہیں خوش نہیں کرنا ہے۔ مگر جب لے جانے کا ارادہ نہیں تھا تو اس نے کہا کیوں تھا۔ شاید اس لیے کہ میں ناگپور نہ جا سکوں۔ میرا پروگرام بھنڈ کر کے خود چلا جائے۔ محمد رفیع سے بیر ہے' اسلئے کہ وہ مجھے کام دلوا دیتا ہے تو شریمان جی کی ہتک ہوتی ہے۔

"تمہیں کیا ضرورت ہے کام کرنے کی' روپے کی تنگی ہے کیا؟" وہ کئی بار کہہ چکا ہے۔ اتنے بڑے فلمسٹار اور پروڈیوسر کی بیوی کام کی محتاج! اپنی کمپنی سے تو معاملہ ختم ہی ہو گیا۔ باہر کام نہ کروں۔ ختم ہو جاؤں' مٹ جاؤں۔ مجھ سے نفرت۔ میری کلا سے نفرت۔ صبح رفیع کی پارٹی ناگپور جا رہی ہے۔ ابھی وقت ہے اس نے فوراً فون کیا۔

"مگر وہاں گاؤں گی کیا؟ کچھ تیاری بھی نہیں کی ہے۔ رہنے ہی دو۔"

"ارے نہیں نہیں' یہ نہیں ہو سکتا۔ تمہیں چلنا پڑے گا۔ کچھ بھی گا دینا۔

"میری تو کاپی بھی دفتر میں کہیں پڑی ہے۔"

"بچوں کے پاس گانوں کی کتابوں میں دیکھتا ہوں۔ اور وہ گانا جو مدراس میں وہ کون سی فلم تھی اس کیلئے ریکارڈ کیا تھا' وہ تو یاد ہی ہو گا۔"

"بول تو یاد نہیں' کون سا۔"

رفیع نے حوالہ دیا' گنگنا کر یاد دلایا۔

"ہاں ہاں' منگلا نے بھی گنگنا کر یاد کیا۔

"کوئی نوکر بھی نہیں ہے اس وقت سب سو رہے ہیں' میں خود لے کر آتا ہوں ابھی۔"

رفیع اور منگلا ڈیڑھ بجے تک ہارمونیم پر ریہرسل کرتے رہے۔ کئی پرانے گانے یاد آ گئے۔ جو دونوں نے ساتھ گائے تھے۔ پھر منگلا کا وہ بھجن بھی یاد آگیا جو اس نے "پورنما" میں گایا تھا' گنگنانے لگی۔

"ہائے کیا سوز ہے اس گانے میں' بڑے جی سے گایا ہے۔"

"جی کو لگی جو تھی۔" منگلا نے ٹھنڈی سانس بھری۔ اس نے اخبار رفیع کے سامنے ڈال دیئے۔

"ہوں" رفیع دکھی ہو گیا۔

"جبھی تو میرے جانے کا سارا معاملہ ٹھپ کر دیا۔"

"انتہا ہے حماقت کی۔ بال بچوں والا آدمی یوں واہی تباہی پھرے۔ تم کیوں اتنا دل چھوٹا کرتی ہو۔ تمہاری کلا کا بھی تمہارے اوپر کچھ حق ہے۔ اس پروگرام کے بعد ہمارا ارادہ اپنی ٹروپ کو لے کر پورے یورپ کے دورے پر جانے کا ہے۔ پچھلی دفعہ نیروبی میں بہت اچھا پروگرام رہا' ضرور چلنا۔"

دیر تک گلے شکوے ہوتے رہے پھر چونکہ صبح جلدی اٹھنا تھا' رفیع سونے کی ہدایت کر کے چلا گیا۔

منگلا روتے روتے تھک گئی تب آدھا گلاس وھسکی میں خواب آور گولیاں ڈال کر غٹا غٹ پی گئی۔

دھرم کو پلین ہی میں معلوم ہو گیا تھا کہ وہ بھی آ رہی ہے۔ بڑی خوش دلی اور لاپرواہی سے ہنس دیا۔

"ابھی تو تم کہہ رہے تھے، انگلینڈ گئی ہے۔" اس نے تھوڑی دیر بعد بے تعلقی سے پوچھا۔

"ہاں امینہ اور وہ پرسوں ہی پہنچ گئیں۔"

"مگر یہ کیا ضروری ہے کہ میلے میں آئے۔"

"اماں میلے ہی میں شرکت کی غرض سے آئی ہیں۔ امینہ کو اجازت نہیں مل رہی تھی، کیونکہ اس کا بلاوہ نہیں تھا۔"

"تو پھر کیسے آ گئی؟" دھرم بولا۔

"دو مہینے پہلے بھاگ دوڑ مچائی۔ زرینہ نے کہہ دیا اکیلی نہیں جائے گی۔ لڑکی کو ایک ساتھی کی اجازت مل جاتی ہے۔ بیٹا کو بڈھے نے آنے دیا ہوتا تو پھر کوئی بات نہیں تھی۔ چونکہ وہی اکیلی لڑکی ہے۔ اس لیے......"

"تو کیا ہر میٹنگ میں بھی اسے گھسنے کی اجازت ہو گی۔"

"کیوں بھائی قصہ کیا ہے؟" رندھیر نے اسے غور سے دیکھ کر پوچھا۔

"ارے کچھ بھی قصہ نہیں۔"

"دیکھو بھئی اگر تم یہاں پر پسارے تو خدا قسم......"

"ابے ہٹ خواہ مخواہ کے طوفان جوڑ رہا ہے۔" بات ٹل گئی مگر رندھیر کا ماتھا کھٹک گیا۔ اگر پھر سے بات چل نکلی تو سارا مزہ کرکرا ہو جائے گا۔ جب زکام ہونے

والا ہوتا ہے تو چھینکیں آتی ہیں۔ دھرم کو رندھیر برسوں سے جانتا تھا۔ اس کی رگ رگ سے واقف تھا کبھی تو اسے یہ بھی پتہ ہو جاتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔ دھرم کو زرینہ پھر ہونے والی ہے۔ چھینکیں آ رہی ہیں۔ زبان بند ہے۔ مگر آنکھیں بول رہی ہیں۔ آپ ہی آپ مسکراتا ہے' پھر غم کے بادل اڈتے ہیں' پھر ہنس دیتا ہے۔ پھر کہیں کھو جاتا ہے۔ رندھیر کو معلوم ہے وہ دل ہی میں اپنی محبوبہ سے مل رہا ہے۔ بچھڑ رہا ہے۔ روٹھ رہا ہے پھر من رہا ہے۔ وہ اس کے دماغ میں کبھی پھول کھلاتی ہے کبھی کانٹے بھونک دیتی ہے۔ کبھی انگ انگ میں رس بھرتی ہے کبھی زہر گھول دیتی ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا اور لرز رہا تھا۔ یورپ کی سیر بھنگ ہوتی صاف نظر آ رہی تھی۔

"کیسی ہو؟" دھرم نے زرینہ کو دیکھ کر رسما" کہا۔

"اچھی ہوں' آپ تو بہت بزی ہیں نا' نئی پکچر شروع ہو گئی نا' انگلینڈ میں بہت مزہ آیا۔ میں نے کہا آؤ امینہ آپا یہاں کھو جائیں....." بڑبڑ وہ بکتی رہی۔ یہ نہیں چاہتی کہ دھرم کچھ کہے' کیا بھروسہ ہے کیا کہہ دے اور وہ سٹ سے غائب ہو گئی۔

دھرم کے ماتھے پر نمی آ گئی۔

"نہیں اس سردی میں پسینہ ہر گز نہیں آ سکتا۔" رندھیر نے خود کو یقین دلایا۔ "چہل پہل سے چہرے پر رونق آ گئی ہے۔" مگر وہ اپنے کو دھوکا نہ دے سکے۔ جیسے لوہا مقناطیس کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے ویسے ہی دھرم بے ہوش بے سدھ بھرے مجمع میں بھوکی بھوکی نظروں سے ڈستا ہوا' نا معلوم سی غیر مری ڈور سے بندھا ہوا چلا جا رہا تھا۔ نہ اسے فوٹو گرافروں کا خوف تھا نہ دیس بدیس کے مہمانوں کی پرواہ۔ وہ سب کو دھکیلتا' دھکے کھاتا' اس کے قریب پہنچ جاتا۔ وہ اپنے ارد گرد پھیلی ہوئی رعنائیوں کا عذر کر کے پھر مجمع میں کھو جاتی۔ مگر اس کی چھٹی حس اسے پھر وہیں کھینچ لاتی۔ وہ اس کے پیچھے ایسے بھاگ رہا تھا جیسے ماں اپنے تازہ پاؤں پاؤں چلتے بچے کے پیچھے بانہیں پسار کے بھاگتی ہے۔ اس نے دیکھا اور ٹھٹک کر سانس روک لی' بچہ خندق کے کنارے ڈگمگا رہا تھا۔

دھرم نے اس کے شانے کو چھوا اور جب مڑی تو اس کے سامنے ہتھیلی پھیلا دی۔

صدیاں بھاگتی دوڑتی گزر گئیں' قرن بیت گئے۔

وہ مٹھیاں بھینچے اس کی ہتھیلی کو گھور رہی تھی۔

"وہ دیکھو-----" امینہ نے اسے گھسیٹ کر اپنے آگے کر لیا۔ اور آنکھیں موندے فواروں کے قریب چھوٹتی ہوئی آتش بازی دیکھتی رہی۔

دھرم نے مٹھی بند کر کے جیب میں ڈال لی۔ اس کی نرم نرم آنکھوں میں آتش بازی کا عکس دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔

وہ رات رندھیر نے محاذ پر گزاری۔ معلوم ہوتا تھا اس کے سر پر بار بار بم پھٹ رہے ہیں۔ اسے دھرم کے پاگل پن میں کوئی شک نہیں رہا تھا۔ اس نے کبھی ایک انسان کو بغیر خون کی ایک بوند بہائے یوں پھڑپھڑاتے نہیں دیکھا تھا۔

"رندھیر وہ بے وفا نہیں' میرے دوست تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی' ایک طرف شعلے نہیں ہو سکتے۔ میرے یار میرے سینے میں بڑی جلن ہے۔ جیسے کوئی ناخونوں سے کھرچ رہا ہے۔ تم مجھ ڈانٹتے کیوں نہیں گالیاں کیوں نہیں دیتے کچھ تو کہو' شاید میرا دھیان بٹے۔ شاید دل میں غیرت جاگ اٹھے تب اس جلن پر شاید چھینٹا پڑ جائے۔" پھر وہ ایک دم دیوار پر ہاتھ رکھ کر خود سے کہنے لگا۔ وہ اسی ہوٹل میں ہے۔ یہ دیوار پھر دیوار----- دیوار ہزاروں دیواروں کے بعد وہ ادھر ہے۔ کیسے تعجب کی بات ہے! ہے نا؟ وہ بڑے پیار سے دیوار پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ جیسے وہ سیمنٹ کی سرد رکاوٹ نہیں محبوبہ کا نرم و لچک دار جسم ہو۔

"سنو...... ٹھیک سے یہاں بیٹھو' اگر تمہیں اتنا یقین ہے تو پھر کیا مشکل ہے؟" رندھیر نے اسے پھسلا کر پلنگ پر بٹھایا۔ "تو پھر خواہ مخواہ کیوں بلبلا رہے ہو۔ صبح میں......"

"صبح نہیں۔"

"ابے کیا جوتے کھلوائے گا۔ معلوم ہے تین بجے ہیں۔ مجھے اس کے کمرے

کا نمبر بھی نہیں معلوم۔ صبح میں بات کروں گا۔ امینہ سے بات کروں گا۔ میں صاف کہہ دوں گا......" وہ ایک دم رک گیا۔ اسے قطعی کچھ نہیں معلوم تھا کہ کیا صاف کہہ دے گا۔ مگر وہ بولتا چلا گیا۔ "اور بھئی جب وہ بھی-----"

"تو تم مانتے ہو کہ وہ بھی...... میرا مطلب ہے دل سے تو......"

"ہاں ہاں یار اس میں کیا شک ہے۔" رندھیر نے اسے ٹھنڈا کرنے کو کہا۔ "مگر دیکھو یہاں پردیس میں اپنا کھیل نہیں بنے گا۔ سمجھے اپنی ڈگنٹی میں فرق نہ پڑے۔ ہاں!...... اور دیکھو یوں بیکار بڑبڑانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ یوں تو بنا بنایا کام بگڑ جائے گا۔" اس نے بڑی نرمی سے کہا۔

"بگڑ جائے گا۔" دھرم پر پھر لرزہ چڑھا۔

"میرا مطلب ہے خواہ مخواہ...... دنیا بھر کے لوگ جمع ہیں۔ تم اتنے بڑے پروڈیوسر وہ ایک معمولی ایکٹریس۔ بات حساب سے ہونی چاہیے۔ تم بالکل بے فکر ہو کے آرام کرو۔ میں سب ٹھیک کر لوں گا۔ ہاں۔" رندھیر نے اسے کمبل اڑھا دیا۔ ایسا لگا جیسے وہ ایک دم سو گیا۔

"یار رندھیر۔" اس نے ایک دم سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ "منگلا...... منگلا کا کیا ہو گا۔"

رندھیر اتنا تھکا ہوا نہ ہوتا تو وہیں اسے قتل کر کے پھانسی پر جھول جاتا۔

"تم ان کی فکر نہ کرو۔ ان کا اس میں کیا دخل...... اچھا یار سو جاؤ ورنہ ہم صبح اٹھ نہ پائیں گے اور وہ لوگ گھومنے گھامنے نکل جائیں گی۔ بات ٹل جائے گی۔" اس نے پھسلا دیا اور......

صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو دھرم غسل خانے میں شیو کر رہا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر لپکا۔ آدھے راستہ میں یاد آیا کہ بجلی کا شور ہے! وہ اپنی حماقت پر چڑھ گیا۔ کمبخت پاگل کے ساتھ رہ کر وہ خود پاگل ہوتا جا رہا تھا۔ دھرم کی "آتم ہتیاؤں" نے اسے بوکھلا دیا تھا۔

بڑی مشکل سے امینہ ہاتھ آئی۔ رندھیر نے بالکل عاشقوں کی طرح اس کے

گرد طواف کرنا شروع کیا۔ جی تو چاہ رہا تھا کہ ایک مکہ رسید کرے اور کہے چل بیٹھ اور سن مجھے بہت ضروری باتیں کرنا ہیں۔ مگر اس نے ضبط کیا اور اسے رسان رسان کھسکا کر ایک میز کے پاس لے گیا۔ جلدی سے کافی کا آرڈر دیا اور بڑے ہی خلوص اور چاؤ سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے لگا۔

"امینہ تم اس بوڑم سے طلاق کیوں نہیں لے لیتیں۔"

"ارے یہ صبح صبح مجھے طلاق کیوں دلوانے لگے۔" مگر وہ خوش ہو گئی۔ کوئی اس کے لچے میاں کو برا کہتا تو وہ بڑی دلچسپی سے سنتی۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

"طلاق لے کے کیا کروں۔" وہ ہنسی۔

"شادی۔"

"دیوار پاکھوں سے؟ چیونٹیوں بھرے کباب سے کون شادی کرے گا؟"

"ساری دنیا میں تمہیں کوئی "کون" ہی نظر نہیں آتا۔ ایک ہیں میاں امجد علی عرف رندھیر...... نام سنا ہو گا؟"

"جی کچھ یاد تو پڑتا ہے مگر سنا ہے وہ تو...... ان کے تو بیوی۔"

"اسلام چار کی اجازت دیتا ہے۔"

"اوہ' وہ تو آپ فرما چکے...... اب تیسری اور کہیں کر ڈالئے' پھر چوتھی کے بارے میں سوچا جائے گا۔ سنا ہے لوگ آخری بیوی چاہتے ہیں۔ مگر رندھیر صاحب کیوں ادھر ادھر کی باتوں میں وقت برباد کر رہوے ہیں۔ اگل دیجئے نا۔"

"اگل دوں؟"

"اب میں اتنی بھی ننھی نہیں ہوں کہ یہ یقین کر لوں کہ صبح صبح میری طلاق پر تبصرہ کرنے کے لئے یہاں لائے ہیں' مجھے...... میرا مطلب ہے ہمیں پر کاش جی ذرا گھمانے لے جا رہے ہیں۔ اس لئے----"

رندھیر نے زیادہ تکلف مناسب نہ سمجھا اور اگلنے لگا۔ وہ چپ سنتی رہی۔ بٹوا کھولتی بند کرتی رہی۔ رندھیر کے اعصاب جواب دینے لگے۔

"مجھے ان سے بڑی ہمدردی ہے۔" اس نے الفاظ تول کر کہا۔ "مگر یہ تو پتہ چلے کیا چاہتے ہیں۔"

"یعنی' یہاں اتنی لمبی چوڑی داستان سنا ڈالی اور آپ کو یہی پتہ نہیں۔"

"دیکھئے وہ جو آپ سوچ رہے ہیں اس کا جواب میرے پاس نہیں۔"

"اسی سے پوچھئے۔ لیکن اگر......"

"اگر کیا؟"

"اگر شادی کا خیال ہے تو......"

"شادی!" رندھیر ضبط نہ کر سکا۔

"آپ تو ایسے بدکے جیسے کبھی شادی کا لفظ نہ سنا ہو۔" وہ کھلکھلا کر ہنسی۔ حالانکہ ماشاء اللہ سے......

"اور منگلا۔" رندھیر کا خون کھول گیا۔

"ارے آپ اتنا بن کیوں رہے ہیں' ان کے بارے میں تو سوچنے کے بعد یہ کچھ طے کیا ہو گا۔"

"اور بچے!"

"افوہ بچے کس کے نہیں ہوتے' کیا آپ کے بچے نہیں تھے۔ آپ نے جب دلو سے بیاہ کیا تھا تو اپنی بیوی کے بارے میں سوچا تھا بس وہی---- رندھیر صاحب زرینہ میری بہن ہے۔ اس کی جگہ آپ کی بہن ہوتی تو آپ کیا جواب دیتے۔"

رندھیر کی آنکھوں میں خون اتر آیا' آپا بی یاد آ گئیں۔

"ہمیں اپنے بہت مقدس معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کا منہ بہت سرخ ہو رہا ہے۔ لوگ دیکھ رہے ہیں نہ جانے کیا سمجھ رہے ہوں گے۔" وہ اٹھنے لگی۔

"یہ میری اپنی رائے ہے۔"

"اور زرینہ کی؟"

"وہ زرینہ جانے۔" وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔

جب رندھیر نے گالیوں کے کلی پھندنے لگا کر دھرم کو سب باتیں بتائیں تو وہ

پھول کی طرح کھل اٹھا۔ بڑی فرماں برداری سے گالیاں سنیں۔ جھینپی ہوئی نظریں اٹھائیں۔ آنکھوں کے کونے پر موتی کانپ رہے تھے۔ جب وہ امینہ سے باتیں کر رہا تھا تو باہر فواروں کے پاس زرینہ سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ فوراً فوٹو گرافر ٹوٹ پڑے۔ وہ اسے بڑی مشکل سے بچا کر نکال لایا اور پھر وہ وزن دیکھنے کی مشین میں سکے ڈال کر کارڈ دیکھنے لگے۔

"یہ دیکھو۔" دھرم نے مٹھی کھول دی۔ وزن کا کارڈ رندھیر نے اٹھا کر دیکھا۔

"یہ...... ادھر پیچھے دیکھو۔" وہ بچوں کی طرح شرمایا۔

"بچھڑے محبوب سے ملاقات ہو۔ دل کی مراد پوری ہو۔" کارڈ پر لکھا تھا۔

"ابے گاؤدی الو کے پٹھے عاشق کے بچے۔" اس کا جی چاہا ایک گھونسا مار کر کہے مگر ایک شرط ہے' یوں معاملہ نہیں پٹے گا۔ شادی کرنی ہو گی۔"

"شادی!" دھرم شوق سے مفلوج ہونے لگا۔

"جی نکاح...... اور مہر......" رندھیر نے مہر کی تشریح کی۔

"مہر جتنا بھی کہو۔"

"مہر سے کام نہیں چلے گا' نکاح کرنا ہو گا مسلمان ہو کر۔" رندھیر غرایا۔ "اور اگر اب کے تم نے بھابی کا نام لیا تو خدا کی قسم جبڑا توڑ دوں گا۔"

"اس کا نام لینے کا مجھے کوئی ادھیکار نہیں۔" وہ ایک دم چپ ہو گیا۔

ویٹر نے بیر کے مگ لا کر سامنے رکھ دیئے۔ رندھیر نے بل اٹھایا مگر جب تک دھرم نے نوٹ بیرے کو پکڑا دیا۔

"کمپنی خرچ۔" دونوں اپنے اپنے خیال میں گم بیر پینے لگے۔

"یار رندھیر...... یہ نکاح کیسے ہوتا ہے۔"

"یہ آدمی ہے یا گھن چکر ادھر منگلا کو ٹرنک کال ملانے کے لئے بھاگا بھاگا پھر رہا ہے۔ بچوں کے لئے کھلونے اور چاکلیٹ خرید رہا ہے۔ ادھر نکاح کی فکر میں گھلا جا رہا ہے۔" اس نے نکاح کی تشریح کر دی۔

"یار باندرہ کی مسجد میں کام بن جائے گا۔" دھرم نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

نہ جانے کیوں رندھیر کو منگلا پر ہونے والی زیادتی پر بہت غصہ آ رہا تھا، جب اس نے خود دلو سے شادی کی تھی تب اسے اپنی بیوی پر قطعی ترس نہیں آیا تھا۔ حالانکہ منگلا اس سے کچھ خوش نہ تھی یہی سمجھتی تھی کہ وہ زرینہ کی دلالی کرتا ہے۔ وہ دیر تک دھرم کو ڈانٹتا رہا۔ پھر اس کو رحم آنے لگا۔ کیونکہ وہ سر جھکائے ملامتیں سنتا رہا۔

جب رندھیر بادل ناخواستہ امینہ کو دھرم کا جواب دینے کے لئے کمرہ تلاش کر کے پہنچا تو معلوم ہوا وہ لوگ باہر گئی ہوئی ہیں۔ شام تک لوٹیں گی۔ پھر شام کو معلوم ہوا فرانس چلی گئیں۔ دھرم نے پیچھا کرنے کا پروگرام بنایا۔

"نہیں یار اگر معاملہ کرنا ہی ہے تو لونڈھیار سے کوئی فائدہ نہیں۔ ان کی سیٹیں بک تھیں، جائیں گی کہاں۔ چلنا تو ساتھ ہی ہے۔ یہاں ہوائی جہاز کے پیچھے دوڑنے سے کیا فائدہ۔

مگر ایرپورٹ پر پہنچنے سے معلوم ہوا انہوں نے بکنگ کینسل کروا دی۔ پتہ نہیں کب اور کس پلین سے جائیں گی۔ کچھ نہ پتہ چل سکا۔ دھرم وہیں پھیل گیا مگر رندھیر نے سختی پکڑ لی۔

ایرپورٹ پر پہنچتے ہی اسے منگلا کے ناگپور جانے کی اطلاع مل گئی۔

ناگپور کا پروگرام خاصا کامیاب رہتا۔ اگر منگلا عین وقت پر ضرورت سے زیادہ پی کر اسٹیج پر نہ آ جاتی۔ کسی کو شبہ نہ تھا کہ وہ اس حد تک عادی ہو چکی ہے۔ صبح سے وہ ہوٹل میں اپنے کمرے میں بند پڑی تھی۔ جب وہ جھومتی لڑکھڑاتی اسٹیج پر آئی تو سب متحیر رہ گئے۔ الجھے بال، بے ترتیب کپڑے۔ ادھر آرکسٹرا نے ساز ملائے ادھر اسے بڑے زور کی ابکائی نے دبوچ لیا۔ مارے سرانڈ کے ناکیں سڑ گئیں بمشکل اسے باہر لے گئے۔

اخبار میں ساری تفصیل کے بعد لکھا تھا کہ دھرم جرمنی گیا ہوا ہے اور شاید

منگلا کا پیر بھاری ہے۔
"کیا ضرورت تھی جانے کی، میں نے منع کیا تھا" وہ ایک دم نرم پڑ گیا۔
"مجھے بتایا بھی نہیں منگو نے۔"
"تمہیں مہلت ملے تو بتائے۔ یار گردن اڑا دینے کے قابل ہو۔ تم جیسی اس کی بے قدری کرتے ہو وہی ہے جو برداشت کر رہی ہے۔ اور کوئی ہوتی تو کبھی کی تمہارے جنم میں تھوک کر الگ ہوتی۔" دھرم سے وہ بے تکلف تو ہمیشہ تھا مگر ڈھول ڈھپا کا رشتہ نہ تھا۔ مگر جرمنی میں جو بیتی اور رندھیر کی اہمیت بڑھی تو وہ کچھ زیادہ ہی بے تکلف ہو گیا۔ پہلے وہ اسے جینئس مانتا تھا۔ اب ذرا شک پیدا ہو گیا تھا۔

"اب کے پھر بیٹا، اور ہم بھی ایسی سپرہٹ فلم بنائیں گے کہ دنیا دیکھتی رہ جائے گی۔" اس نے منگلا کے بیڈ پر بیٹھ کر اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔
"بیٹا، ہنھ، بھگوان نہ کرے۔" اس نے دھرم کا ہاتھ جھٹک دیا اور ایسے دور ہٹ گئی جیسے وہ کوئی کوڑھی ہو۔
"منگلو......"
"بابا، یہ چونچلے وہیں بگھارو جا کے۔" وہ بیڈ سے اٹھ کر سنگار میز پر جا بیٹھی۔ دراز کھول کر اس نے گلاس میں تھوڑی سی وہسکی ڈالی اور کنگھی کرنے کے لئے چوٹی کھولنے لگی۔
"منگلا یہ سویرے سویرے۔"

"تو؟" منگلا نے جیسے اسے چڑانے کے لئے نیٹ پینا شروع کر دی۔
"یہ اچھا نہیں منگلا۔"
"کیا اچھا ہے اور کیا اچھا نہیں۔ یہ میں بھی جانتی ہوں۔ تم کیوں فکر میں گھلے جاتے ہو۔"
"منگلا----"

"ارے بابا جاؤ نا اپنی گلبدن کے پاس- بڑی مشکلوں سے تو روٹھی دیوی کو منایا ہے کہیں خفا نہ ہو جائے-"

"کیوں طوفان جوڑتی ہو وہ تو پیرس سے ابھی آئی بھی نہیں-" دھرم کے منہ سے نکل گیا-

"جبھی میرا بھیجا چاٹنے کی فرصت مل گئی-" وہ ننگی تلوار کی طرح کھنچ گئی- اور ایک بڑا سا پیگ انڈیل کر منہ سے لگا لیا- دھرم اس کی طرف بے بسی سے بڑھا-

"دور- دور-" اس نے ہاتھوں سے اشارہ کیا-" مجھے ہاتھ نہ لگانا ورنہ بہت پچھتاؤ گے-

دھرم اس کی آنکھوں کا زہر نہ برداشت کر سکا تیزی سے باہر نکل گیا- منگلا نے دروازہ اندر سے بند کر لیا- اور کنڈی چڑھا لی-

"نہیں رندھیر---- اب کوئی گنجائش نہیں- میں بھی اسے اس اکڑ کا مزہ چکھاؤں گا- امینہ نے کیا کہا؟"

"ملی کب جو کہتی-"

"تم نے فون کیا؟"

"فون؟ ارے میں نے اس کی چوکھٹ کی خاک لے ڈالی- مگر وہ لوگ آؤٹ ڈور کی تیاریوں میں لگی ہیں- ملتی ہی نہیں- یہ گھر تو امینہ کے نام ہے- اس نے دوسرا فلیٹ لے لیا ہے- کسی وقت نہیں ملتی- اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ وہاں ہی رہنے لگی ہیں- اور وہاں کا ٹیلی فون ابھی نہیں آیا ہے- اس کی شرط تو تمہیں معلوم ہی ہے- مگر یار تم ہو نرے تھالی کے بینگن- فیصلہ تو کر لو پہلے-"

"کر تو لیا فیصلہ" دھرم نے نہایت غیر فیصلہ کن انداز میں کہا-

"تو پھر ریتا کے ذریعہ بات چیت کے کیا معنی-" دھرم بے بس ہو گیا----

"اچھا اگر تم واقعی فیصلہ کر چکے ہو تو منگلا کو طلاق دے دو-"

"طلاق؟...... رندھیر تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ وہ میرے بچوں کی ماں ہے! میں نہایت ہی کمینہ ہوں مگر اس کے یہ معنی تو نہیں......"

"؟اچھا با...... بھول ہوئی' میں واقعی بڑا گدھا ہوں۔" اس نے کہنیوں تک ہاتھ جوڑے اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

"رندھیر----" دھرم نے دوڑ کر اس کا گریبان پکڑ لیا۔ "کہاں جا رہے ہو۔" بڑی بے بسی سے پوچھا۔

"جہنم میں۔" وہ گریبان چھڑانے لگا۔

"رندھیر' ایسے وقت میں تم بھی میرا ساتھ چھوڑے جا رہے ہو۔" اس نے گریبان چھوڑ دیا۔

"اف' وہ نیک بخت میرا انتظار کر رہی ہو گی۔ فلم کے ٹکٹ منگوائے تھے۔" اس کی ساری اکڑ ختم ہو گئی۔

"ہاں وہ انتظار کر رہی ہو گی۔ جاؤ۔" وہ واپس کمرے میں چلا گیا۔

"صبح آٹھ بجے پہنچ جاؤں گا۔" وہ اس کے پیچھے پیچھے گیا۔ دھرم دراز کھول کر بوتل نکال رہا تھا۔

"جاؤ" میں تو کہیں نہیں جا سکتا' میرا کوئی انتظار نہیں کر رہا ہے۔"

رندھیر کا دل ڈوبنے لگا۔ جاتے ہوئے قدم رک کر لوٹ پڑے۔ تھوڑی دیر دونوں کھڑے سوچتے رہے۔ پھر رندھیر چوروں کی طرح بیٹھ گیا۔ "چلو ریگل میں اچھی فلم لگی ہے۔"

دھرم مسکرا رہا تھا۔

"واسو کو فون کر دو' ایک سے دو بھلے!"

"کوئی ضرورت نہیں۔"

"حد ہو گئی۔" اس نے بھی ایک گلاس اٹھا لیا۔ دونوں خاموش پیتے رہے۔ بالکل بات کو ٹال کر فلم کی بات کرنے لگے۔

"مالا کو اپنا رول بہت پسند ہے۔"

"بڑا جی لگا کر کام کرتی ہے۔"

"اب تو پھر سے ڈا شنگ شروع کر دی ہے۔"

"ہاں اچھا فگر نکل آیا ہے۔"

"بہن کے رول کے لئے سوچا کچھ؟"

"کوئی جچتی نہیں۔"

"حیدر آباد چلتے ہو۔"

"کیوں؟"

"ذرا چھوکریاں دیکھیں گے۔"

"پدما کوئی نئی لونڈیا لائی ہے چلتے ہو" دھرم ایک دم مستعد ہو گیا۔

"یار دیر ہو جائے گی۔"

"ابھی تو گیارہ بھی نہیں بجے۔" دھرم نے پھسلایا۔

"حاجی کے ہوٹل سے تھوڑے سے کباب لیتے چلیں گے۔"

ایک دم مطلع صاف ہو گیا۔ رندھیر پانچ منٹ کے لئے اپنے گھر ٹھہرا۔ دلو کو سمجھا بجھا کر آ گیا۔

پدما کے ہاں ایک ہنگامہ برپا تھا۔ نئی چھوکری رس ملائی کی طرح بھرپور تھی۔ بے انتہا چلبلی، دھرم کی فلمی پوزیشن سے مرعوب، رندھیر کی اہمیت سے واقف۔

"کیسی رہے گی، چھوٹی بہن کے رول کے لئے۔"

"ذرا ٹھگنی ہے۔ اور کلے بہت پھولے ہوئے ہیں۔" رندھیر کو بعض وقت سخت حیرت ہوتی تھی۔ دھرم کی نظر اس قدر تیز تھی۔ خواہ وہ کتنا بھی مدہوش ہو، بہا جا رہا ہو بالکل کیمرے کے لینس کی طرح چہرے مہرے کی پیمائش سے نہیں چوکتا۔

اس کا اندازہ کبھی دھوکا نہیں کھاتا تھا۔ زرینہ اس شدت سے اس کے حواسوں پر چھائی ہوئی تھی پھر بھی وہ شوٹ لگواتے وقت ہمیشہ اس کے بھونڈے ہاتھوں اور

پیروں سے کیمرہ دور ہی رکھتا تھا۔ عشق میں اندھا ہوتے ہوئے بھی اس کی فنی غلطیوں کو کبھی درگزر نہیں کی۔

پدما کے یہاں سے تین بجے لوٹے تو ذہن پر سے سارا غبار دھل چکا تھا۔ دھرم نے وہاں بہت کم پی تھی' باتیں خوب اور کھل کر کیں۔ نہ جانے کیا بات تھی پدما کی صحبت میں ساری جذباتیت صابن کی طرح دھل جاتی تھی۔

جب رندھیر اسے اتار کر چلا گیا تو وہ دماغی طور پر کافی صحت مند محسوس کر رہا تھا۔ سونے سے پہلے ایک اور پیگ کے لئے دراز کھولی۔ بوتل خالی تھی۔ ادھر ادھر ڈھونڈنے لگا۔ کپڑوں کی الماری میں بوتل مل گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ البم بھی مل گئی جو اسٹل تیار کرنے والے نے اسے نجی طور پر پیش کی تھی۔ جس کی قیمت اس نے اپنی مدراس کی فلموں میں اسے کانٹریکٹ دلوا کر چکائی تھی۔ اس میں صرف اس کی اور زرینہ کی وہ تصویریں تھیں جو ریہرسل کے دوران میں لی گئی تھیں۔ نہ وہ سین فلم میں جوڑے گئے تھے اور نہ ان کے اسٹل فوٹو باہر والوں کو دکھائے گئے تھے۔

وہ صبح تک ان تصویروں کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اپنا سولہ ملی میٹر کا پروجیکٹر نکالا اور وہ سین دیکھتا رہا جو فلم میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ یہ فلم گندے یا قابل اعتراض نہیں تھے۔ دو انسانوں کے درمیان خوبصورت اختلاط کے فلم تھے۔ رندھیر سے اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان سب کو جلا دے گا۔ اور سب کچھ بھول کر نئی زندگی شروع کرے گا۔ اس نے انہیں جلایا نہیں' سیف میں چھپا دیا۔

نئی فلم کا کام شروع ہو گیا۔ عجیب انسان تھا' ایک دم فلم کے خوبصورت ڈرامائی سین آ جاتے تو جاگ اٹھتا' بڑی جاں فشانی سے دنیا کو بھول کر جٹ جاتا۔

پھر نہ جانے کیا ہو جاتا۔ کچھ دل کو چوٹ سی لگتی' وہ اپنے کمرے میں ہو جاتا اور شراب کی بوتل سینے سے لگائے کئی کئی دن کے لئے بے کار ہو جاتا۔ کبھی بچوں سے ملنے جاتا اور منگلا سے ملاقات ہو جاتی تو دونوں کنی کاٹ جاتے۔ ایسا بہت کم

ہوتا تھا- چونکہ جونہی منگلا کو اس کے آنے کی خبر ملتی وہ ادھر ادھر ہو جاتی-
نئے فلم کے گانوں کے بارے میں نہ کسی نے اس سے پوچھا نہ اس نے توجہ دی- اس سے یہ مطلب نہیں کہ وہ فلموں میں گانا نہیں چاہتی تھی- ویسے روپے کے لئے اسے کام کرنے کی ضرورت نہیں تھی- کیونکہ دھرم اسے بہت روپیہ دیتا تھا- وہ جانتا تھا کہ وہ خود نہایت بے تکا آدمی ہے- منگلا ہی بچوں کے مستقبل کو سنوارے گی- اس لئے وہ اپنی ایکٹنگ کی کمائی تو سب کی سب اسی کو دے دیتا تھا-
منگلا اپنے خاندان کے بعد اگر کسی چیز سے دلچسپی رکھتی تھی وہ تھا اس کا گانا- اتنے دن وہ صرف دھرم کے فلموں ہی کے لئے گاتی رہی- اس لئے اس کا فن محدود ہو کر رہ گیا- وہ سال میں ایک اور زیادہ سے زیادہ دو فلموں کے گانے گاتی، دوسرے پلے بیک گانے والے سینکڑوں گانے گا لیتے- مشق سے مہارت بڑھتی ہے ہر دلعزیزی بڑھتی ہے، سننے والوں کے کانوں میں بھی انہیں کی آوازیں پڑتی ہیں، زیادہ تر انہیں کے گانوں کی فرمائشیں ہوتی ہیں- انہیں کے ریکارڈ زیادہ تعداد میں بکتے ہیں- فلم مانگ کو نظر میں رکھ کر بنائے جاتے ہیں- خواہ وہ اداکاروں کی مانگ ہو یا گانوں کی- منگلا اپنے ذہنی سکون کے لئے گانا چاہتی تھی کہ زندہ ہونے کا احساس نہ ختم ہو جائے- وہ ہر طرح کا کوآپریشن کرنے کو تیار تھی، جو بھی اسے لیتا وہ پینا پلانا بند کر کے بڑی سنجیدگی سے ریاض شروع کر دیتی- خود ریہرسل کے لئے پہنچ جاتی- پیسہ مانگنا تو درکنار وہ ان کی ہر طرح مدد کو تیار ہو جاتی- دھرم دیو سے تعلقات بگڑنے کے بعد وہ آہستہ آہستہ سب سے کٹ گئی- دھرم کے پاس ہی بلاوا آتا- اگر ضروری ہوتا تو وہ خود اپنے دوست احباب کے ساتھ چلا جاتا- اس کے لئے کوئی بہانہ کر دیتا- لوگ اسے بھولتے جا رہے تھے- وہ لوگوں کے دلوں میں رہنا چاہ رہی تھی- چونکہ وہ غرض مند تھی، انڈسٹری کو اس سے کوئی دلچسپی نہ تھی- کوئی گرا پڑا ڈائریکٹر جسے دوسرے کلاکار رعایت دینے سے انکار کر دیتے منگلا کے پاس ہاتھ پھیلاتا آتا- ظاہر ہے نہ عام طور پر وہ بڑا میوزک ڈائریکٹر دیتا تھا نہ ہی اس کی فلم

ہٹ ہوتی نہ اچھی ٹیکنیکل سہولتیں ملتیں۔ فلم انڈسٹری ابھرتے کلاکار کے پیچھے بھیک کا پیالہ لے کر بھاگتی ہے۔ گرے ہوئے کو روندتی چلی جاتی ہے۔ اتنی عظیم فن کار قصر گمنامی میں ڈوب رہی تھی۔ اور تنکے کا سہارا نہ تھا۔ وہ گمنامی اور بے توجہی میں کھو جانے کو تیار نہ تھی۔ وہ دیکھ چکی تھی کہ ثریا کہاں گئی وہ جو کبھی چوٹی کی فلم اسٹار تھی جس کی آواز سن کر پتھر بھی تڑپ اٹھتے تھے جو لاکھوں کے دل میں اپنی آواز کا جادو جگایا کرتی تھی، آج کہاں ہے۔ وہ زندہ ہے اس کا گلا زندہ ہے مگر کون جانتا ہے۔ وہ ثریا کی طرح ضد بھی نہیں کرنا چاہتی تھی، کہ فلم کی ہیروئن بنائی جائے تب ہی اس کی آواز ملے گی ثریا اپنی آواز کے ساتھ جسم کو نہ بھول سکی، منگلا سب کچھ بھولنے کو تیار تھی کہ وہ ایک بڑے فن کار کی خوش حال بیوی ہے جو فلم کمپنی کا مالک ہے۔ اس نے کوئی شرط نہیں لگائی، مگر اسکی مقبولیت بحال نہ ہو سکی۔

صبح کسی گمنام سے پروڈیوسر نے اسے فون کیا تھا کہ شام کو گانے کی ریکارڈنگ کے بارے میں طے کرنے آئے گا۔ مگر کوئی نہ آیا۔ غریب بھاگتا پھر رہا ہو گا۔ جھولی پھیلائے۔ میوزک ڈائریکٹر بھی کہاں تک مروت پر فلمیں بنواتے جائیں۔ میوزیشین کو تو نقد دینا ہی پڑے گا۔ پھر ریکارڈنگ کا خرچ، اور پہلے وعدے ہی پورے نہ ہوئے ہوں گے۔ اور کب تک کریں۔ بمبئی کے نوے فیصدی پروڈیوسر کڑکے ہیں۔

کہ اتنے میں گھنٹی بجی سوچا شاید پروڈیوسر دیر سویر آہی گیا، مگر جب ایک لمبا دبلا پتلا سا لڑکا جھینپا شرمایا اندر آیا تو وہ اسے پہچان بھی نہ پائی۔ جب اس نے اپنا نام و نشان بتایا تو چونک پڑی۔

"کون؟ فرید! باپ رے باپ کیا اونٹ کا اونٹ ہو گیا ہے۔ ارے منیر کہاں ہے رے۔ بیٹھو۔"

"منیر کالج گیا ہے۔"

"اور تم نہیں گئے کالج۔"

"میں۔ میں نے تو ایف ایس سی سے چھوڑ دیا۔

"اچھا' اب کیا کر رہے ہو۔"

"کچھ خاص نہیں۔ دھرم جی نے کہا تھا' پھر ٹیسٹ لیں گے۔ سائیڈ رول ہے' اسی کے بارے میں پوچھنے آیا تھا۔"

ابھی منگلا اور دھرم کی علیحدگی کا چرچا عام نہیں ہوا تھا اور فرید تو ابھی انڈسٹری میں داخل ہی نہیں ہوا تھا۔ فلمی شوہر گھروں پر کم ہی ملتے ہیں۔ منگلا نے دھرم کی غیر حاضری کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

"ارے ان کے کہنے کا کیا ٹھیک۔" مگر پھر وہ سنبھل گئی۔ "بھول گئے ہوں گے۔"

"میں یہ پوچھنے آیا تھا کہ شوٹنگ ہے کہ نہیں' انہوں نے کہا تھا کہ شوٹنگ شروع ہو گی تب سیٹ پر ہی ٹیسٹ لیں گے۔ ٹیلی فون پر کوئی ٹھیک سے جواب نہیں دیتا۔"

"فلم لائن پسند ہے۔"

"ہاں اگر چانس مل جائے تو......"

"ارے بڑی گندی لائن ہے۔ کچھ اور کام کرو نا۔"

"کہاں ملتا ہے کام۔" ایک فلم لائن ہے جہاں قابلیت دھری رہ جاتی ہے۔ بس قسمت چلتی ہے۔"

"ارے دنیا میں بہت کام ہیں۔"

"مگر فلم لائن میں کیا برائی ہے؟"

"کیا برائی نہیں' یہ پوچھو' تم تو مزے کرتے پھرو گے بیوی سر پکڑ کر نصیب کو روئے گی۔"

"بیوی ہے ہی نہیں تو روئے گی کہاں سے۔" وہ ہنسا۔

"کبھی تو آئے گی۔"

"کیوں آئے گی' میں شادی ہی نہیں کروں گا۔"

"ہائے رام' گھر نہیں بساؤ گے۔" منگلا اپنی دھن میں کہتی چلی جا رہی تھی۔

اسے یہ باتیں نہیں چھیڑنی چاہیے تھیں۔

فرید کا باپ کسی زمانے میں بڑا زبردست ہیرو تھا۔ اس کی فلمی بیوی ایک آرٹسٹ کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔ تب فرید پانچ برس کا ہو گا۔

"چائے لو گے کہ ٹھنڈا۔"

"جی اب چلوں گا...... آپ دھرم جی کو یاد دلا دیجئے گا۔ پہلے بھی انہوں نے وعدہ کیا تھا۔" وہ کھڑا ہو گیا۔

"ارے بیٹھو نا۔" ان دنوں منگلا اکیلی بیٹھی اوب جایا کرتی تھی۔ کوئی بھولا بھٹکا ان پھنستا تو اسے اٹھنے نہ دیتی۔ وہ تنہائی سے ڈرنے لگی تھی۔

"ارے بیٹھو نا......" اس نے فرید کی آستین پکڑ کر بٹھا لیا جب اس نے وہسکی پیش کی تو فرید سٹپٹا گیا۔

"کیوں؟ پیو نا بہت ذرا سی دی ہے۔ میں نے۔"

"نہیں۔" فرید تکلف کرنے لگا۔

"ارے اتنا بڑا تاڑ سری کا ہو گیا' کیا ابھی تک دودھ ہی پیتا ہے۔ منگلا موڈ میں تھی۔

"ڈیڈی......" وہ جھجک گیا۔

"تیرے ڈیڈی نہیں پیتے؟ خوب پیتے ہیں' کبھی تجھے نہیں پلائی؟ سچی کہ جھوٹ بول رہا ہے۔" فرید ہنسنے لگا۔ "یار دوستوں کے ساتھ چکھی تو ہے۔"

"تو بس لو...... دو بوند تو ہے ہی۔" بڑے تکلف سے اس نے گلاس لے لیا۔

منگلا اس کی صورت دیکھتی رہی۔ ابھی کل ہی کی بات تو تھی جب وہ نئی نئی بیاہ کر آئی تھی۔ تو مشکل سے وہ اس کے کندھے تک آتا تھا۔ کبھی گیند احاطے میں آ جاتی تو لڑکیوں کی طرح لال کتر ہوتا آتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے چھ فٹ اونچا ہو گیا مگر چہرے پر ابھی تک بچپن نظر آتا تھا۔ لڑکوں کے اتنے سرخ ہونٹ اچھے نہیں لگتے جیسے لپ اسٹک لگی ہو۔ ابھی زہر حلق سے نہیں اترا!

فرید کی شربتی آنکھیں تین چار پیگ میں سیاہ پڑ گئیں اور ہیرے کی کنی کی طرح دمکنے لگیں۔

منگلا سے رخصت کرنے اٹھی تو ساڑھی پیر میں الجھ گئی۔ اس سے پہلے کہ منہ کے بل گرتی دو مضبوط ہاتھوں نے اسے تھام لیا۔

وہ خود کو چھڑا کر جلدی سے اپنے بیڈ روم میں ہانپنے لگی جیسے بہت دور سے بھاگی چلی آ رہی ہو۔ ساڑھی کا پلو کھینچ کر اس نے اپنے گرد لپیٹ لیا۔ اور وہیں قالین پر بیٹھ گئی۔ اس کے ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ جیسے جاڑا بخار چڑھنے والا ہو۔ اکثر ایسا ہونے لگا تھا۔ ڈاکٹر کہتے تھے شراب پر قابو ہونا چاہئے۔ یہ اس کے بس کی بات نہ تھی۔ اس بھنور میں ایک بار پھنس کر پھر کون چھوٹا ہے۔ اور وہ تو ایک کمزور ابلا تھی۔ زندگی کی نامرادی اور تنہائی نے اسے بے دم کر دیا تھا۔ شراب اس کا آخری ساتھی تھی۔

یہ کیا ہو رہا ہے مجھے؟ ابھی اگر میرا دم نکل جائے تو؟ بے اختیار اسے دھرم یاد آیا۔ ایسا بے رحم تو نہیں' کہ مرتی ہوؤں تب بھی نہ آئے۔ یہ اس نے کیا کر دیا۔ دھرم کیا اتنی دور چلا گیا ہے کہ مڑ کر بھی نہ دیکھے گا۔ نہیں ایک بار اسے آنا ہی ہو گا۔ پھر وہ اسے اپنی بانہوں میں جکڑ لے گی۔ جانے نہ دے گی۔ بس ایک بار اس کے سینے پر سر رکھ کر آنکھیں موند لے گی پھر کبھی نہ کھولے گی۔

وہ فون کرتی رہی۔ ایکسچینج کی آواز آتی رہی۔ بڑی مشکل سے کنکشن ملا۔

"ہلو---میں کیشو بول رہا ہوں دیدی۔"

"انہیں ٹیلی فون دو۔"

"کیا بات ہے دیدی میں آؤں۔"

"نہیں......" وہ زور سے چیخی۔ جیسے کیشو اس کے دل کا حال جان کر فعل بد کی دھمکی دے رہا تھا۔

"بچے تو ٹھیک ہیں۔"

"ہاں ٹھیک ہیں' انہیں بلا دو۔" منگلا نے لجاجت سے کہا۔

"ڈیڈی...... وہ اگر کوئی بہت ضروری کام ہو تو......"

"کمینہ۔ حرام زادہ۔" منگلا نے فون پٹخ دیا۔ وہ تازہ پیگ انڈیل رہی تھی ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔

"ہلو...... میں رندھیر بول رہا ہوں۔"

"وہ کہاں ہے ذرا بلائیے۔" منگلا کو میوزک اور قہقہوں کی آواز سنائی دی۔

"تم اسٹوڈیو سے بول رہے ہو نا۔"

"جی ...... جی ہاں۔" رندھیر کی آواز کپڑے میں لپٹی ہوئی سی معلوم پڑتی تھی۔ "وہ بہت تھکے ہوئے ہیں۔ ابھی سوئے ہیں...... بخار بھی معلوم ہوتا ہے۔"

منگلا سر سے پیر تک لرز رہی تھی۔ "یہ سب میرے دشمن ہیں۔ سب کی ملی بھگت ہے۔ مجھے چڑانا چاہتے ہیں۔ گیدڑ شیر کی دم سے لگے ہوئے ہیں۔ جیتا نہیں چھوڑیں گے۔" وہ اور بھی ڈر گئی۔

"بہت ضروری کام ہو تو......"

"مجھے روپیہ چاہئے۔" اس نے بڑی کھری آواز میں کہا۔

"ایں؟ اچھا اچھا میں صبح ہی بھجوا دوں گا۔ اور کوئی کام؟"

"نہیں۔" اس نے ہولے سے فون رکھ دیا۔ خالی ہاتھ گود میں رکھ کر بیٹھ گئی۔ بمبئی کا پچھلے پہر کا سناٹا دل پر ہول بن کر چھا گیا۔ آبادی سے دور یہاں ڈھنڈھار بنگلے میں وہ تین بچوں کے ساتھ نوکروں کے رحم و کرم پر پڑی ہے کسی کی نیت خراب ہو جائے تو گلا کاٹ کے ڈال جائیں۔ کوئی اپنا نہیں۔ پکارو تو کوئی سنے گا بھی نہیں۔ اسے ہر کھڑکی اور دروازے سے ڈر لگنے لگا کہ ابھی دروازہ کھلے گا ڈھاٹا باندھے کوئی ننگی چھری چمکاتا اس کی اور بڑھے گا۔ تب اس کے حلق میں آواگھٹ جائے گی۔

اس نے اٹھ کر جلدی سے کھڑکیاں بند کریں۔ دروازوں کو دیکھ کر تسلی کی، اور بھی وحشت بڑھنے لگی، وہ تیر کی طرح بچوں کے کمرے میں گئی۔ آیا فرش پر سو رہی تھی۔ دبے پاؤں وہ چوری چوری تینوں کو اٹھا کر اپنے کمرے میں لائی۔ پلنگ

نرم گرم جسموں سے لبریز ہو گیا تب ڈھارس بندھی۔

رام جانے وہ کون سے جنم کی بات تھی۔ مدھ بھری آنکھوں والے ایک لڑکے سے املی کے پیڑ کی سبز چھاؤں تلے، کوئی پیارا سا خواب دیکھا تھا۔

کون تھا وہ؟ بھلا سا نام تھا۔

رندھیر ٹیلی فون کے ریسور پر ہاتھ رکھے تھکا ہوا بیٹھا رہا۔ جب منگلا نے دھرم کو فون کیا تو وہ کیشو نے اٹھایا کیونکہ وہ وہاں مدراس کی ٹرنک کال کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ جب منگلا نے ٹیلی فون پٹخ دیا تو اس نے رندھیر کو فون کیا جو اس وقت پدما کے ہاں سے بول رہا تھا۔ دھرم کو ٹیلی فون پر بلانے کا سوال ہی نہیں اٹھتا کیونکہ وہ پدما کی برتھ ڈے منا رہا تھا۔

آج بہت دن بعد دھرم دیو کو موڈ آیا تھا اس نے دن بھر بڑے جوش و خروش سے نئی فلم کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا۔ سیٹ کی ڈیزائن پاس کر دی۔ پندرہ دن سے کم میں تیار نہیں ہو گا۔ یہ موڈ تو بس "پورنما" کے بعد کہیں غائب ہی ہو گیا تھا۔ حسن اتفاق سے اس کے دو چار دوست بھی آن پہنچے رام سنگھ، رحمٰن اور رمی بھی دو دہکتی ہوئی لڑکیوں کے ساتھ آن دھمکا۔ ریتا کو اس کی نئی جگہ کا پتہ چل گیا تھا اور وہ شب خوں کا عزم کئے بیٹھی تھی۔ اس لئے وہ اسے چکمہ دے کر ادھر کھسک لیا۔ کار میں دوسرا سامان عیش بھی تھا۔ اس دن پدما کی سالگرہ بھی تھی۔ کسی کو یاد بھی نہ تھا کہ صرف چار مہینے پہلے اس کی سالگرہ ہو چکی تھی۔ گزشتہ بارہ چودہ برس میں کم سے کم پچیس برتھ ڈے پارٹیاں دے چکی تھی۔ مگر ابھی مشکل سے بائیسواں سال لگا تھا۔

کیا قیامت تھی چودہ برس پہلے نہ جانے کتنے پروڈیوسروں کے تختے لوٹ گئے۔ مگر وہ ہیروئن نہ بن سکی۔ دیکھنے میں سیکس اپیل کا پشتارہ تھی پر کیمرے کی آنکھ سے ہوا نظر آتی تھی۔ اس وقت اپنی کھال سے بھی زیادہ چست بروکیڈ کی قمیض اور چوڑی دار پاجامہ پہنے تھی۔ اور سڑک کوٹنے کے انجن کی طرح اپنے عاشقوں کو پیس رہی تھی۔ اس کا دوپٹہ نہ جانے کہاں کہاں سے ہوتا ہوا اس وقت

دھرم دیو کے گلے میں حمائل تھا۔ لڑکیاں کم اور مہمان زیادہ تھے۔ اس وقت وہ اس چابکدستی سے مورچہ سنبھالے تھی کہ دس کا کام نمٹا رہی تھی۔ دھرم اس وقت نیلی چارخانہ کی تہبند اور لکھنؤ کے چکن کے کرتے میں بالکل رنگیلے شا بنا ایک کمسن سی لڑکی کی ہتھیلی پر وہسکی انڈیل کر چسکیاں لگا رہا تھا۔ وہ کھلکھلا رہی تھی۔ اور لوگ تالیاں بجا رہے تھے۔ رمی یوں اسے میدان مارتا دیکھ کر فنفنا اٹھا اس نے اپنے پہلو میں مچلتی ہوئی مرغی کو اوندھا لٹایا۔ کرتا ہٹا کر اس کی پشت کی نالی میں رم ڈال کر سڑپے لگانے شروع کر دیئے۔ اس جدت پر اور ترپ لگے اور سب ہی اپنی اپنی ذہانت کے مطابق لڑکیوں کے ساغر بنانے لگے۔

فون رکھ کر رندھیر تھکے تھکے قدموں سے واپس ٹیرس پر آیا۔ دھرم اس مجمع میں نہیں تھا۔ چاروں طرف نظر دوڑائی' سب سے الگ وہ اکیلا منڈیر پر جھکا ہوا تیسری منزل سے نیچے سیمنٹ کی پکی سڑک پر نظریں گاڑے ہوئے تھا۔

"بات نہیں بنے گی' شاید صرف ہاتھ پیر ٹوٹ جائیں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ دھرم بھی ہنسنے لگا۔

"دیکھو یہاں سے کس قدر خوبصورت شوٹ بنتا ہے۔" دھرم نے ہاتھوں سے کیمرے کا فریم بنا کر دیکھا۔ "بس وہ ایک لیمپ پوسٹ اور پاس پڑا ہوا ڈرم۔"

"واللہ یار۔ آدمی تم کام کے ہو۔ کیا ہی اچھا ہوتا جو تم ہم سے عشق کرتے۔"

"تم بھی ہمیں ترساتے۔" دھرم آ کر قالین پر لیٹ گیا۔

"نہیں دوست ہم تو تمہارے قدموں میں دم توڑ دیتے اور اف نہ کرتے!" رندھیر اس کے پاس پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ دھرم آدھا لیٹا رمی کی خرمستیاں دیکھ دیکھ کر ہنسنے لگا۔ اس نے قمیض اور بنیان اتار پھینکا تھا اور گھوڑا بنا چڑھی دے رہا تھا۔ اس کی پیٹھ پر ایک تیتا سی چھوکری بیٹھی ٹخ ٹخ کر رہی تھی۔

سریتا ایک موٹے سے نیوی کے کپتان کے گلے میں ڈوپٹے کا پھندا ڈالے شمپین کے گلاس کی ڈگڈگی بجا رہی تھی۔

"ناچ جھمورے۔ ڈگ۔ ڈگ۔ ڈگ......" اور وہ بھالو کی نقل میں اچھل رہا تھا۔

قومی ہیکل چرن سنگھ منہ کھولے چت پڑا تھا۔ ایک گول مٹول بٹوہ سی حسینہ اس کی چٹیل چھاتی پر پالتی مارے بیٹھی تھی۔ اور منہ میں قطرے ٹپکا رہی تھی۔ اس کی نارنجی قمیض کے چاک اوپر تک پھٹے ہوئے تھے۔

"بھابی کا فون آیا تھا۔" رندھیر نے اس کی گنجی ہوتی ہوئی چاند پر کلمے کی انگلی سے دائرہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" بڑی لمبی خاموشی کے بعد پوچھا۔

"یہاں نہیں۔ دفتر میں آیا تھا۔ کیشو نے مجھے کہا۔" دھرم کا چہرہ سفید ہونے لگا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"روپوں کی ضرورت تھی۔"

"اوہ!" وہ پھر واپس لیٹ گیا۔ اس کی ضرورت کس کو نہیں۔

"میں نے کہہ دیا صبح بینک کھلتے ہی بھجوا دیئے جائیں گے۔"

"صبح کیوں؟ مجھے کہا ہوتا تم نے۔" وہ ٹیلی فون کی طرف بڑھا۔

"ہلو...... کیشو...... فون آیا تھا' روپوں کا کوئی ذکر نہیں کیا۔"

"اماں پوری بات تو سنتے نہیں بوکھلائے دیتے ہو۔ مجھ سے کہا تھا روپوں کا۔ تمہیں پوچھ رہی تھیں۔ تم اس لونڈیا میں مشغول تھے' میں کیا کہتا؟"

"یار چلو بور ہو گئے۔" دھرم نے اکتا کر کہا۔ رندھیر کا منہ اتر گیا۔

"کہاں جا رہے ہو۔ مجھے اتارتے جاؤ۔"

"دیکھیں منگلا کو کیا ضرورت آن پڑی۔ تم موٹر لے آنا۔ مگر میں نے پرسوں ہی نو ہزار دیئے تھے۔ اتنی جلدی پھر ضرورت پڑ گئی۔"

"کیا ارادہ ہے؟" پورٹیکو میں موٹر روک کر دھرم خاموش بیٹھا رہا تو رندھیر نے پوچھا۔

"بڑی رات ہو گئی ہے۔ سو گئی ہو گی۔"

"پھر؟"

"صبح روپے بھجوا دینا۔ دھرم نے لمبی سانس لی اور موٹر اسٹارٹ کی۔

"تمہارے ہاں چلیں؟"

"چلو مگر وہ بھتنی رات بھر لڑے گی، نیند حرام ہو گی۔"

"نیند آتی کس حرام زادے کو ہے۔"

"کیشو ہے نا گھر پر۔"

"اچھا تو کل جلدی آ جانا، گانے کا ریہرسل ہے۔"

"جلدی ہی لو۔"

جب موٹر آ کر رکی تو نہ جانے کیوں منگلا نے دم سادھ لیا اور پیروں کی چاپ پر کان لگا دیئے۔ موٹر پھر مڑ کر روانہ ہو گئی۔ قدموں کی چاپ نہ آئی۔ کوئی نہ آیا۔

کون آتا ہے۔ آہ بھر کے اس نے پھر آنکھیں موند لیں۔

اس بار اس نے رندھیر کو بیچ میں نہیں ڈالا۔ رندھیر کو اس کے دل کا حال کیا معلوم؟

اس نے کیشو کے آگے دل چیر کر رکھ دیا۔ اس طرح نہ وہ سوچ سکتا ہے نہ فیصلہ کر پاتا ہے۔ یہ فلم بھی ڈبے میں جائے گی۔

کیشو کے ہاں کسی نے سات پشت سے عشق نہیں کیا تھا۔ پندرہ سولہ برس کی عمر میں شادی ہو گئی جسے وہ بغیر کسی چون و چرا کے نبھا رہا تھا۔ دنیا میں ہوتے ہیں ایسے بھی لوگ جنہیں نہ عشق کا شوق نہ سلیقہ۔ فلم لائن میں اس نے اتنی ٹھوکریں کھائیں کہ بھوسہ نکل گیا۔ اس کی ساری جوانی دولت کمانے کا کوئی ذریعہ تلاش کرنے میں لٹ گئی۔ دھرم کے ساتھ اسے پہلی بار پیروں تلے زمین جمتی نظر آئی۔ اس کی سمجھ میں آج تک نہ آیا کہ عشق کیا ہوتا ہے جس کے پیچھے لوگ روپے کا نقصان کر لیا کرتے ہیں۔ روپیہ کمانے سے بھی زیادہ دلچسپ مشغلہ کوئی ہو سکتا ہے۔ ہاں عورت ہے۔ ایسی ہی جیسے روٹی ہے۔ چارپائی ہے، نہانا دھونا ہے، ٹٹی جانا ہے۔ اس میں ایسی قباحت ہی کیا ہے۔ جو قمیض ثابت ہوئی وہ پہن لی کیسے

کپڑے کی ہے۔ رنگ کیسا ہے یہ نہ اس نے کبھی دیکھا اور نہ سوچا۔ کوئی احمق دیکھ سکتا ہے۔

وہ بڑی ہوشیاری سے پہلے ہی وار میں امینہ سے ملاقات میں کامیاب ہو گیا۔

"کلر فلم ہے پچاس لاکھ سے کم نہیں بیٹھے گا' بارہ گانے ہوں گے۔ پرفلا فٹ بنے گی۔" اس نے فوراً بزنس شروع کر دی۔ "میں نے صاف کہہ دیا دھرم جی یہ پکچر گوڑنے کی نہیں اسے تو آپ ہی بنائیں گے۔"

"اچھا؟" امینہ قطعی مرعوب نہ ہوئی۔ مگر دل رکھنے کو کہہ دیا۔

"قسم سے کیا رول ہے۔ مدھو بالا تو بس تڑپ اٹھی۔" اسے یاد بھی نہ رہا کہ مدھو بالا تو انار کلی تھی کبھی کی دیوار میں چن دی گئی۔ وجنتی کچھ ٹھیک ہے۔" اس نے بات سنبھالی۔ "مگر میں نے کہہ دیا یہ رول تو بس ایک ہی اسٹار کر سکتی ہے اور وہ اپنی زرینہ جی۔ تو بس آپ شام کو آ کر کاسٹیوم کا ناپ دے دیجئے۔"

"کون میں؟" امینہ بدذاتی پر اتر آئی۔

"ہیں ہیں۔" وہ بڑی دریا دلی سے ہنسا۔ "وہ آپ سمجھتی ہیں' امینہ جی وہ تو بچہ ہیں۔ آپ ہی سب کچھ ہیں' بزرگ ہوئیں نا۔"

"یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ بہن تو ہوں' مگر وہ سب فیصلہ اپنی مرضی سے کرتی ہے۔ بات یہ ہے کیشو جی زرینہ کے پاس بالکل وقت نہیں۔ چھ پکچر ہیں۔ اور سب بڑے ہیرو بڑے میوزک ڈائریکٹر کی میں تو لیتی نہیں' مدراس کے تین کانٹریکٹ ہیں اور تین کا آفر آیا ہے۔ اتنی فلموں میں کام کرنے سے مٹی پلید ہو جاتی ہے۔" امینہ بھی نہلے پر دہلا ٹکانے لگی۔ "ارے زری تیار ہو جاؤ۔ تین بجے ہیں' ساڑھے تین بجے پکچر شروع ہو جائے گی۔" وہ اٹھنے کے لئے پیر سے چپل ٹٹولنے لگی۔

"اچھا کیشو جی۔"

"سنئے تو۔" کیشو نے ریل چھوٹتے ہی دیکھ کر جلدی جلدی پتلیاں پھینکنا شروع کیں۔ دھرم کے دل کا سکون ہے تو کمپنی چلتی ہے۔ کمپنی چلتی ہے تو اسٹاف کی روٹی چلتی ہے۔" وہ سب شرطیں ماننے کو تیار ہیں۔" اس نے پلندہ پھینک ہی

دیا۔

"شرطیں۔"

"ہاں رندھیر جی سے بات ہوئی تھی نا فورین میں۔" اس نے بڑی راز داری سے کہا۔

"اوہ...... ہوں۔"

"اب تو وہ مستقل پیڈر روڈ پر آ گئے ہیں۔ وہیں رہتے ہیں' آتے جاتے بھی نہیں۔"

"ہوں۔" وہ غوطہ مار گئی۔

کیشو کے سر میں خون ابلنے لگا۔ اچھی فیجری ہے کہ صاحب کے نائی بن کر پیغام لائے ہیں۔ جی چاہا دل کھول کر کھری کھری سنائے اور رستہ ناپے۔

"کیا سوچ رہی ہو۔"

"میں...... سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا سوچوں' ایسا کیجئے آپ زرینہ سے بات کر لیجئے۔ وہ لپک کر زرینہ کو پکارتی اندر چلی گئی۔ تھوڑی دیر دونوں کھسر پسر کرتی رہیں۔ پھر زرینہ سہمی ڈری پنجوں کے بل آئی۔ غم و اندوہ کی تصویر بنی کرسی کے کنارے پر ٹک گئی۔

"تمہیں تو اندازہ ہو گا زرینہ جی وہ اپنی زندگی سے اکتا گئے ہیں۔ کسی کام میں من نہیں لگتا۔ رات دن پیتے ہیں۔ اگر یہی حال رہا تو......" اس نے بڑے ڈرامائی موقع پر جملہ توڑا۔

زرینہ کی آنکھوں میں ساون جھوم آیا۔

"اگر انہیں کچھ ہو گیا تو ان کا خون تمہاری گردن پر ہو گا۔"

زرینہ نے ایک سسکی لی اور ہرنی جیسی بڑی بڑی آنکھوں سے خلاء میں گھورنے لگی جیسے دھرم کی ارتھی کا جلوس جا رہا ہو۔

"مگر دیدی۔" زرینہ نے آنچل سے منہ ڈھانک لیا اور لمبی لمبی سانسیں کھینچنے لگی۔

"ان کی فکر نہ کرو۔"

"کیسے ان کی فکر نہ کریں۔ کیسو جی۔ تین بچوں کی ماں ہے۔ مذاق نہیں۔ آپ انہیں سمجھاتے کیوں نہیں۔ مدراس میں وہ اور رمی کیا راس رچاتے ہیں۔ بڑے لوگوں کے بڑے شوق' پورے پورے وہسکی کے کیس ایک رات میں ختم۔"
زرینہ اٹھ کر بھاگ گئی۔ امینہ ساڑھی بدل کر آگئی۔
ارے جی ٹھکانے لگے تو یہ سب ختم ہو جائے گا۔"

"اچھا جی ہے کہ ٹھکانے لگنے کا نام نہیں لیتا' گھر میں تین بچوں کی ماں ہے۔ مدراس میں خانگیوں کی فوج ہے۔ باندرہ میں پدما دیوی ہیں اور سریتا دیوی الگ پیڈر روڈ کی رونق بڑھانے کو آتی جاتی رہتی ہیں۔"

"اور یہ سب کس کا قصور ہے۔" کیشو بھی پھٹ پڑا۔ "اتنی فلمیں بنائیں کبھی دیدی سے آدھی بات کی نوبت نہیں آئی۔ تمہارے آتے ہی سب بھسم ہو گیا۔"

"جانے دیجئے' آپ تو ایسی باتیں کر رہے ہیں جیسے دھرم جی کو جانتے ہی نہیں۔ آج زرینہ کے بہانے اپنی گنونتی کو چھوڑ رہے ہیں۔ کل کوئی اور نئی نویلی آنکھوں میں اتر آئی تو اسے چھوڑ کے اس کو سنبھالیں گے۔ کاہے کو بے زبان منگلا کا صبر سمیٹتے ہو۔" امینہ نرم پڑ گئی۔ "اور پھر وہی جھگڑا کھڑا ہو گیا تو آپ لوگ کیا کریں گے۔"

"کیسا جھگڑا۔" کیشو کا سر چکرا رہا تھا۔

"آپ یہ سب کچھ کمپنی کی خاطر کر رہے ہیں۔"

"آ...... ہاں...... ویسے دھرم کے بارے میں جو میں نے کہا۔ وہ جھوٹ تھوڑی کہا۔ ان سے مل کر ان کی حالت تو دیکھو۔ تمہارا جی پگھل جائے گا۔"

"لیکن آپ کو تو کمپنی کی پڑی ہے۔ دیدی چپ چاپ سہہ لیں گی' پھر وہی میوزیشین اور پلے بیک سنگر گڑبڑ کریں گے۔ پھر گانوں کی مصیبت ہو گی۔"
کیشو بری طرح لاجواب ہو گیا۔ بے حد سٹپٹا گیا۔ "نہیں شاید اب کے کچھ

نہ ہو۔" اس نے مری ہوئی آواز میں کہا۔

"اور ایک شاید کے بھروسے پر آپ اتنا بڑا جوا کھیل رہے ہیں۔"

کیشو کے جانے کے بعد زرینہ نے جھانکا۔

"گیا؟" اس نے شرارت سے آنکھیں جھپکائیں۔

"ہاں گیا۔ حرام زادہ' سور کا بچہ کمینہ کہیں کا! اس لچے کی دلالی کرنے چلا ہے۔ سب کی روزی لگی ہے نا' اس لئے مسکہ لگاتے ہیں۔ اس کی پیٹھ ٹھوکتے ہیں۔ بونس دیتا ہے۔ نا تو کیا اس کی ناز برداریاں کرتے ہیں' جو کل کو دیوالہ نکل جائے تو کوڑی کے تین کوئی نہ پوچھے۔ سب اسے چھوڑ کے کسی دوسرے تازہ دم کی پونچھ سے لٹک جائیں گے۔

زرینہ دور جانے کہاں چلی گئی تھی۔

"کیا سوچنے لگیں؟" امینہ نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ کلر میں ہے فلم!"

"کیا ارادے ہیں؟"

"کچھ نہیں امینہ آپا کچھ بھی تو نہیں۔" اس نے منہ پھیر لیا۔

"مدراس کی دونوں فلمیں کلر میں ہیں۔ یہاں کی بھی تینوں کلر ہوں گی۔"

"چھی' مدراس کی فلمیں دھوں دھاں کے سوا ان میں ہوتا ہی کیا ہے۔" سارے وقت کیمرہ دلیپ کمار جی پر رہے گا۔ وہی گائیں گے ناچیں گے۔ کودیں گے۔ ہم ایک کونے میں دانت نکوسے کھڑے رہیں گے۔

"تو یوں کہو نا صاف صاف نیت خراب ہو رہی ہے۔"

"نیت تو اس رول پر ہمیشہ سے خراب تھی۔"

"اور رول کے ساتھ جو پخ لگی ہے وہ۔"

"وہ تم نے لگائی ہے۔"

"زری میں شام کی گاڑی سے جا رہی ہوں۔"

"بس دھمکیاں دینے لگیں؟ آپا...... میری جان غصہ نہ کر۔۔۔۔ تجھے خفا کر

کے کیسے جیوں گی۔" زرینہ اس کے گلے میں جھول گئی۔

"زرینہ سچی سچی بتائے گی؟" امینہ نے بڑی احتیاط سے پوچھا۔

"پوچھو تو۔" زرینہ چہک کر بولی۔

"اگر ایسی بات تھی تو پہلے بیکار کا کیوں طوفان اٹھایا۔"

"انیل کا کانٹریکٹ وعدہ کیا اور مکر گئے۔"

"تو نے کہا ہوتا۔"

"باپ رے۔ وہ زور کا لپڑ مارتے کہ طبیعت ہری ہو جاتی۔" امینہ بڑی حسرت سے اسے دیکھنے لگی۔ پھر اسے گود میں گھسیٹ لیا۔

"کیا وہ نامراد گورو بھی لپڑ مارتا تھا۔"

"ہاں" زرینہ نے سر ہلا دیا۔

"خدا غارت کرے ان کتوں کو۔ ان کی قبر میں کیڑے پڑیں۔ تو اس کمبخت سے ڈرتی ہے۔ پھر بھی اس مردوئے پر مٹی دھری ہے۔"

"مردوئے کو تو میں نہیں جانتی' ڈائریکٹر پر مٹی دھری ہوں۔"

"اس میں اور حرام زادے گورو میں کیا فرق ہے؟"

"فرق تو کچھ بھی نہیں۔ آج میں جو کچھ ناچ لیتی ہوں وہ اسی نے سکھایا اس کے آگے کوئی بھی نہ سکھا سکا۔ جیسا رول میں نے "پورنما" میں کیا ہے' کبھی نہ کر سکوں گی۔ نہ "ترشنا" کی گلابی پھر پیدا ہو گی۔

"اور جو گورو دکشنا دینی پڑی اس کا تجھے کوئی دکھ نہیں؟ کوئی شرم نہیں۔"

"جب تھپڑ لگتا ہے تو دکھ ہوتا ہے پھر مٹ جاتا ہے۔"

"لٹنے کے بعد عزت واپس نہیں ملتی۔"

"مگر آپا تم ہی تو کہتی ہو سب سے کہ لوگ بکتے ہیں۔ جھوٹ اڑاتے ہیں۔ دولھا بھائی کو تم نے قائل کر دیا تھا کہ نہیں کہ فلم لائن میں کسی کے پاس سرٹیفکیٹ ہے کہ عزت لٹی یا نہیں۔ ویسے بھی دنیا تو ایکٹریس کو بدکار ہی کہتی ہے۔

"زرمی تو نے ناحق فلم لائن پکڑ لی تو تو اول درجے کی وکیل بن سکتی تھی۔"

صبح جب کیشو نے روپے لا کر دیئے تو وہ رات کا واقعہ بھول بھی چکی تھی۔
"یہ روپے کیسے؟"
"رات بولا تھا نا رندھیر جی سے۔"
"اوہ۔ ہاں" بغیر گنے اس نے روپے کشن کے نیچے سرکا دیئے۔
"رات بہت دیر تک کام چلتا رہا۔ گراؤنڈ پلان بناتے رہے۔ کلر ہے نا پھر رندھیر جی کے ساتھ اسکرپٹ پر کام کرتے رہے۔"
"پدما کے ہاں؟" منگلا نے رکھائی سے کہا۔ ریتا اسے صبح ہی فون پر بتا چکی تھی، اس کی سہیلی کی سہیلی بھی گئی تھی۔ وہ گند اچھالا ہے کہ توبہ! ری ابھی تک لاپتہ ہے۔ اس نے ایک اور فلیٹ چھپ کے خریدا ہے۔ مگر جاتا کہاں ہے، اس کا بھی سراغ لگ جائے گا۔ یہ لفنگے سمجھتے ہیں وہ کچھ نہیں جانتی۔
"ہیں ہیں۔" کیشو کھسیانہ ہو گیا۔ بابا پوری جادوگرنی ہے۔ اس نے سوچا۔
اس کے جانے کے بعد ہارمونیم گھسیٹ کر دھنیں گنگنانے لگی۔ ہزاروں گیت امڈ پڑے۔ وہ گیت جو اس نے دھرم کے کان میں املی کے پیڑ کی چھایا میں گنگنائے تھے۔ کس پیار اور ارمان سے وہ دھرم کے لئے گایا کرتی تھی۔ وہ پاس لیٹ جاتا۔ اس کا ہاتھ کمر میں شرارتیں کیا کرتا۔ دوسرے ہاتھ سے وہ دھونکنی چلاتا جاتا۔ جب وہ کوئی بہت ہی سریلا ٹکڑا الاپتی تو وہ اس کا سر جھکا کر ہونٹوں کو چوم لیتا۔ ہارمونیم چپ ہو جاتا۔ لب گنگ ہو جاتا اور دلوں کے ساز گونج اٹھتے۔ پھر

گیتوں میں اور بھی رس آ جاتا۔ کتنا مزہ تھا ان ریہر-لوں میں۔ دھرم تو پیار کو بھی ریہرسل کہا کرتا تھا۔ دھڑے سب کے سامنے کہہ دیتا۔
"بھئی ہم لوگ جا رہے ہیں۔ ری ہرسل کرنا ہے۔" اور منگلا شرم سے پانی ہو جاتی۔
صدیاں بیت گئیں ری ہرسل کئے' جگ بیت گئے 'ساز دل گونگا پڑا ہے۔ کلیجے میں ایک ہوک سی اٹھی۔ ہاتھ بڑھا کر رم کی بوتل اٹھائی' نہار منہ کئی گھونٹ حلق سے اتار لئے۔ جب کلیجے کی جلن کم ہوئی تو اس نے ٹیلی فون اٹھایا۔
"فرید ہے۔ میں مسز دھرم دیو بول رہی ہوں۔"
"اچھا اچھا' کہئے مزاج تو اچھا ہے۔" فرید کا باپ نذیر بول رہا تھا۔
"جی' وہ فرید نے کام کے لئے کہا تھا۔"
"ہاں دھرم صاحب نے وعدہ تو کیا ہے۔"
"میں شری ساؤنڈ جا رہی ہوں۔ نندا جی کی ریکارڈنگ ہے۔ ان کی پکچر میں ایک رول ہے۔"
"اچھا اچھا دیکھئے وہ نہا رہا ہے۔ میں ابھی اسے بھیجتا ہوں۔ عنایت ہے آپ کی۔"
"کوئی بات نہیں' میں خود کوئی پندرہ منٹ میں آتی ہوں۔"
"اچھا اچھا' بس وہ تیار رہے گا۔"
منگلا نے بڑا سا پیگ بنایا اور ہارمونیم دور سرکا کر بیٹھ گئی۔ آیا سے اس نے ساڑھی منگائی اور دوسرا پیگ بنایا۔ پھر ساڑھی پہننے لگی۔
"اوہ سوری۔" فرید اونٹ کی طرح منہ اٹھائے چلا آ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر پلٹا۔
"ارے جاؤ...... آؤ نا۔" اس نے ساڑھی کا پلو کندھے پر ڈال لیا۔
"میں نے سوچا شاید آپ بھول گئیں۔ اس لئے۔" فرید بڑے تکلف سے آگے بڑھا۔

"ابھی وقت ہے۔ ذرا پیچھے سے میری ساڑھی تو ٹھیک کر۔" ہمیشہ بچپن میں وہ اس سے یہی فرمائش کیا کرتی تھی۔

فرید اکڑوں بیٹھ کر ساڑھی درست کرنے لگا۔

"ارے بدھو...... بس...... اوہ۔" وہ پھر ساڑھی کھول کر باندھنے لگی۔ فرید کچھ کھسیانہ سا بیٹھا رہا۔ منگلا کو پھر اس کے ہونٹ لپ اسٹک لگے ہوئے معلوم ہوئے اور اسے ہنسی آ گئی۔ آج خود بخود حلق میں ہنسی گنگا رہی تھی۔ فرید کا منہ لال ہو گیا۔ اس نے کشن اٹھا کر گود میں رکھ لیا۔ اور اس پر گھونسے مار کر ہنسنے لگا۔

کشن کے نیچے روپے دیکھ کر اس کا منہ فق ہو گیا۔

"کیا منہ پھاڑے دیکھ رہا ہے۔ کبھی روپے نہیں دیکھے اڈیٹ!"

فرید احمقوں کی طرح ہنستا رہا۔

"چاہئیں؟"

"نہیں۔" فرید نے سر ہلا دیا۔

"کیوں؟ روپیہ نہیں چاہئے۔ منگلا نے پوچھا۔

"چاہئے۔"

"تو پھر لے لو۔"

"نہیں۔"

"کیسا پاگل لڑکا ہے۔ میں خوشی سے دے رہی ہوں۔"

فرید نے بڑے تکلف سے چٹکی میں ایک نوٹ پکڑا۔

"بس۔"

"تھینکس۔" اور بھی لال ہو گیا۔

"کیا خریدنا ہے۔"

"اسکیٹس خریدنا ہیں؟ مجھے بھی مارکیٹ جانا ہے۔ موٹر چلانی آتی ہے؟"

"ہاں۔"

"بابا تو کہیں لڑا تو نہ دے گا۔"

"نہیں، بڑی فرسٹ کلاس چلا تا ہوں دیدی۔"

"تو چلو۔" کل آنٹی کہہ رہا تھا۔ آج دیدی پر اتر آیا۔ لڑکا تیز ہے۔

ری ہرسل کے بعد اس نے فرید کو نندا جی سے ملایا انہوں نے کہا رول کے لئے بڑا فٹ بیٹھتا ہے ٹیسٹ بھی لے لیں گے۔

"اگر دھرم جی......" فرید نے موٹر میں واپس ہوتے وقت کہنا چاہا۔

"ارے ہٹاؤ دھرم جی لڑکوں کو چانس نہیں دیتے۔ وہ خود ہیرو ہیں۔ انہیں ہیرو کی کیا ضرورت ہے۔"

"سائیڈ میں۔"

کیا سائیڈ میں مٹی خراب کرنا۔ اگر ہیرو بننا ہے تو ان کے پاس جانا بیکار ہے۔"

فرید اداس ہو گیا۔ منگلا کو اس پر بڑا ترس آیا۔

"اور بھی پروڈیوسر ہیں جو نئے لڑکوں کو چانس دینا چاہتے ہیں۔ شام کو امرناتھ سے اپوائنمنٹ ہے۔"

"ان سے میرے لئے کہیں گی۔"

"کہہ دوں گی۔ ارے ہاں، رات کو پریمیر پر جانا ہے۔ چلو گے؟"

"ہاں۔" فرید نے دانت نکال دیئے۔ منگلا نے نذیر صاحب کو فون کر دیا۔

"نذیر صاحب میں فرید کو پریمیر پر لے جاؤں۔"

"شوق سے آپ کا بچہ ہے۔"

"وہاں سب ہی لوگ ہوں گے۔ مدراس کے پروڈیوسر بھی ملیں گے۔ شاید کہیں ہو جائے۔"

"مہربانی، بڑی مہربانی جی۔"

اسٹنٹ فلم تھی۔ بے حد بھونڈی سی مگر منگلا نے اس کے گانے گائے تھے۔ کلر میں تھی، مدراسی تھی اس لئے مجمع اچھا تھا۔ فرید نے اس قدر قہقہے لگائے کہ منگلا کو بھی ہنسی آ گئی۔ حالانکہ اس کے گانوں کا ریکارڈنگ میں کافی ناس لگ گیا

تھا۔ فرید کی ہنسی کے جراثیم بڑے زبردست تھے۔ اتنے قہقہے پچھلے کئی مہینوں میں نہیں لگائے ہوں گے جتنے ڈھائی گھنٹے میں لگا لئے۔ فرید فلم کو دیکھ رہا تھا۔ اور وہ فرید کو دیکھ رہی تھی۔

واپسی پر منگلا نے ضد کی کہ بغیر کھانا کھائے نہ جانے دے گی۔ پہلے دو دو پیگ ہو جائیں اتنے میں کھانا گرم ہو۔ فرید نے ڈٹ کر پی۔ اتنی پی کہ ہوش نہ رہا۔

منگلا نے سو روپے معہ سود وصول پائے۔

جب عورت دینے پر آتی ہے تو تن من دھن دونوں ہاتھوں سے لٹا دیتی ہے۔ منگلا چوٹ کھائی ناگن کی طرح پلٹ کر خود ہی کو ڈسنے لگی۔ اس کے شوہر نے جو اس کا عاشق بھی تھا معشوق بھی' اس کی نسوانیت کو ٹھکرایا تھا۔ اس کے پیار کی توہین کی تھی۔ اس کی کلا کا گلا گھونٹ دیا تھا۔ کبھی اس کی آواز گلی کوچوں میں گونجا کرتی تھی' خود کو ساری دنیا پر چھایا ہوا محسوس کرتی تھی۔ اب اس کے گانے شاذ ہی ریڈیو پر سنائی دیتے۔ دنیا نے اسے زندہ ہی دفن کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور اس کفن دفن میں دھرم کا ہاتھ سب سے آگے تھا۔ اپنی فلموں کے لئے اسے مخصوص کر کے پھر ایک دم دو کوڑی کی ایک لڑکی کی خاطر اسے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا' کاش وہ وہ صرف ایک گرہستن ہوتی' لوگوں نے اس کی پرستش نہ کی ہوتی اس کی آواز پر سر نہ دھنے ہوتے تو وہ اپنے بچوں کے پیار اور گھربار کی دلچسپیوں کو ہی سب کچھ سمجھتی' نہیں اس کے منہ کو تو شہرت کا خون لگ چکا تھا۔ انسان کتنی ترقی کر چکا ہے۔ پھر بھی اپنے جذبات اور احساسات کے ریلے میں بہہ جاتا ہے۔ کاش وہ اتنی حساس نہ ہوتی۔ ایک گرہستن کی طرح چپ چاپ آنسوؤں سے تکئے بھگوتی اور اس وقت کا انتظار کرتی جب اس کا گمراہ شوہر اچھل کود سے شل ہو کر خالی بوتل کی طرح اس کی بانہوں میں لڑھک آئے گا۔

شریف مرد تو آوارہ ہوتے ہیں۔ شریف عورتیں اگر کھل کھیلنے پر تل جائیں تو سماج کی بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ آوارہ اور بدمعاش لوگ اپنا دل اوباش رنڈیوں کو

دیتے ہیں۔ مگر دماغوں میں پاکباز بیویوں کی عزت بھری ہوتی ہے۔ جان وہ بیسوا پر دیتے ہیں۔ مگر ماتھا ستی ساوتری کے سامنے ہی ٹیکتے ہیں۔ وہ اپنے کمینے پن کے معترف ہیں۔ مگر اپنی ماؤں بہنوں بیٹیوں کو دنیا کی عزت اور آبرو کا امانت دار سمجھتے ہیں۔ اپنی فلمی زندگی کی گندگیوں سے دور رکھتے ہیں۔ یہ اور بات ہے وہ دوسری غلاظتوں سے دوچار ہو جائیں۔ ویسے فلم والے بدنام ہیں۔ اور ان کی بات اچھالی بھی بہت جاتی ہے۔

منگلا نے جو کچھ کیا وہ کوئی نئی بات نہیں' ایک مرد کی ٹھکرائی ہوئی عورت نے دوسرے کی بانہوں میں سکون تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایسا بمبئی کے لاکھوں گھروں میں ہو رہا ہے۔ اور ہوتا رہے گا۔ دھرم اور زرینہ کے قصہ پر بھی لوگوں نے چہ مہ گوئیاں کی تھیں۔ چٹخارے لے لے کر تفصیلیں بیان کی تھیں یہ بھی عام سی بات ہے۔ نوجوان فلم اسٹار اور ڈائریکٹر کا ایک دوسرے پر دل آ جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ بلکہ اگر ایسا نہ ہو تو بے شک تعجب ہو سکتا ہے۔

منگلا کوئی گری پڑی ایکٹریس بھی نہیں تھی۔ اس کی ان حرکتوں سے مشرقی پتی ورتا کے مثالی عکس پر دھول پڑنے کے علاوہ یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں اس جیسیوں کو شہہ نہ مل جائے۔ اچھے بھلے شریف گھرانوں میں کیچڑ اچھلنے لگے گی۔

منگلا اپنے زخمی وجود پر مرہم رکھنے کے علاوہ کچھ اور بھی چاہتی تھی۔ وہ خود اپنے آپ کو اور دنیا کو اس بات کا یقین دلانا چاہتی تھی کہ وہ ابھی ختم نہیں ہوئی۔ لوگ اسے کل کی بات نہ سمجھیں۔ وہ فرید کو فلم کا ہیرو تو نہ بنا سکی اپنے دل کا ہیرو تو بنا ہی لیا۔ اس کے لئے کارمائیکل روڈ پر ایک شاندار بنگلہ سجا دیا۔ نئی کرائسلر اسے بخش دی۔ خود چھوٹی گاڑی رکھ لی۔ پھر اس نے ضد کی تو سفید ایم۔ جی بھی دلا دی۔

چیل کوے منڈلانے لگے۔ کسی عقل مند نے رائے دی کہ اگر فرید کو ہیرو بننا ہے تو بڑی آسانی سے بن سکتا ہے۔ کیوں نہ ایک پروڈکشن کمپنی کھڑی کر دی جائے۔

منگلا کمپنی کے نام پر اچھل پڑی۔ یہ بات اسے پہلے کیوں نہ سوجھی۔ فرید کچھ

کم نہیں بلکہ دھرم کے مقابلے میں کم سن اور زیادہ ہینڈسم ہے۔

بس پھر کیا تھا، فرید کا فلیٹ پروڈکشن آفس بن گیا۔ اتنا میوزک تو منگلا کو آتا تھا۔ وہ خود ہی میوزک دے گی۔ کہانیاں سنی جانے لگیں۔ دھنیں بننے لگیں۔

دھرم اپنی نئی فلم میں جٹا ہوا تھا۔ نام ایک پرانے گمنام ڈائریکٹر کا دے دیا تھا۔ مگر کرتا دھرتا دھرم اور رندھیر ہی تھے۔ وہ رنگین فلم تو فی الحال نہیں بن رہی تھی۔ ایک پرانی فلم کی کہانی کے حقوق خرید کر اسے نئے کپڑے لتے پہنائے جا رہے تھے۔ پرکاش جی کا نام ڈائریکشن میں دے دیا تھا۔ وہ اسی پر مطمئن تھے۔ ورنہ فلم لائن تو انہیں بھول بھال چکی تھی۔ "پورنما" کے بعد ست نرائن جیسے پھر سے چمک گئے تھے۔ ایسے ہی پرکاش جی کی کایا کلپ کی امید تھی۔ زیادہ تر وہ ایک کونے میں ٹھرے کی نو ٹانک مارے اونگھا کرتے تھے۔ اسٹارٹ یا کٹ کی آواز پر چونک پڑتے۔ چٹکیوں سے پتلون پکڑ کر اوپر کھسکاتے۔ جیب سے پلاسٹک کی پاوچ اور کاغذ نکال کر سگریٹ بٹنے لگتے۔ ڈانڈا کے میخانوں میں جب وہ اپنے لونڈوں کے گروہ میں اندھوں میں کانے راجہ بنے بیٹھے ہوتے تو ان تمام معرکے کے "شاٹوں" کو بڑی تفصیل سے سمجھاتے جو بقول ان کے انہوں نے زیر تکمیل فلم "دھمکی" میں لئے تھے۔ دھرم اور رندھیر ان شاٹوں کی بیوٹی پر لوٹ گئے۔

بڑی بے لطفی سے فلم بن رہی تھی۔ دو ہیروئنیں تھیں۔ ایک کا بازار ٹھنڈا ہونا شروع ہو گیا تھا۔ دوسری جو کمسن تھی ابھی اس کا بازار گرم ہونا شروع نہیں ہوا تھا۔ دھرم کا شمار باوجود ہٹ فلموں کے چوٹی کے فلمسٹاروں میں نہیں ہوتا تھا۔ فلم کی رپورٹ بہت ٹھنڈی تھی۔ دھرم کے دل کو کوئی چیز نہیں جچتی تھی۔ پہلے تو مکالمہ نگار کا پتہ کٹا۔ رندھیر نے اتنی ہٹ فلمیں لکھی تھیں، اسی نے مورچہ سنبھالا، مکالمہ نگار نے اپنا معاوضہ طلب کیا۔ یہ بات دھرم کو ناگوار گزری۔ وہ تو جسے چاہتا کان پکڑ کر باہر کرتا۔ کسی کی مجال نہیں تھی جو چوں بھی کر جاتا۔ مگر یہ مکالمہ نگار ویسے ہی پٹا ہوا تھا۔ دھرم کے ہاں سے کٹ جانے کے بعد اور بھی نقصان کی گنجائش تھی۔ معاوضہ مل جائے یہی غنیمت ہے۔ کام کی تو کوئی خاص امید نہیں۔ اس نے

فلم رائٹرز ایسو سی ایشن میں جا کے عرضی ٹھونک دی۔ لے دے شروع ہوئی۔ دھرم نے معاوضہ دینے سے انکار کر دیا۔ اسے کام پسند نہیں آیا تو پھر معاوضہ کیسا؟

یہ فلم انڈسٹری میں اکثر ہوتا ہے۔ دس پندرہ کہانیاں سنیں' دس بارہ فلمیں دیکھیں' تھوڑا یہاں سے لیا' تھوڑا وہاں سے ملغوبہ تیار ہو گیا۔ کوئی بھی سستا سا لیکھک پکڑا اور لکھوا لی کہانی۔ سستی بھی اور بہت سی کہانی کاروں کے دماغوں کا نچوڑ بھی۔ چند ہوشیار پروڈیوسر گانوں کے معاملہ میں بھی یہی کرتے ہیں چھ سات سے ایک سچویشن پر گیت لکھوایا' ناپسند کیا' پھر سب سے سستے گیت کار سے ان گیتوں کی مدد سے بالکل اچھوتا گیت لکھوا لیا۔ ظاہر ہے یہ حرکت ان کہانی کار اور گیت کار سے نہیں کر سکتے جس کی بازار میں مانگ ہے اور جس کا نام بکتا ہے۔ وہ نمونے کے گیت نکالے لکھ کر نہیں دکھاتا۔ بس اپنے نام کے بل پر سودا کرتا ہے۔

کہانی کار کے بعد گیت کار سے بھی جھگڑا ہو گیا۔ دو سیٹ ہو چکے تھے پھر ایک دم دھرم دب کر اسے بدلنے پر تل گیا۔ دو چار ریلیں تیار تھیں انہیں دیکھا گیا کہ نئی کہانی میں یہ سین چپکائے جا سکتے ہیں یا نہیں۔ پتہ چلا کہ بڑی آسانی سے دو گانے تو چاہے کامیڈی میں ڈالو چاہے ٹریجڈی میں اور چاہو تو ڈریم سیکوینس بنا دو۔ بس شروع اور آخر میں جوڑ دو کہ یہ خواب تھا۔ وہ چار پاسنگ تھیں۔ دو سین کامیڈی کے تھے جو ہر فلم میں فٹ بیٹھ سکتے تھے۔ اب کہانی کی پھر سے ڈھنڈیا پڑی۔ پرانی ہٹ فلموں کو پھر سے رد و بدل کر کے کلر میں بنایا جائے۔ بالکل آزمودہ نسخہ ہے اوپر سے نئے اسسٹنٹ' کار کی ریس' کشمیر کے مناظر ڈال دیئے جائیں' وجہ نہیں کہ کامیابی قدم نہ چومے۔

پرانی فلمیں دیکھ کر پرانے کھنڈ پھر سے اکھڑ گئے۔ یہ تو کسی نے سوچا ہی نہ تھا۔ فلمیں دیکھ کر دھرم کو پھر دورے پڑنے لگے۔ بہت دن سے باندرہ کی مسجد کا ذکر نہیں ہوا تھا۔ نئی فلم کے جھگڑوں میں دل کے پھندے فراموش کر دیئے تھے۔

"اماں ہٹاؤ بھی۔" دھرم نے اکتا کر ٹال دیا۔ فلمیں دیکھ کر اس کا دل بھی

بیٹھنے لگا۔ نہیں اب اس معرکے کی فلمیں نہیں بنیں گی۔ ہر چیز پہلے سے ہزار گنا مہنگی ہو گئی ہے۔ اسٹوڈیو کے کرائے، خام مال جو زیادہ تر بلیک مارکیٹ ہی میں ملتا ہے۔ یہ فلم حاصل کرنے کا بھی خوب لطیفہ ہے۔ چلئے صاحب کوئی آنکھ کا اندھا، گانٹھ کا پورا نہ جانے کس جتن سے نہ جانے کس کس کا گلا کاٹ کر پیسہ لایا۔ چڑیا پھنسی، کمپنی رجسٹرڈ کروائی، پارٹنر شپ ہوئی۔ اب خام فلم یوں بازار میں نہیں ملتا۔ اس کے لئے پرمٹ لینا پڑتی ہے۔ اس پرمٹ کو حاصل کرنے کے لئے خرچ دکھانا پڑتا ہے۔ اور خرچ دکھانے کے لئے جھوٹی رسیدیں تیار کرنی پڑتی ہیں۔ یہ رسیدیں پرمٹ کے علاوہ اور بہت ہی جگہ کام آتی ہیں۔ بلیک منی ان رسیدوں کے ذریعے سے ہی رجسٹر میں درج کی جاتی ہے۔ لوگوں کی سہولت کے لئے جھوٹی رسیدیں دینے والے موجود ہیں جو صرف ان رسیدوں کا دھندا کرتے ہیں۔ جتنے روپے کی رسید جس تاریخ کی چاہئیں مل جائے گی۔ اسی تاریخ کا اسٹامپ لگا ہوا۔

خیر جب پرمٹ ملتی ہے تو اکثر چڑیا کسی ہوشیار شکاری کے پنجرے میں پہنچ چکی ہوتی ہے۔ پارٹنرز میں ٹھراپی کر جو تم بیزار ہو چکتی ہے۔ وہ طرح دار چھوکری جو چڑیا پھنسوا رہی تھی، امانت میں خیانت کر گئی۔ اور یا تو پارٹنر سے پھنس گئی یا فنانسر کو پھانس بیٹھی۔

فلم کمپنی ٹھپ مگر پرمٹ رہ جاتی ہے۔ وہ پرمٹ بڑے داموں پر بکتی ہے۔ خام فلم کے علاوہ ہر چیز ہی پہنچ سے باہر ہو چکی ہے۔

"یار نام بتاؤ کوئی اچھا سا۔" دھرم نے رندھیر سے پوچھا۔

"نام...... کس کا؟"

"ہمارا...... باندرہ مسجد...... وہاں نام بدلنا ہو گا۔"

"باندرہ مسجد ---- اوہ!" اس نے بے حد گندی گالی بکی پھر سہم گیا۔ مسجد کے ذکر مبارک کے ساتھ مغلظات!

"کوئی بالکل نیا نام ہونا چاہئے۔" دھرم آنکھوں میں رس گھول کر مست ہو گیا۔

"شکورا! گھسیٹے خاں، دھومی خاں یا ریہ اچھا رہے گا-" رندھیر جل گیا-
"بکواس، اچھا سلیم کیسا رہے گا-"
"سلیم...... اور انار کلی!"
"زوردار تھیم ہے- کلر میں...... اسٹارنگ...... زرینہ سلیم!"
رندھیر نے ایک لمبی سی آہ کھینچی!
اگر انڈسٹری کی اتنی بری حالت نہ ہوتی، تو وہ دھرم کی صورت پر تھوکتا بھی نہیں- پانچ سال پہلے اگر کوئی دوسری شاخ پکڑلی ہوتی تو آج اس خبطی سے بھیجہ پچی کرنے کی ضرورت نہ ہوتی- ویسے بمبئی فلم انڈسٹری کی قبر کی زمین تو اس وقت ہموار ہونا شروع ہو گئی تھی- جب مدراس کی فلم "چندر لیکھا" نے پورے ملک میں جھنڈے گاڑ دیئے- اس وقت بمبئی والے اپنے آپ کو بے حد اشکیچوبل سمجھ بیٹھے تھے- بنگال فلم انڈسٹری دم توڑ چکی تھی- اور وہاں کے فلم اسٹار اور ٹیکنیشن تیزی سے بمبئی کی طرف بھاگ رہے تھے- بمبئی سے زیادہ اس وقت پونا میدان میں تھا- پربھات، نویگ، چتربٹ، شالیمار پکچرز بڑے زور شور سے فلمیں بنا رہے تھے- بمبئی ٹاکیز سے دیوکارانی جا چکی تھیں- مگر اشوک کمار اور سوک واچہ نے پھر سے اسے زندگی بخش دی تھی- مجبور، ضدی، مشعل اور بادبان جیسی کامیاب اور ستھری فلمیں بن رہی تھیں- ایس مکرجی اور رائے بہادر چنی لال بمبئی ٹاکیز سے ناطہ توڑ کر فلمستان کی بنیادیں مستحکم کر چکے تھے- ناستک، جاگرتی، سیندور کے معیار کی فلمیں بن رہی تھیں- کاردار داستان اور محبوب انداز دے رہے تھے- شاہد لطیف نے ضدی اور آرزو کے بعد بزدل پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ بنگال اسکول کو ماننے والے ابھی زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے-
کیدار شرما نے سہاگ رات بنا کر اور پھر بمل رائے نے ایک کے بعد ایک معیاری فلمیں دے کر یقین دلا دیا کہ بنگال صرف بنگال ہی میں نہیں ملک کے کسی کونے میں بھی بسایا جا سکتا ہے- مگر "چندر لیکھا" کی طلسمی کامیابی نے بمبئی فلم انڈسٹری کی چولیں ہلا دیں- پونا فلم انڈسٹری بمبئی کی طرف رل گئی- پربھات میں

تالہ پڑ گیا۔ شالیمار پکچر کے ڈبلیو۔ زیڈ احمد ہجرت کر گئے اور نو یگ چترپٹ کا دیوالہ نکل گیا۔

"چندر لیکھا" کے بعد "نشان" اور پھر "منگلا" بھی ہٹ ہو گئیں۔ مار دھاڑ تلوار بازی، راجہ رانی، فوج اور لاتعداد جوان لڑکیاں، بے پناہ رقص، گانوں کی بھرمار ان فلموں میں کیا نہیں تھا؟

اب تو ذرا بمبئی والے کسمائے۔ ہر ایک نے دھوم دھام کی فلم کے منصوبے بنائے۔ کے آصف نے "مغل اعظم" شروع کر دی۔ کمال امروہوی "پاکیزہ" بنانے لگے۔ راج کپور نے برسات، آوارہ، شری چار سو بیس دھانس دیں۔

سیدھی سادی فلموں کی تو میا مر گئی۔ پھر بھی فلمیں بنتی رہیں۔ پانچ چھ لاکھ میں اچھی دوسرے درجے کی فلم بن جاتی تھی کہ اچانک مدراس کی فلمیں لڑھکنا شروع ہوئیں۔ راجہ رانی، توپ بندوق ہاتھی گھوڑے سب چت!

کسی بوجھ بجھکڑ نے سمجھایا کہ اصل میں مدراس کی یہ وزنی ہیروئنیں اور گول گپا ہیرو نہیں چلیں گے کیوں نہ بمبئی کی پریاں اور گلفام شہزادے اڑا لئے جائیں۔

جب دلیپ کمار کے لئے مدراس سے آفر آیا تو اس نے کہا۔

"ہشت میں "ہنٹر والی" کے معیار کی فلموں میں کام نہیں کروں گا۔" دلیپ کمار کی اس وقت کئی فلمیں ناکامیاب ہو چکی تھیں۔ اس کی اداکاری کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی مگر لوگ اسے لے کر ڈوبنے کو تیار نہیں تھے۔ پھر بھی وہ جو نیتن بوس کا چیلا تھا۔ تیر تلوار بم پٹاخوں کے تصور سے ہی بدکنے لگا۔ اور پھر جنوب کی ہیروئین کی مقدار کو اس کا ہاضمہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

پروڈیوسر نے بیچ میں بابو راؤ پٹیل کو ڈالا۔ دو لاکھ نقد قدموں میں رکھا۔ ہیروئن اور کاسٹ جو حکم! ایک طرف اصول دوسری طرف دو لاکھ کا کانٹریکٹ سائین کرتے وقت، بمبئی کا پروڈیوسر چار ریل کے بعد پیسے کی بات کرتا ہے۔ گھسٹ گھسٹ کر فلم بناتا ہے جو کوڑا ثابت ہوتی ہے۔ پیسوں کی ادائیگی سے پہلے ہی دیوالیہ ہو جاتا ہے۔ فلم ساز بنگال کے بھی تھے۔ معیاری فلموں ہی میں کام کرتے تھے۔

کہاں گئے؟ کچھ ریٹائر ہوئے کچھ بنگالی فلمیں بناتے ہیں۔ ایک محدود مارکٹ کے لئے اور کچھ بمبئ آئے۔ جو یہاں نہ پنپ سکے۔ کچھ واپس ہو گئے کچھ چھوٹے رول کرنے لگے۔

''ایک فلم بناؤ' روپیہ سمیٹو پھر آرٹ کی خدمت کرو جی بھر کے۔'' بابو راؤ پٹیل نے رائے دی۔

اور دلیپ کمار نے لے لی۔ دھڑا دھڑ ہٹ فلمیں بننے لگیں۔ اب ہر فلمسٹار مدراس کے کانٹریکٹ کو زندگی کا سہارا سمجھنے لگا۔ مدراس نے وہ معاوضے دیئے جو بمبئ والوں کی حیثیت سے لگا نہیں کھاتے تھے۔ مگر پھر فلمسٹر نے مدراس کی مقرر کی ہوئی قیمت کا مطالبہ کیا۔ مرتا کیا نہ کرتا وہی دینے کو تیار ہو گیا اور انڈسٹری کی قبر بڑے دھرم دھام سے کھدنے لگی۔ آج بمبئ کا پروڈیوسر (چند کو چھوڑ کر) دیوالیہ ہے۔ بھیک مانگ کر پروڈیوسر کی قسطوں پر صرف جینے کے لئے فلم میں ٹکا ہوا ہے۔ اب اس کے لئے دوسرے کون سے دروازے کھلے ہیں؟

اور دھرم کا دل اپنی فلم سے کھٹا ہونا شروع ہوا۔ بہت چھان بین اور کاٹ چھانٹ کے بعد پھر وہی پٹی پٹائی کہانی بننے لگی۔

ایک وہ لیل و نہار تھے جب گھر والی سیتا جی کا اوتار تھی۔ دربار میں زرینہ جیسی اپسرا ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔ شہرت قدموں کی لونڈی تھی۔ فلم کے سیٹ پھولوں کی سیج۔ انسان کس لئے جئے کمپنی کا مردہ کاندھوں پر اٹھائے گرہست کی موت کا بھار لئے' گلبدن کے ہجر میں سسکتا' یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ ایسی لیجڑ بنی تو اور نہ بنی تو' کیا فرق پڑتا ہے۔

ایک بات عقل کی تھی کہ دھرم اپنا کام ٹالتا رہا۔ ہیروئن سائیڈ ہیروئن' کامیڈین کا کام جتنا بھی چاہو کر ڈالو' ہیرو کا بعد میں۔ کوئی اچھا سین نہیں بنتا۔ رندھیر رات رات بھر بیٹھ کر تڑپتے چہچہاتے سین تیار کرتا' ہیرو کے رول میں چار چاند لگانے کی کوشش کرتا۔ دھرم پسند کرتا۔ ایک آدھ سین لیتا' پھر جی اچاٹ ہونے لگتا۔

منگلا کے رویئے کی خبریں دبی دبی آگ کی طرح انڈسٹری میں پھیل رہی تھیں- مگر سب کے منہ کو تالا لگا ہوا تھا- اس کی جگہ کوئی فلمسٹار ہوتی تو پرخچے اڑ گئے ہوتے- مگر منگلا تو انڈسٹری کے ایک قد آور ستون کی ناک تھی- وہ چوراہے پر کٹتی تو ساری انڈسٹری کی ناکوں پر شہہ پڑ جاتی' یہ ایک باوقار اور ذمہ دار انسان کی عزت کا سوال ہے- فلمی ہیروئن کا سوال نہیں' وہ قہقہے جو زرینہ اور دھرم کے چٹکلوں پر چھوٹا کرتے تھے- گلوں میں گھٹ گئے- دھرم کی جیت تو ان سب کی جیت تھی- اس کی ہار سب کی ہار کی دکھتی رگ کو مسلتی تھی-

دھرم کو جب یہ بات سمجھائی گئی تو وہ ساکت رہ گیا- وہ سمجھتا تھا یہ گھر کا بھید ہے کسی کو نہیں معلوم ہو گا- اسے یہ پتہ نہ تھا کہ منگلا زندگی کے کس موڑ سے گزر رہی ہے- فرید کو فلم لائن سے دلچسپی تھی- لڑکیوں کی اسے کمی نہ تھی- جب منگلا کے جلو میں نکلتا تو اس کی ہم عمر لڑکیاں زیر لب مسکراتیں-

"ہائے بیچارا فرو...... اسے یہ ٹوٹی پھوٹی باسی بیر کی بوتل جڑی' اور کسی نے گھاس نہیں ڈالی-"

تب وہ کمینے پن پر اتر آتا- اس کے سجدوں کو ٹھوکر مارتا- اس کی بیقرار باہیں سانپوں کی طرح ڈستیں- وہ اسے ربڑ کی گیند کی طرح برتنے لگتا- وہ میلی سی کیچڑ میں لتھڑی ہوئی گیند جو سپاٹ دیوار پر غصہ اتارنے کے لئے مارتا تھا- دیوار کیچڑ کے پٹوں سے زخمی ہو جاتی-

وہ بڑی لجاجت سے پروڈیوسروں سے کام مانگتا-

"ارے میاں تمہیں کیا ضرورت ہے کام کرنے کی- مزے لو جب تک جوانی ہے- کمی نہیں پیاسی چڑیوں کی موسم میں بہت گرتی ہیں- رجواڑوں اور تعلقوں کی لرزتی کانپتی...... فلموں کو زندگی سمجھ کر کاغذ کے پھولوں کی تلاش میں تمہیں کس چیز کی کمی ہے؟ ذرا چوکس رہو تو کوئی تجوری بھی پھنسے گی پھر آنا ہم تمہیں ولیپ کار بنا دیں گے-"

وہ فلم جس کا منگلا نے اسے پروڈیوسر بنانا چاہا تخیل کی پہلی سیڑھی سے آگے

نہ اکسا۔ لوگ پیسے کھا کر سٹک گئے۔ اگر اس اتر کمان کے بجائے اس کے بس میں کوئی چلے پہ چڑھا تیر ہوتا مثلاً زرینہ تو اس کی عاقبت سدھر جاتی۔ پھر اسے منیر کی بی۔ اے کی ڈگری سے اتنا دکھ نہ ہوتا۔

ادھر سب دھرم کو سمجھانے لگے۔

"گھر نہ بگاڑو، سماج کے انمٹ اصولوں کو نہ ٹھکراؤ۔ اب بھی وقت ہے بکھری زندگی سمیٹ لو، ہم نہیں دیکھیں گے۔ جو کانوں نے سنا اسے وہم سمجھ کر بھول جائیں گے۔"

طے ہوا رندھیر کے چھوٹے صاحبزادے کی سالگرہ میں دونوں کو بلایا جائے ویسے منگلا سے بات کرنا آسان نہیں۔ شاید دونوں ملیں اور ٹوٹی ڈور جڑ جائے۔

رندھیر اور دلو نے بے حد شاندار کارڈ خریدے، پارٹی کی تاریخ طے کی اور اپنے بہت ہی خاص خاص بیوی بچوں والے دوستوں کو گھر جا کر بڑے اصرار سے بلایا۔

"بھابی جی ضرور آنا...... بچی تم نہیں آئیں تو ساری رات کیک نہیں کٹے گا۔"

"آؤں گی بابا--- ضرور آؤں گی۔" فرید پونا ریس کھیلنے گیا ہوا تھا۔

رندھیر نئے بنگلے میں اٹھ آیا تھا۔ نہایت فلمی قسم کے فرنیچر سے آراستہ آج جھنڈوں اور غباروں سے گلستان بنا ہوا تھا۔ پیسہ بھی کیا استاد ہوتا ہے۔ سب کچھ سکھا دیتا ہے۔ دلو کو دیکھ کر کسی کو یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ کبھی یہ فارس روڈ پر مزدوروں کے پسینے کو لیونڈر سمجھتی تھی۔ ڈانڈا میں ٹھرے بازوں کی تے سمیٹا کرتی تھی۔ ہر ساڑی کے ساتھ میچنگ بلاؤز ملتا ہے، غلطی کرنے کی گنجائش نہیں۔ ہیر ڈریسر دم بھر میں سیدھی تیل میں چپڑی پٹیوں کے گھنگریالے گچھے بنا دیتی ہے چاہے جوڑا بندھوا لو چاہے پونی ٹیل پر میچنگ ربن اور پھر زیور ایک دوسرے کے دیکھ کر بنوانا کیا مشکل۔ روپیہ ہو تو زندگی کا زائچہ بدل جاتا ہے۔

بہت ہی گھریلو قسم کی بیویاں تھیں۔ بہتوں کو تو پتہ بھی نہ تھا کہ منگلا اور

دھرم الگ الگ رہتے ہیں- یہ دونوں کے رویئے سے شبہ ہوتا تھا کہ کسی قسم کی رنجش ہے- دونوں الگ الگ موٹروں میں آئے- منگلا بچوں کے ساتھ اور دھرم کیشو کو لے کر' یہ تو ہوتا ہی ہے' بیوی گھر سے آئیں میاں کام سے آ رہے ہیں- دونوں ہشاش بشاش سب سے ملتے پھر رہے تھے-

"ٹاٹا منو بیٹے-" منگلا نے موٹر کی کھڑکی میں سے رندھیر کے بیٹے کی ٹھوڑی چھو کر ہاتھ ہونٹوں سے لگا لیا- دھرم کا ہاتھ پہلے سے اس کی گردن کے پیچھے رکھا تھا- ذرا کھسک کر حمائل ہو گیا تب بھی اس نے کوئی مزاحمت نہ کی-

"بڑی اچھی پارٹی تھی کیک کہاں سے بنوایا تھا جنے- بہت اچھا تھا-" وہ جلدی جلدی بولنے لگی-

دھرم اس کے بندوں سے کھیل رہا تھا- جیسے ہی گاڑی احاطے سے نکلی منگلا نے جلدی سے بٹوہ کھولا فلاسک منہ سے لگا لیا-

دھرم کو کچھ ناگوار گزرا مگر وہ سہہ گیا- اور مسکراتا رہا- منگلا نے مگن ہو کر دو گھونٹ اور لئے- پھر فلاسک دھرم کے ہونٹوں سے لگا دیا-

"ہم بھی- ممّا' ہم بھی-" للتو ہمک کے ضد کرنے لگی- دونوں بے اختیار ہنس پڑے- بیلو اور چنٹو زور زور سے سیٹیاں بجانے لگے-

وہ بڑی تیزی سے پی رہی تھی- اس نے ایک بار جو گھونٹ لیا تو دھرم نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر بڑی التجا بھری نظروں سے آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں' اس کی آنکھوں میں آسیب ناچ رہے تھے- پھر اس نے ایک ایسی کریہہ حرکت کی کہ دھرم کو پسینہ آگیا- اس نے اس کے بال مٹھی میں پکڑے اور گھونٹ اس کے حلق میں اتار دیا- منگلا کا دانت اس کے ہونٹ میں لگ کر خون نکل آیا- پھر وہ سر پیچھے ڈال کر گھنگرو بھرے قہقہے لگانے لگی-

پدما ایسا کرتی تھی' مگر وہ لچی تو قحبہ تھی' مگر منگلا...... منگلا تو دھرم دیو' اس کی پتنی' بچوں کی ماں تھی! اس نے یہ گند کہاں بٹورا!

بچوں کو فوراً آیا نے سنبھال لیا- منگلا ڈرائنگ روم سے ہی ساڑھی کھولتی

بیڈ روم میں چلی گئی۔ جب وہ اندر داخل ہوا تو منگلا نے سارے بلب جلا دیئے تھے اور پیٹی کوٹ پہنے آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔ دھرم کو اس نے بڑے میٹھے انداز سے دیکھا پھر بلاؤز کا گولہ بنا کر اس کے منہ پر مار دیا۔

جھک کر اس نے پلنگ کے نیچے سے بوتل نکالی اور دانت سے کاگ کھولتی کہنی کے بل لیٹ گئی۔ دھرم نے اسے اس قدر دحشت اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ ہونق سا پلنگ کی پٹی پر بیٹھ گیا۔

"یہ منگلو ہی ہے نا' یا وہ بھولے سے کسی اور کمرے میں آ گیا ہے۔۔ منگلو تو لاجونتی کی طرح اس کے پیار کے سامنے سمٹ جاتی تھی۔ ماں بننے کے بعد بھی وہ نئی دلہن کی طرح بجلی بجھانے پر اصرار کرتی۔ میٹھے میٹھے اندھیرے میں وہ کتنی اجاگر ہو جاتی تھی۔

مگر آج جب کمرے کا ہر بلب آنکھیں پھاڑے اس پر قہقہے لگا رہا تھا دھرم کی منگلا نہ جانے کہاں گم تھی۔ اس کے بال کھل گئے تھے۔ وہ عورت جو اس کے سامنے ڈھٹائی سے کھلی پڑی تھی، جس کے وہسکی سے تر ہونٹوں پر آبرو باختہ عورت کا سا تبسم تھا اور آنکھوں میں منہ پھٹ تقاضے وہ جو اس سے اس نظارے کی بھیک مانگا کرتا تھا' حلق میں ابھرتی ہوئی ابکائی کو گھونٹ رہا تھا۔

تب اس نے جانا کہ بائیس برس کے دیوتا کو بھوگ لگاتے لگاتے سونے کی بھاری بھرکم تھالی ٹھیکرا بن چکی ہے۔ اس کی آگ میں کتنی ٹھٹھرن ہے۔

وہ بڑی سرعت سے ساری بوتل ایک گھونٹ میں ہی پی لینا چاہتی تھی۔ دھرم نے ہاتھ پکڑ کر بوتل چھین لینا چاہی مگر وہ بوتل کے ساتھ لٹکی ہوئی اس کے پہلو میں ڈھے گئی۔

"بس کرو منگلا۔" اس نے بوتل چھیننا چاہی۔ منگلا نے ایک روپہلا قہقہہ لگایا اور دونوں ہاتھوں سے اس کا کرتا جھیر جھیر کر ڈالا۔

"ارے کیا کرتی ہو۔" اس نے منگلا کے ہاتھ جھٹک دیئے۔

"کیوں رے...... تو جو میرے اتنے ڈھیر سارے بلاؤز پھاڑ چکا ہے؟"

"میں نے تو بلاؤز نہیں پھاڑے...... منگلا کے تو نہیں پھاڑے۔" اس نے سوچا۔

"بس روٹھ گیا؟ چل ادھر آ...... میرے پاس۔ اے فرو...... آ جا...... آ جا۔" وہ چار انگلیوں سے پیارے پیارے اشارے کرنے لگی۔

"اور وہ تو میرا نام بھی نہیں جانتی......" منگلا نے بوتل اس کے ہاتھ سے جھپٹ لی۔

ایک دفعہ کسی بات پر چڑھ کر اس کا چکن کا کرتا تار تار کر دیا تھا' اس دن دھرم نے اس کا نام "میاؤں" ہی رکھ دیا تھا۔ سیٹ پر بیٹھے بیٹھے شرارت سوجھتی تو وہ چپکے سے منہ پر ہاتھ رکھ کے بلی کی آواز نکالتا۔ پھر خود ہی چونک کر کہتا۔

"ارے بلی...... یہ بلی کہاں سے آ گئی۔ پکڑو اسے سارے کپڑے لتے پھاڑ ڈالے گی۔" وہ شوخی سے کہتا۔ تب دونوں کی آنکھیں پل بھر کو الجھ جاتیں۔

دھرم نے سب کو باری باری یہ راز بڑے مزے لے لے کر بتایا تھا۔

خوف زدہ ہو کر اس نے زرینہ کے خیال کو دور جھٹک دیا۔ سب اس کا قصور تھا' منگلا کی گمراہی کا ذمہ دار وہ خود تھا۔

اس خیال سے بڑی ڈھارس بندھی۔ وہ ظالم تھا نا' اس کی انا کو بڑی تقویت ملی۔ اس کے علاوہ وہ اس کی ہمدردی کی حق دار تھی۔ ان ذروں کو سمیٹنا اس کا فرض تھا۔

مگر سمیٹنے میں اس کے ہاتھ لہولہان ہو گئے۔ بھڑکتے ہوئے شعلوں میں نہانے والی دھیمی دھیمی بھوبل کو کب خاطر میں لانے والی تھی۔ وہ بائیس برس کا بھی نہیں تھا طرح طرح کی عیاشیوں اور نشوں نے اسے وقت سے پہلے تھکا ڈالا تھا۔

منگلا چڑھ گئی۔ تحقیر پر اتر آئی۔ آنکھیں طنز کے زہر میں بجھ کر اور بھی سیاہ ہو گئیں۔ پھر وہ ہنس پڑی۔ خوب ہنسی۔ ہنسی کی مرکیاں اس کے رسیلے حلق میں ستار کے جھالے کی طرح الجھنے لگیں......

"تبھی زری بھاگ گئی۔" اس کا قہقہہ تمے میں لتھڑ گیا۔

دھرم نے واہی جھیر جھیر کرتا منہ میں ٹھونسا اور سیڑھیوں پر گرتا پڑتا باہر نکل گیا۔

صبح جب رندھیر دفتر میں داخل ہوا تو ایک دم ٹھٹک گیا۔

وہ بڑی دیر تک دھرم کو دیکھتا رہا۔

میز پر فائل اور گراؤنڈ پلین کے کاغذات بکھرے ہوئے تھے۔ دھرم سفید سلک کا کرتا اور اودی پنجابی لنگی پہنے کاغذات پر جھکا ہوا تھا۔ صندل جیسی شفاف پیشانی پر ایک لٹ جھک آئی تھی۔

"دھرم اتنا بھد سیلہ نہیں رہا۔" رندھیر نے سوچا کنپٹیوں پر چاندی کی جھلک نے وقار پیدا کر دیا ہے۔ رول کیلئے ری ٹچ کرنا پڑے گا۔ "واہ بیٹا ایک ہی وار میں جی اٹھے، سوکھے دھانوں میں پانی پڑ گیا۔"

"مزاج شریف۔" رندھیر نے پیار سے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"آپ کی دعا ہے۔" مدراس کی مسلم سوشل نے اسے لکھنوی آداب سکھا دیئے تھے۔

"جگ جیو، میرے سرکار!" دھرم نو عمر دولہا کی طرح تکلف سے مسکرایا۔

"محنت ٹھکانے لگی!" رندھیر نے شکر کیا۔

"پکچر بہت ڈی لے ہو گئی ہے۔ آج وگ کا ٹرائل لے کر فائنل کرنا ہے۔ اس سیٹ پر بہت کام ہے۔"

"وہی پرانا منجھا منجھایا دھرم دیو! ایک ہی خوراک میں طبیعت صاف!" رندھیر اپنی دور اندیشی پر داد دیتا ہوا بیٹھ گیا۔

اتنے میں کیشو اور مادھو بھی آ گئے۔

"پرکاش جی کو فون کرو کیا دو بجے آتے ہیں۔ گاڑی بھیج دو۔"

"فون کئے دیتا ہوں۔ گاڑی اسٹیشن پر پہنچ گئی ہے۔" کیشو نوکروں کے دماغ خراب کرنے کے قائل نہیں تھا۔ حساب کتاب کا مالک تھا مگر سوائے بس کے نجی

کام کیلئے کبھی ٹیکسی نہیں لی- پٹرول سونے کے بھاؤ جا رہا ہے- کمپنی کی گاڑی کو بیکار دوڑانے سے کیا فائدہ-

"دامن نے پھر ہٹ لگایا-" مادھو بولا-

"اسٹوری کچھ بھی نہیں، وہی پرانا فارمولا ہے- پر صاحب مانتے ہیں- گروپ ڈانس کیا اٹھا کے دیئے ہیں- ساٹھ لڑکیاں اور لڑکے-" کیشو نے ہانک لگائی- وہ اصولاً" سب فلم دیکھتا تھا- بجائے لطف اٹھانے کے پورے وقت پروڈکشن ویلیو گانوں کی تعداد اور کامیڈی سینز گنتا رہتا تھا-

"اپن بھی ڈالیں ایک گروپ ڈانس، کیوں دھرم جی؟" مادھو بولا-

"کوئی سچویشن نہیں اپنی پکچر میں-"

"ارے سچویشن بنانے سے بنتی ہے-"

"ہاں، ہیروئن ہیرو تھیٹر میں جاتے ہیں، بس وہاں-"

"تھیٹر ہے ہی نہیں فلم میں-"

بھلا ڈانس کی بھی سچویشن ہونے سے انکار کر سکتی ہے- ہیرو ہیروئن گاتے ایک دوسرے کو کھدیڑ رہے ہیں- پگڈنڈی پر گاؤں کی گوریاں یکساں لباس پہنے چلی آ رہی ہیں ٹھمکی، ادھر سے ایک سے ڈریس پہنے بالکل اتنے ہی لڑکے نکل پڑتے ہیں- لیجئے ہو گیا گروپ ڈانس کا موقع، یہ اور بات ہے کہ ایسے گاؤں کا پتہ کسی کو نہیں معلوم جہاں اتنی لڑکیاں اور لڑکے ایک وضع کے کاسٹیوم پہنے ہر وقت جنگلوں میں تیار بیٹھے رہتے ہیں کہ نہ جانے کب کوئی پریمیوں کا جوڑا ادھر گاتا ہوا آ نکلے- اور وہ ایک ہٹ گانا جس میں کم از کم سو ساز بج رہے ہوں گانا شروع کر دیں- پتہ اگر کسی کو معلوم ہے تو وہ فلم پروڈیوسر ہیں جو کسی کو نہیں بتاتے-

"آج بچے نہیں آئے؟" دھرم نے گھڑی دیکھ کر پوچھا-

"رگھو گیا تو ہے آتا ہی ہو گا-"

دھرم پھر کام پر جٹ گیا-

بڑے اہتمام سے شوٹنگ شروع ہو گئی- روز شام کو دھرم پابندی سے بچوں

کو لے کر گھر چلا جاتا۔ اس نے کبھی رندھیر کو نہیں بتایا کہ وہاں منگلا نہیں ہوتی، وہ بچوں کے ساتھ کھیل کر گھر چلا جاتا ہے۔ کبھی رمی کے گھر جس نے حال ہی میں نہایت پوشیدہ جگہ ایک فلیٹ لیا ہے۔

"ریتا کے فرشتوں کو بھی پتہ نہیں چلے گا۔" مگر دھرم جانتا ہے ریتا کو پتہ چلے گا اور بہت جلد یہ گھر بھی کرائے پر اٹھا دے گی۔ رمی اور گھر ڈھونڈ لے گا۔

"چوہے بھاگ بلی آئی۔" زرینہ نے کہا تھا۔ اب تو زرینہ کے خیال پر بھی دل کی دھڑکن تیز نہیں ہوتی۔ اگر رمی نہیں ملتا تو وہ پدما کے ہاں چلا جاتا۔ نہ جانے کیوں پدما کی محفلیں سرد پڑتی جا رہی ہیں۔ نہ وہ چہل پہل نہ وہ ہنگامے۔ جیسے دنیا اب محور پر گھومتے گھومتے ستانے کو ٹھہر گئی ہے۔ تین مہینے ہو گئے دھرم نے کسی عورت کے جسم کو ہاتھ نہیں لگایا۔

پرکاش جی سہمے سہمے ہدایات دیتے ہیں۔ وہ جان کے ان کی غلطی نظرانداز کر دیتا ہے۔ ایک آدھ چھوٹی موٹی غلطی سے پکچر مر تو نہ جائے گی۔ انیل بڑا ٹھہرا ہوا آرٹسٹ بنتا جا رہا ہے۔ اس کی اچھوتی فلم میلے کیلئے منتخب ہوئی ہے۔

"میلہ!" دھرم کے وجود میں ایک پھلجھڑی نے سر اٹھایا پھر سسک کر دم توڑ دیا۔

"پرکاش جی سے کہو۔" کیشو اس سے نئے کاسٹیوم کے بارے میں کچھ پوچھتا ہے تو وہ پرکاش جی کی طرف اشارہ کر دیتا ہے۔ ان کا لرزتا ہوا ہاتھ پتلون کی جیب پر جاتا ہے جس میں ٹھرے کی شیشی دبکی ہوئی ہے۔ وہ ہاتھ اندر نہیں ڈالتے۔

پچاس ہزار اتنی رات گئے میں کہاں رکھوں گی۔" منگلا کیشو پر بگڑتی ہے۔" میرا گلا کٹوانا ہے۔ اکیلی دیکھی پا کر کوئی ٹھکانے لگا جائے، پاپ کٹے، یہی چاہتے ہیں نا؟"

"پتہ نہیں" کیشو مری ہوئی آواز میں کہتا ہے۔

"آپ فیصلہ کیجئے۔" دھرم درزی کی دوکان میں لگے ہوئے آئینے کی طرف مڑ جاتا ہے۔

"عجیب آدمی ہے!" پرکاش جی بلاوجہ کھنکارتے ہیں' ہاتھ جیب کے پاس لرزتا ہے۔ اندر نہیں گھس پاتا۔ "میرے خیال میں تو ٹھیک ہیں۔" وہ کپڑوں کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ قطعی فیصلہ نہیں کر پاتے۔ ان کی قوت فیصلہ اسی دوران جواب دے گئی تھی۔ جب کرونا نے بھری محفل میں ان کے منہ پر چپل مار کر کہا تھا۔ "بڈھے کھوسٹ ایک تو ہی رہ گیا ہے' مجھے اور کوئی نہیں جڑتا جو بوڑھی لاش پر مرنے لگوں۔"

تب پرکاش جی کرونا کی بھاری بھرکم جوانی کے خواب بوڑھی لاش میں سمیٹ کر لوٹ آئے تھے۔ اور لوٹتے ہی جا رہے تھے۔

ان کی بیوی بیٹھی رمی کھیل رہی تھیں۔ لڑکیاں دوستوں کے ساتھ گپ شپ کر رہی تھیں۔ انہیں کسی نے نہیں دیکھا جیسے وہ جادو کی ٹوپی پہن کر لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو چکے ہوں۔

اوجھل تو وہ جب ہی سے ہو گئے تھے۔ جب انہوں نے کرونا کو اپنی کمپنی کی ہیروئن بنایا تھا۔

کتنی بوندیں تالاب کی سطح پر پڑتی ہیں' بلبلے اٹھتے ہیں پھوٹ جاتے ہیں۔ دائرے بنتے ہیں مٹ جاتے ہیں۔

"آج نہ جاؤ' رندھیر بڑی وحشت ہو رہی ہے۔"

"بچے کو ٹائی فائڈ ہو گیا ہے۔ دلو رو رو کر جان دیئے دے رہی ہے۔ میں صبح ہی آ جاؤں گا۔"

"ابھی نہ جاؤ۔" دھرم نے التجا دوہرائی۔

"گیارہ بج رہے ہیں۔ ڈائیلاگ لکھ دئیے۔ تم سین کی فکر نہ کرو۔ میں سیٹ پر موجود رہوں گا۔" وہ پھر بیٹھ گیا۔

"بارہ بج رہے ہیں۔ یار کیا مصیبت ہے۔" رندھیر چڑھ گیا۔

"نوکر کو تو آ جانے دو۔ اکیلا چھوڑ جاؤ گے۔" دھرم نے حسرت سے کہا۔

"افوہ یار ننھے بچے تو نہیں جو تمہیں پریاں اڑا کر لے جائیں گی۔" وہ پھر بیٹھ

گیا- شام کے آٹھ بجے سے وہ گھر جانے کی ضد کر رہا تھا' مگر دھرم پر بھوت سوار تھا- ضرورت سے زیادہ چڑھالی تھی-

"کیا آج یہاں نہیں سو سکتے- صبح چلے جانا-"

"یار تمہارا دماغ خراب ہوا ہے- اچھا ایک بات بتاؤ کیا بھابی سے پھر کچھاؤ ہو گیا-"

دھرم خاموش رہا-

"اماں یہ کیا قصہ ہے؟"

"کوئی قصہ نہیں- قصہ ختم!"

"پھر وہی..... باندرہ مسجد کا جن تو سوار نہیں ہو گیا-"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں-"

"پھر بھابی سے کسی بات پر لڑائی ہو گئی؟"

"ملاپ ہی کب ہوا تھا-" اٹک اٹک کر سپاٹ آواز میں اس نے اس عجیب و غریب رات کا احوال سنایا- رندھیر دم سادھے سنتا رہا-

"عجیب آدمی ہو یار تم نے مجھے خوب بے وقوف بنایا-"

اتنے میں نوکر آ گیا- اس نے پیکٹ دیا-

"اچھا یار اب چلتا ہوں-"

"رک نہیں سکتے-"

"خدا کی قسم بچہ بیمار ہے...... میں صبح......"

"اچھا جاؤ جاؤ-" دھرم نے ہنس کر کہا-

رندھیر تیزی سے لفٹ کی طرف لپک گیا-

"میاؤں!" مدراس کے ایک شاندار ہوٹل میں زرینہ کروٹیں بدل رہی تھی-

"اے ہے زرینہ میں ڈر گئی......" امینہ نے سرہانے کا لیمپ جلایا- "یہ کیا کر رہی ہو-"

"میاؤں۔" زرینہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"چل بیوقوف یہ بھی کوئی وقت ہے مذاق کا' سو جاؤ۔" امینہ لیمپ بجھانے لگی۔

"نیند نہیں آ رہی ہے آپا" اس نے امینہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے اچھلتے ہوئے دل پر رکھ لیا۔

"پانی دوں۔"

"نہیں۔"

"تو پھر؟"

"رونے کو جی چاہ رہا ہے۔"

"کیوں؟"

"پتہ نہیں۔" زرینہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"زری..... میری جان۔" امینہ نے اسے کلیجے سے لگا لیا۔ کتنی دیر تک وہ سسکیاں بھرتی رہی اور ٹوٹے ٹوٹے ادھورے ادھورے جملے اس کے ہونٹوں سے جھڑتے رہے۔

"بائیس ٹیک ہوئے تھے۔ منہ سے نکلتا ہی نہ تھا۔ چاند..... ذرا آنکھیں تو کھولا۔ بس اتی سی بات تھی..... آپا سردی لگ رہی ہے' ایئر کنڈیشن بند کر دو۔"

"بند ہے۔" امینہ نے اسے کمبل اڑھا دیا۔

"نیا کرتا تھا۔"

"ایں؟" اونگھتے اونگھتے امینہ چونک پڑی۔

"کچھ نہیں آپا۔۔۔۔ کچھ نہیں۔"

"زرینہ۔" امینہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "واقعی میں اندھی ہوں۔"

"ایں؟" اب زرینہ کے چونکنے کی باری تھی۔

"تو اگر صاف صاف کہہ دیتی' بیوقوف۔ دل میں گھاؤ چھپائے بیٹھی ہے۔ تو نے مجھے بھی دھوکے میں رکھا' عجیب لڑکی ہے۔"

"آپا۔"

"ہاں۔"

"مجھے ڈر تھا۔"

"کس بات کا؟"

"تم کسی سے کہوگی تو نہیں۔ قسم کھاؤ' میری جان کی قسم۔"

"قسم سے کسی سے نہ کہوں گی۔"

"مجھے ڈر تھا...... کہ ...... وہ......" وہ چبا چبا کر بولنے لگی کہ وہ ڈیڈی کو نہیں چھوڑ سکتے۔"

"ہنہ اب اس بدذات نے جو چھوڑ دیا اور اس جھنڈلنے کے سنگ۔"

"مجھے کیا معلوم تھا۔"

"خیر اب تو وہ گئی' راستے سے۔ دیکھ زری تو بالکل فکر نہ کر میں یہاں سے جا کے فون کر دوں گی۔"

"ہائے آپا نہیں' مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"چل دیوانی ڈر کاہے کا۔"

"آپا تم نہیں جانتیں' وہ عجیب آدمی ہیں۔"

پڑوسیوں نے بتایا اس رات بار بار ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی تھی۔ مگر فلیٹ بند تھا۔ آخری بار تین بجے پھر گھنٹی بجی۔ پھر خاموشی ہو گئی۔

دھرم نے رندھیر کے جانے کے بعد نیا پیگ بنایا پیکٹ کھولا' دو گولیاں خواب آور دوا کی ڈالیں اور انگلی سے گھولنے لگا۔

بالکنی میں کسی کی بلی بول رہی تھی۔ دھرم کمرے میں اکیلا تھا پھر بھی اس نے دروازہ بند کر کے چٹخنی سرکا دی۔ ٹیلی فون ملایا۔ گھنٹی بجتی رہے۔ بجتی رہی۔ اس نے تھک کر واپس رکھ دیا۔

پیگ ختم ہو رہا تھا مگر نیند کا نام نہ تھا۔ وہ اوندھا لیٹا' چت لیٹا' آنکھیں بند کیں' پھر کھولیں' نیند نہ آئی۔ اس نے دوسرا پیگ بنایا' پھر دو گولیاں ڈالیں کچھ

سوچ کر ایک اور ڈال لی۔ رسیور اٹھایا۔ پھر ٹیلی فون کیا' گھنٹی بجتی رہی۔ وہ پلنگ پر لیٹ گیا۔ پھر کروٹیں بدلیں۔ کتاب اٹھا کر کھولی بند کر دی۔

کچھ سوچ کر اس نے ٹیلی فون اٹھایا' کتاب میں سے نمبر دیکھا۔

"ہلو' راج صاحب ہیں۔ میں دھرم دیو بول رہا ہوں۔" ایسا معلوم ہوا میلوں کے فاصلے سے راج نے اسے گلے لگا لیا۔ شوٹنگ کی باتیں' فلم کی باتیں' لونڈیوں کی باتیں ہوتی رہیں۔ دو بج گئے۔ دھرم دیو نے ٹیلی فون نہ چھوڑا۔ اگر یہ سلسلہ ٹوٹ گیا تو پھر وہ کھو جائے گا' پھر نہ مل سکے گا۔ راج یار ایسا کرو ادھر آ جاؤ نا۔" جیسے راج دیوار کے اس پار ہی تو کھڑا تھا۔

"دو بجے! ڈرائیور تو چلا گیا اور اپنے سے تو دو قدم نہیں چلا جا رہا ہے۔ ٹکر وکر ہو جائے گی۔ بس میں صبح ہی تو ادھر آ رہا ہوں پھر رہیں گی باتیں.... آ...ف۔" راج نے لمبی سی جمائی لی۔

"دیوی جی کہاں ہیں؟" دھرم نے پوچھا۔

"یہ پاس ہی پڑی ہیں۔ کوئی چار انچ کے فاصلے پر۔" راج ہنسا۔

"میری طرف سے ایک پیار تو لے لو۔"

"لو' بھئی لے لیا' ایک تمہاری طرف سے اور ایک اپنی طرف سے۔" دونوں ہنسے۔

"راج؟"

"بولو' پیارے۔"

"اس وقت نہیں آ سکتے۔"

"نہیں یار بالکل دم نہیں ہے' صبح....."

"ارے صبح کس نے دیکھی ہے۔"

ٹیلی فون رکھا' نیند اور بھی دور بھاگ گئی۔ جیسے اب نہ آئے گی کبھی نہ آئے گی۔

پھر پیگ بنایا' کتنی گولیاں ڈالیں' کون جانے' پھر ٹیلی فون کیا' ڈھائی بج

رہے تھے۔ گھنٹی چیختی رہی چلاتی رہی۔

"ہلو...... ہلو...... میں بول رہا ہوں۔" شکر ہے ٹیلی فون اٹھا لیا گیا۔ "میں دھرم بول رہا ہوں۔"

"کیوں؟"

دھرم کے پاس کچھ جواب نہ تھا۔

"یہ رات کے تین بجے فون.... کیا بات ہے۔" شاید ہوش میں تھی آواز میں ذرا نرمی آ گئی تھی۔

"وہ' میرا جی گھبرا رہا ہے۔ تم ایسا کرو...... بچوں کو بھیج دو۔"

"تین بجے رات کو' بچوں کو بھیج دوں! کیا ہو گیا ہے تمہیں۔"

"تم ہی آ جاؤ منگلو۔" اس کا جی چاہا کہے مگر الفاظ راستہ بھول چکے تھے۔ بچوں کو ڈرائیور کے ساتھ بھیج دو..... میں......"

"کیا ہو گیا ہے جی' سوتے بچوں کو ہلکان کروں' صبح بھیج دوں گی۔"

"صبح کس نے دیکھی ہے۔"

منگلا نے پھر فون کیا' مگر انگیج تھا' سوچا۔ "جاؤں دیکھوں کیا بات ہے۔ پھر خیال آیا۔ فون انگیج ہے کسی کو کر رہے ہوں گے فون۔"

آخری پیگ' کتنی گولیاں؟ کون گنے کوئی نہیں' کوئی نہیں۔

اتنی لمبی چوڑی دنیا میں اکیلے کا کوئی نہیں۔

"یار نہیں دوست نہیں۔"

بیوی بچے نہیں۔

چاند----- تم بھی نہیں۔

فون ملایا کوئی نہیں......

صرف گولیاں۔

دور خالی فلیٹ میں گھنٹی بجتی رہی۔

بجتی رہی۔

❀❀❀

رہے تھے۔ گھنٹی چیختی رہی چلاتی رہی۔

"ہلو...... ہلو...... میں بول رہا ہوں۔" شکر ہے ٹیلی فون اٹھا لیا گیا۔ "میں دھرم بول رہا ہوں۔"

"کیوں؟"

دھرم کے پاس کچھ جواب نہ تھا۔

"یہ رات کے تین بجے فون.... کیا بات ہے۔" شاید ہوش میں تھی آواز میں ذرا نرمی آگئی تھی۔

"وہ' میرا جی گھبرا رہا ہے۔ تم ایسا کرو...... بچوں کو بھیج دو۔"

"تین بجے رات کو' بچوں کو بھیج دوں! کیا ہو گیا ہے تمہیں۔"

"تم ہی آجاؤ منگلو۔" اس کا جی چاہا کہے مگر الفاظ راستہ بھول چکے تھے۔ بچوں کو ڈرائیور کے ساتھ بھیج دو..... میں......"

"کیا ہو گیا ہے جی' سوتے بچوں کو ہلکان کروں' صبح بھیج دوں گی۔"

"صبح کس نے دیکھی ہے۔"

منگلا نے پھر فون کیا' مگر انگیج تھا' سوچا۔ "جاؤں دیکھوں کیا بات ہے۔ پھر خیال آیا۔ فون انگیج ہے کسی کو کر رہے ہوں گے فون۔"

آخری پیگ' کتنی گولیاں؟ کون گنے کوئی نہیں' کوئی نہیں۔

اتنی لمبی چوڑی دنیا میں اکیلے کا کوئی نہیں۔

"یار نہیں دوست نہیں۔"

بیوی بچے نہیں۔

چاند---- تم بھی نہیں۔

فون ملایا کوئی نہیں......

صرف گولیاں۔

دور خالی فلیٹ میں گھنٹی بجتی رہی۔

بجتی رہی۔

❀❀❀